میں آزاد ہوں



نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب	میں آزاد ہوں
مصنفہ	نگہت ہاشمی
طبع اول	فروری 2021ء
تعداد	3000
ناشر	النور انٹرنیشنل
لاہور	59C/2،لنک فیروز پور روڈ، لاہور
فون نمبر	0336-4033045, 042-37500048, 042-37500049
کراچی	گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی
فون نمبر	0336-4033034 - 021-35292341-42
فیصل آباد	121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد
فون نمبر	03364033050, 041-8759191
	sales@alnoorpk.com
	www.alnoorpk.com
	Nighat Hashmi, Alnoor International
	Nighat Hashmi
	nighathashmi
	Sales: 0336-4033045

فہرست

ابتدائیہ

ہم سب آزاد پیدا ہوئے ہیں، آزادی سے محبت رکھتے ہیں، آزادی ہمارا حق ہے اور حق تو وہی رکھتا ہے جو آزاد ہو۔

آج کی عورت آزادی چاہتی ہے، اور وہ اپنی آزادی کے لئے تگ و دو کر رہی ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کس کے لئے آزادی چاہیئے؟

اگر حقوق کے لئے آزادی چاہیئے تو پھر یہ دیکھنا ہوگا اس کے حقوق کی ضمانت کون دیتا ہے؟

حقوق کی ضمانت تو عورت کو پیدا کرنے والے رب نے دی ہے۔

عورت کے حقوق کا تحفظ تو اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر محمد ﷺ نے کیا۔

آج عورت کو وہ حقوق نہیں مل رہے تو اس کے دو بڑے اسباب ہیں۔

(1) عورت کی اپنے حقوق سے عدم آگہی

(2) حکومت کی جانب سے حقوق کی حفاظت کے لئے مناسب اقدامات نہ کرنا

جہاں تک پہلے سبب کا تعلق ہے اس کے لئے عورت کو اپنے حقوق کے بارے میں آگہی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ ''میں آزاد ہوں'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

اس کتاب میں عورت کے ان حقوق کو سادہ انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ہے جن کے بارے میں وہ پورے طور پر آگاہ نہیں ہے۔

جہاں تک دوسرے سبب کا تعلق ہے تو ہم حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ عورت کے حقوق کا تحفظ ممکن بنائیں تاکہ وہ گھر کے اندر اور گھر سے باہر پر امن اور پرسکون معاشرے میں زندگی گزارنے کے قابل ہو سکے۔

جہاں تک عورت کے حقوق کا تعلق ہے تو

- اسلام نے عورت کو جینے کا حق دیا
- اسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا حق دیا
- اسے اپنے رب کے ساتھ تعلق اور اس کی عبادت کا حق دیا
- اسے تعلیم کا حق دیا، اسے رائے کا حق دیا
- اسے عزت و آبرو کی حفاظت کا حق دیا
- اسے والدین کی خدمت اور انسانوں کی خدمت کا حق دیا
- اسے جائیداد رکھنے کا حق دیا
- اسے قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کرنے کا حق دیا
- اسے دین کی حفاظت کا حق دیا
- اسے مساجد اور اسلامی تعلیمی اداروں کی خدمت کا حق دیا
- اسے عقل کی حفاظت کا حق دیا
- اسے حیا کا حق دیا، حجاب کا حق دیا
- اسے نکاح میں اجازت کا حق دیا
- اسے جنسی استحصال سے تحفظ کا حق دیا
- اسے صلہ رحمی کا حق دیا
- اسے کمانے کا حق دیا

- اسے بچوں کی تربیت کرنے کا حق دیا
- اسے مہر و وفا کو اپنی شناخت بنانے کا حق دیا
- اسے جنت میں گھر بنانے کا حق دیا
- اسے اپنی شناخت کا حق دیا

اللہ تعالیٰ نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں ان کی وجہ سے ہی عورت آزاد ہوتی ہے۔ یہی حقوق آزادی کی ضمانت ہیں حقیقت یہ ہے کہ جو حق پائے وہ آزاد ہو جائے

- اپنا حق پہچانیں اور آزاد ہو جائیں۔

یہ کتاب ''میں آزاد ہوں'' ہر اس بچی اور خاتون کی ضرورت ہے جس کو اپنے حقوق کا فہم نہیں وہ خود بھی اس کے بارے میں جانے اور دوسروں کو بھی ان حقوق کا فہم دے۔

''میں آزاد ہوں'' ہر اس مرد کی بھی ضرورت ہے جو بھائی ہے، شوہر ہے، بیٹا ہے، باپ ہے۔ جس کا پہلا رشتہ اپنے خالق و مالک سے ہے وہ اس کا حق پہچانے جس کا رشتہ اپنی ماں سے ہے کہ وہ اس کا حق ادا کرے

جس کا رشتہ اپنی بیوی سے ہے کہ وہ اس کا معاشی تحفظ بھی کرے اور اس سے حسن سلوک کرے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر عورت کو اپنے حقوق پہچاننے اور اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

دعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

بریرہ آزاد ہو گئی

وہ بھی کیا دن تھے!

تاریخ کے اوراق الٹ کر جب میں دیکھتی ہوں تو مجھے صحرا میں وہ عظیم عورت نظر آتی ہے جس کے پاس دودھ پیتا بچہ ہے، اوپر نیلا آسمان ہے اور نیچے ریت ہے، پتھریلے پتھر ہیں، پاس پانی کی مشک ہے اور کھجوروں کی پوٹلی ہی کل اثاثہ حیات ہے لیکن جو چیز اس عورت میں نظر آتی ہے وہ یقین، توکل اور عزم ہے۔ وہی عورت ہے جس نے مقدس شہر بلد امین کو آباد کیا۔ اس نے کیسے دن اور کیسی راتیں بِتائی ہوں گی۔

- ایک آزاد عورت نے
- اپنی آزاد مرضی کے ساتھ
- اپنی مرضی کو اپنے رب کے آگے بچھا کر کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا

مجھے وہ وقت یاد آتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت زم زم کو اپنے لیے اور اپنے بچے کے لیے استعمال کر رہی تھیں۔ قبیلہ جرہم کے لوگوں کا گزر ہوا۔ انہوں نے اجازت چاہی کہ کیا ہم یہاں پر آباد ہو سکتے ہیں؟ ہاں یقین کیجیے تاریخ کا وہ دور ایسا تھا جہاں ایک عورت یہ کہتی ہے کہ آپ یہاں رہائش اختیار کر سکتے ہو لیکن پانی پر میرا حق ہوگا۔ یہ بلد امین کی کہانی ہے۔ یوں دنیا کے اس عظیم شہر کی بنیاد رکھی گئی جہاں اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، جہاں لوگوں کے دل اٹکے رہتے ہیں، جہاں جانا لوگوں کے لیے زندگی کا سب سے بڑا خواب ہے۔ جو

وہاں جاتا ہے آنسو بہاتا ہے۔ جو وہاں سے لوٹ کر آتا ہے آنسو بہاتا ہے۔ محبتوں کی یہ کیسی عظیم داستان ہے۔

ایک آزاد عورت نے اپنی آزاد مرضی کے ساتھ کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا

زمین والوں کے لیے کتنی بڑی رحمت، کتنی بڑی نعمت ہے

ہاں وہی بچہ جب بھاگ دوڑ کی عمر کو پہنچا تو اسی عورت نے کتنے بڑے ظرف کا مظاہرہ کیا جب اپنے بچے کو اپنے رب کے راستے میں قربان کرنے کے لیے اپنے شوہر کو سونپ دیا۔ ایک عورت کتنا بڑا ظرف رکھتی ہے۔

میں جب پیچھے پلٹ کر دیکھتی ہوں تو مجھے وہ وقت یاد آتا ہے جب شوہر کو الوداع کرتے ہوئے سیدہ حاجرہ علیہا السلام سوال کرتی ہیں کہ مجھے کس کے حکم سے یہاں چھوڑے جا رہے ہو جہاں نہ چرند پرند ہیں، نہ کوئی ذی روح ہے، نہ حیات کے لیے کوئی ساز و سامان ہے۔ جواباً سر جھکا لیا تو خود ہی سوال کرنے لگیں: کیا مجھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے چھوڑے جا رہے ہو؟ تو سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے ہاں میں جواب دیا۔ تو اس عظیم عورت نے کتنی بڑی بات کہی: ''اللہ تعالیٰ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔'' (بخاری:3364)

یہ یقین ہے
یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل ہے
جس نے بلد امین کو آباد کرنے کا کام کروایا

آزادی آبادی کے لیے ہونی چاہیے

ہاں وہ آزادی آبادی کے لیے تھی صرف اپنے خاندان کی نہیں دنیا بھر کے انسانوں کے لیے
ان کے دلوں میں رب کی یاد کی آبادکاری کے لیے اور ان کی زندگیوں میں رب کی یاد

کے لیے تھی۔اس کے گھر کی آباد کاری کے لیے یہ کتنا بڑا قدم تھا۔

تاریخ کے اوراق الٹتے ہوئے جب میں اس دور میں پہنچتی ہوں جو عورت کو آزادی نہیں دیتا، جہاں کی بچیاں زندہ دفن ہو جاتی ہیں، جہاں عورت کو تعلیم کا حق نہیں ہے، جہاں اسے روزگار کا حق نہیں ہے، جہاں اسے ورثے میں بھی حق نہیں ملتا، جہاں مرد غلام بنتے ہیں تو عورتیں بھی لونڈیاں بن جاتی ہیں، ان سے ان کی زندگی، ان کی رائے، ان کا سب کچھ ان سے چھین لیا جاتا تھا۔اس دور میں ایک ایسی لڑکی تھی جو اپنے شوہر کے ساتھ زندگی کے اچھے دن بیتا رہی تھی۔شوہر بھی غلام تھا اور بیوی بھی غلام تھی۔ وہی لونڈی جس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی تو انہوں نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا۔

آزادی کے بعد نئے چیلنجز تھے کیونکہ غلام اور لونڈی اگر رشتہ نکاح میں بندھے ہوئے ہوں تو آزادی کے بعد ایک کی دوسرے سے نسبت معلق ہو جاتی ہے۔آزاد ہونے والا اگر نکاح کے رشتے میں بندھا رہنا چاہے تو وہ رشتہ برقرار رہتا ہے بصورت دیگر رشتہ برقرار نہیں رہتا۔بریرہ تو آزادی کے نشے میں چور تھی۔

بریرہ کو نئے رنگ ملے تو بریرہ کے رنگ ڈھنگ بدل گئے

مغیث محبت کرنے والا شوہر تھا۔مغیث گلیوں، بازاروں میں روتا پھرتا تھا۔جو اس کو ملتا اسے روکتا اور کہتا کہ ایک بار بریرہ کو منا دو، مجھ سے ایک بار بات تو کر لے۔یوں ہی وہ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول محمد ﷺ کے پاس جا پہنچا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! ﷺ بریرہ سے کہیں کہ ایک بار میری بات سن لے۔رسول اللہ ﷺ نے بریرہ کو بلایا۔

بریرہ ایمان والی تھی

وہ غلام عورت تھی لیکن وہ اپنے رب کو پہچانتی تھی۔وہ جانتی تھی کہ مجھے اپنے ہر عمل کے لیے اپنے رب کو جواب دینا ہے۔وہ اس بات کا یقین رکھتی تھی کہ زندگی صرف یہی زندگی

نہیں ہے اس کے بعد ایک اور زندگی آنے والی ہے اور اس زندگی کو میں نے اس زندگی کے اعمال کے مطابق حاصل کرنا ہے۔

بریرہ جانتی تھی میرے حقوق کیا ہیں

بریرہ جانتی تھی میرے فرائض کیا ہیں

بریرہ کی شخصیت میں ایمان کا رنگ تھا

بریرہ پہلے غلام تھی پھر آزاد ہوگئی

بریرہ غلام ہونے کے باوجود بھی آزاد تھی

بریرہ کی سوچ آزاد تھی

بریرہ نے اپنی سوچ کو، اپنے تخیل کو، اپنے عقیدے کو، اپنی ساری زندگی کو غیر اللہ کے سامنے نہیں بچھایا تھا۔

بریرہ اگرچہ غلام تھی لیکن بریرہ دراصل اللہ تعالیٰ کی غلام تھی

اسے جو آزادی ملی وہ تو جسمانی طور پر کام کرنے اور زندگی گزارنے کا ایک معاہدہ تھا جس سے وہ آزاد ہوئی تھی۔

بریرہ اور مغیث کیسے کردار تھے؟
دونوں کی زندگی کتنی خوب صورت تھی
دونوں کتنی محبت کرتے تھے
لیکن آزادی تو انسانوں کو کسی اور ہی دنیا میں لے جاتی ہے

بریرہ نے آزادی کا ذائقہ چکھ لیا تھا

اب وہ ایک غلام شوہر کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھی
اور رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی مجلس میں بلالیا

بریرہ آئی تو رسول اللہ ﷺ نے کہا، کاش تم مغیث کے پاس لوٹ جاتیں۔ جانتے ہیں روشن دماغ بریرہ نے کیا کہا؟

بریرہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ آپ کا حکم ہے یا سفارش؟

حکم ہے تو مان لوں گی، سفارش ہے تو نہیں مانوں گی۔ حکم اس لیے مانوں گی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، حکم اس لیے مانوں گی کہ میرا اپنے رب سے یہ معاہدہ ہے کہ میں نے اپنی زندگی کو آپ کے طریقوں کے مطابق ڈھالنا ہے لیکن سفارش کے لیے تو میرا اختیار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں صرف سفارش کر رہا ہوں۔ بریرہ نے کہا: پھر مجھے مغیث کے پاس رہنے کی خواہش نہیں ہے۔ (بخاری:5283)(ابن ماجہ:2075)

میں سوچتی ہوں کہ آج کے اس دور میں ایک آزاد عورت شاید ایسا خواب بھی نہیں دیکھ سکتی۔

آج کی عورت نہیں جانتی

اس کے حقوق کیا ہیں؟

اس کے فرائض کیا ہیں؟

اس کو زندگی کیوں ملی؟

اس نے زندگی میں کیا کرنا ہے؟

اس زندگی سے کیا کشید کرنا ہے؟

اس کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟

اس کا کیا رول ہے؟

بریرہ کی آزادی کتنے دریچے کھولتی ہے

ایک غلام عورت کا قلب وذہن کتنا روشن تھا

آخراتنی تعلیم کے بعد

اتنی صدیاں بیتنے کے بعد

محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات پر، آپ ﷺ کی رسالت پر یقین کرنے والے

آج بریرہ جیسے یقین سے، بریرہ جیسی سوچ سے محروم کیوں ہیں؟

آج کی عورت کی سوچ آزاد کیوں نہیں ہے؟

آج کی عورت اپنے حقوق کو کیوں نہیں پہچانتی؟

آج کی عورت کیوں نہیں پہچانتی کہ وہ کس لیے پیدا کی گئی ہے؟

آج کی عورت اپنے فرائض سے آگاہ کیوں نہیں ہے؟

ہمارا اصل مسئلہ یہی ہے کہ ہم نے اپنے بارے میں ہی نہیں جانا

حقوق کے لیے آگاہی ہمیں کہیں اور سے مل رہی ہے

آگاہی کا یہ سفر ہماری امت تو صدیوں سے طے کر رہی ہے پھر آگاہی کیوں نہ ملی؟

آج کتنی بریرائیں ہیں جو آزادی چاہتی ہیں

بریرہ آزاد ہوئی

اس دین کی وجہ سے

جو انسانوں کو غلام بنانا نہیں چاہتا

بریرہ اس رحمت کی وجہ سے آزاد ہوئی

جو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اصولوں کی وجہ سے

جو رسول اللہ ﷺ کے سکھائے ہوئے طریقوں کی وجہ سے

بریرہ کی زندگی میں چھاؤں بن گئی

بریرہ کی زندگی پر وہ بارش بن کر نازل ہوئے

آج ہر مسلمان عورت کو ضرور دیکھنا چاہیے کہ اسے تو بریرہ سے بڑھ کر روشن دماغ ہونا ہے

اپنا ہی ورثہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ کے توسط سے بھیجا ہم کیوں بھول گئے؟

آج ہم کہاں ہیں؟

جہاں ہم سے ہماری بیٹیاں سوال کرتی ہیں کہ اگر ہم آج کے معاشرے میں، آج کی سوسائٹی میں کل سے زیادہ محنت کر رہی ہیں تو ہمیں ہمارا حق کیوں نہیں دیا جاتا؟ ہمیں، ہماری سوچوں کو قید کر کے کیوں رکھا جاتا ہے؟

- بیٹا! آپ قید میں نہیں ہو
- آزادی آپ کا حق ہے
- آپ کو آزادی آپ کے رب نے دی ہے
- آپ ضرور جان لو کہ آزادی آبادی کے لیے ہے، آبادکاری کے لیے ہے
- آزادی اس لیے نہیں کہ
- آپ ایک قید سے نکل کر کسی بڑی قید میں گرفتار ہو جاؤ
- ہمارے پیدا کرنے والے نے ہمیں آزاد پیدا کیا
- ہمیں جینے کا حق دیا، ہمیں تعلیم کا حق دیا، ہمیں ورثے کا حق دیا

میں سوچتی ہوں مجھے یاد آتا ہے کہ جب میں نے لیکچررشپ جوائن کی تو میری ایک ساتھی نے مجھ سے کہا کہ اب آپ کی شناخت نہیں رہے گی۔ آپ کا نام آپ کے شوہر کے نام کے ساتھ آئے گا اور آپ کا نام لوگ بھول جائیں گے شوہر کا نام باقی رہے گا۔ میں نے

کہا میں تو ایسا نہیں کرسکتی۔ میں اپنا تشخص کھونا نہیں چاہتی۔انہوں نے کہا یہ جاب کا تقاضا ہے آپ کو کرنا ہوگا۔

میں پیچھے مڑ کر دیکھوں میرا رب کتنا کریم ہے۔ مجھے میرے نام کا حق دیتا ہے، وہ مجھے میری پہچان دیتا ہے۔

یہ پہچان رشتوں کے توسط سے ملے تو اس کے رنگ اور زیادہ گہرے ہوجاتے ہیں۔

ایسا نہیں ہے کہ میری پیدائش کے موقع پر جو نام رکھا گیا وہ نام میری حیات کے کسی موقع پر کسی کی وجہ سے بدل جائے گا۔

ایک خاتون نے مجھ سے اپنی تکلیف کا اظہار کیا۔انہوں نے کہا کہ جب میں پہلے شوہر کی بیوی کی تھی تو میں مسز فلاں تھی۔ میری ایک پہچان تھی۔ میری بیٹی چودہ برس کی تھی۔ میرے اور میرے شوہر کے درمیان کچھ معاملات ٹھیک نہ رہے۔ پھر ہماری علیحدگی ہوگئی طلاق تک نوبت پہنچی۔ پھر جب میری دوسری شادی ہوئی تو میں پہلی پہچان کھو چکی تھی اور دوسری پہچان کے لیے کوشش کررہی تھی۔تو میرا نام میری زندگی میں تیسری مرتبہ تبدیل ہوا ہے۔ پہلے میرا نام تھا، پھر میرے پہلے شوہر کا نام، پھر دوسرے شوہر کا نام میں کہاں ہوں؟ مجھے لوگ مسز فلاں کے نام سے ہی کیوں پہچاننا چاہتے ہیں۔ مجھے میری پہچان کیوں نہیں دینا چاہتے؟ ہاں نام پہچان کا ذریعہ ہوتا ہے۔ ہمارا رب ہمیں یہ حق دیتا ہے۔

مجھے اس قدر خوب صورت لگتا ہے اسلام کا یہ سلسلہ کہ عورت اپنے رب کے لیے مسجد جانا چاہتی ہے تو اسے پورا حق دیا جاتا ہے۔امہات المومنین نبی ﷺ کے پاس اس وقت مسجد میں تشریف لے آیا کرتی تھیں جب آپ مسجد میں اعتکاف میں ہوتے تھے۔ (بخاری:2039)اسی طرح ایک باندی مسجد نبوی کی صفائی کا کام بھی کیا کرتی تھی۔(ابن ماجہ:1527)

اللہ کے رسول کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خواتین کو منہ

اندھیرے اور رات کی تاریکی میں باہر نکلنے کی اجازت نہ دی جائے۔ نبی ﷺ نے مردوں کو منع فرمایا کہ وہ عورتوں کو مسجدوں میں نماز ادا کرنے سے روکیں، چنانچہ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے نہ روکو۔'' (صحیح بخاری:900)

ہاں رسول اللہ ﷺ ہمارے سب سے بڑے وکیل ہیں

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے دنیا کی سب چیزوں میں عورتیں اور خوشبو پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔'' (نسائی:3391)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی سمجھ نصیب فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اس علم کو حاصل کریں جو ہمارے حقوق اور ہمارے کردار سے متعلق ہو اور ہم وہی رنگ زمانے میں بکھیرنے کے قابل ہو جائیں جس کے بارے میں شاعر نے کہا:

؎ وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

مجھے جینے دو (حصہ اوّل)

رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آتی ہے

ایک عجیب سوال کرتی ہے

اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کیا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے پاک کریں۔آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: واپس لوٹ جا۔ وہ اگلے دن پھر آ گئی اور آپ کے پاس زنا کا اعتراف کیا، کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے زنا کیا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تو واپس چلی جا۔

اگلے دن وہ پھر آ گئی اور آپ کے پاس زنا کا اعتراف کیا اور کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ مجھے پاک کریں، شاید آپ مجھے واپس لوٹانا چاہتے ہیں جس طرح آپ نے ماعز بن مالک کو واپس لوٹایا تھا، اللہ کی قسم! میں زنا کی وجہ سے حاملہ بھی ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو واپس چلی جا، یہاں تک کہ بچے کو جنم دے۔

پس جب اس نے بچہ جنم دیا تو بچہ اٹھائے ہوئے آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے نبی ﷺ! میں نے بچہ جنم دیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تو واپس چلی جا، اسے دودھ پلا، یہاں تک کہ تو اس کا دودھ چھڑا دے۔ جب اس نے دودھ چھڑا لیا تو بچہ کو اٹھا کر لائی، جبکہ اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا اور کہنے لگی: اے اللہ کے نبی! میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے۔آپ ﷺ نے بچے کے متعلق حکم دیا کہ اسے ایک مسلمان آدمی کے سپرد کیا گیا اور

اس عورت کے متعلق حکم دیا کہ اس کے لئے ایک گڑھا کھودا جائے اور سینے تک اس میں گاڑ دی جائے، پھر لوگوں کو حکم دیا کہ اس کو سنگسار کر دو، سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک پتھر لے کر آئے اور اس کے سر پر مارا، جب اس سے ان کے رخسار پر خون کے چھینٹے پڑے تو انہوں نے اسے برا بھلا کہا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ برا بھلا کہہ رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خالد! باز آ جاؤ، اسے گالی نہ دو، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر ناجائز محصول لینے والا بھی (جو لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور مسکینوں کو ستاتا ہے) ایسی توبہ کرے تو اسے بھی بخش دیا جائے گا۔ پھر آپ نے اس کے متعلق حکم دیا پھر اس پر نماز جنازہ پڑھی پھر اسے دفن کر دیا گیا۔'' (مسند احمد: 6717)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اس کی نماز جنازہ پڑھیں حالانکہ اس نے زنا کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ اہل مدینہ کے ستر آدمیوں میں تقسیم کر دی جائے تو انہیں کافی ہوگی، کیا تم اس سے بہتر کوئی بات پاؤ گے کہ اس نے اپنی جان قربان کر دی؟"

(سنن ابوداؤد: 4440)

میں جو بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں اس بچے کے حوالے سے ہے جس کی زندگی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا انتظار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غامدیہ سے رخ پھیر لینا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے یہ کہنا کہ بچے کی پیدائش کے بعد آنا، پھر جب وہ پیدائش کے بعد آئی تو اس سے کہنا کہ دودھ پلاؤ پھر اس کے بعد آنا، یہ سب کیا ہے؟ یہ سب بچے کا حق ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحمت کی وجہ سے دلوایا۔ بچہ ماں کی طرف منسوب ہوتا ہے جب باپ کا پتہ نہ ہو لیکن اس بچے پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ اسے بھی اسی طرح سے جینے کا حق ہے جیسے دوسرے بچوں کو ہے۔ جو قصور ماں باپ نے کیا ہو اس کا الزام بچے پر نہیں لگایا جا

سکتا۔ ایک ایسے بچے کی زندگی کی حفاظت کے لیے رحمت للعالمین نے کیسا عظیم انتظام کیا۔

آج کچرے کے ڈھیروں پر پڑے بچے

زندگی کے لیے فریاد کرتے بچے

اپنی ہی ماؤں کے ہاتھوں زندگی کھو دینے والے بچے

ان بچوں کے لیے پڑے جھولے ہمیں یہ بتاتے ہیں

کہ بچوں کے لیے وہ رحمت، وہ محبت، وہ ہمدردی مفقود ہے

کہاں سے آتے ہیں یہ بچے؟

کوڑے کے ڈھیر پر کیوں چلے جاتے ہیں یہ بچے؟

کون ہے جو ان کو زندگی سے محروم کرنا چاہتا ہے؟

ان بے قصوروں کو جینے کا حق کیوں نہیں دیتے جن کی زندگی امانت تھی؟

کیوں وہی زندگی کے درپے ہو جاتے ہیں جو جیون کا سبب بنتے ہیں؟

عبدالستار ایدھی رحم دل انسان تھے۔ انہوں نے ایسے بچوں کے لیے لوگوں کو توجہ دلائی کہ ان کو جھولے میں ڈال دو۔ ان کو قتل نہ کرو، ان کو مارو نہیں، پال نہیں سکتے، پالنے میں ڈال دو۔ ان کے اعداد و شمار کے حوالے سے اگر ہم دیکھنا چاہیں تو بلقیس ایدھی بتاتی ہیں کہ تقریباً ایک سال میں 365 بچے جھولوں میں ڈالے جاتے ہیں جن میں سے زیادہ تر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ عبدالستار ایدھی صاحب نے بتایا کہ اگر 25 بچے زندہ بچتے ہیں تو اڑھائی سو بچے جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

پیدائش کے موقع پر خوشیاں منائی جاتی ہیں، پھر کیوں خوشی سے محروم ہو جاتے ہیں یہ بچے؟

نہ خاندان قبول کرے

- نہ ماں باپ قبول کریں
- نہ معاشرہ قبول کرے
- کیسی ہے یہ زندگی؟
- کیسے زندگی سے محروم ہو جاتے ہیں یہ بچے؟

پیچھے مڑ کر دیکھیں تو وہ افراد جو کل خود تو ماں کی گود میں پلے تھے، وہ اپنے وقتی لطف کی خاطر اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑتے نظر آتے ہیں۔ آج ماں کی گود سے جھولے میں پہنچنے والے بچے کس حال کو پہنچ جاتے ہیں۔ سدا ہی باپ کے نام سے محروم رہتے ہیں۔

وہ رحمت، وہ شفقت، وہ محبت، وہ خیر خواہی، وہ خدمت کا جذبہ جس کے تحت ان کی پرورش کی جاتی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس کا اجر دینے والا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ماں باپ جن کا دل فطری طور پر بچے کی محبت سے بھرا ہونا چاہیے کیسے خالی ہو جاتے ہیں وہ دل؟ ان میں سنگ دلی، شقاوت کیسے درآتی ہے؟

تاریخ کے اوراق پلٹ کر جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آنے والا ایک ایسا شخص ملتا ہے جو آپ ﷺ سے کہتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ! میں تجارتی سفروں پر جاتا تھا کافی دیر تک مجھے باہر رہنا پڑتا تھا۔ پھر یوں ہوا کہ میری بیوی جب حاملہ ہوئی میرے پیچھے سے بچہ پیدا ہوا اس نے میرے آنے پر بچے کو چھپا لیا پھر تو یہ روٹین ہی بن گئی۔ جب میں گھر ہوتا تو بچی کو ہمسایوں کے گھر پہنچا دیا جاتا اور جب میں گھر سے چلا جاتا تو بچی گھر واپس آجاتی۔ بچی بڑی ہوتی گئی، مجھے بھی ہمسایوں کی بچی سے لگاؤ ہو گیا، اور میری بیوی دھوکہ کھا گئی۔ اس نے مجھے کہا: جس بچی سے تم بہت محبت کرتے ہو وہ تو تمہارے اپنے جگر کا ٹکڑا ہے۔ بس پھر کیا تھا میرے سینے پر سانپ لوٹنے لگے۔ میں نے اس دن سے طے کر لیا کہ میں نے اس بچی سے کیسے نجات پانی ہے۔ ایک روز ایسا ہوا

کہ میں نے اس بچی کو اپنی انگلی کے ساتھ لگایا وہ بھی انگلی پکڑے میرے ساتھ چلتی رہی۔ میں اسے لیے لیے جنگل کے بیچوں بیچ پہنچا۔ میں نے مٹی کھودنی شروع کی تو وہ بھی اپنے ننھے منے ہاتھوں سے مٹی ہٹاتی جاتی تھی۔ جب میں نے گڑھا کھودلیا تو میں نے اپنی بیٹی کو گڑھے کے بیچ میں کھڑا کر دیا پھر میں نے اس پر مٹی ڈالنی شروع کی وہ مجھے ابا ابا پکارتی رہی اور میں مٹی ڈالتا رہا حتی کہ اس کی آواز آنی بند ہوگئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ گئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ بھیگ گیا۔ لوگوں نے کہا کہ اے شخص! تو نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو افسردہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں اسے کہنے دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے کہا: دوبارہ سناؤ۔ اس نے دوبارہ قصہ سنایا آپ پھر آنسو بہانے لگے۔ (سنن دارمی) وہ صرف عرب نہیں تھے، وہ دنیا ہی ایسی تھی کہ جہاں پیدا ہوتے ہی بچیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ کیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ حشر کا ایک منظر ہے جہاں اس باپ سے سوال کیا جائے گا جو اپنے بچے کی زندگی، اس کی پرورش کا ذمہ دار تھا، جس نے ذمہ داری ادا نہیں کی۔

﴿وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ﴿٨﴾ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾

''جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا تمہیں کس جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا؟'' (التکویر)

اس ظالم سے تو بات بھی نہیں کی جائے گی۔ مظلوم سے پوچھا جائے گا کہ یہ بتاؤ وہ کون سا جرم تھا جس کی پاداش میں تم کو قتل کیا گیا؟

آج اگر اپنی سوسائٹی میں اسقاط حمل کی شرح کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حیات ملنے سے پہلے، آنکھ کھولنے سے پہلے ماں کے پیٹ میں کتنے بچوں کو ختم کر دیا جاتا ہے۔

کتنے بچے ہیں

جن کے لیے مائیں راضی ہو جاتی ہیں کہ ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ماں کے پیٹ سے انہیں نکال دیا جائے

کتنے ڈاکٹرز ہیں

جو آج بھی بچوں کو زندہ گاڑ دیتے ہیں۔

ہاں وہ اتنے سفاک نہیں تھے جو بچوں کو مٹی میں دفن کر دیتے تھے

آج کی سفاکی تو دیکھئے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا ہے

کچرے کے ڈھیروں پر انسانی اعضاء کے ٹکڑوں کو بھنبھوڑتے ہوئے کتوں کو دیکھئے

اپنے آپ کو کبھی ایسی جگہ پر تصور کر کے دیکھئے کیسے انسان اتنا سنگ دل ہو گیا؟

کیوں وہ اپنی ہی نسل کے خلاف ہو گیا؟

اگر خود جینے کا حق رکھتا ہے تو پھر یہ حق اپنے بچے کو، اپنی بیٹی کو کیوں نہیں دینا چاہتا؟

ماں تو ممتا کی علامت تھی، وہ تو محبت اور شفقت کی علامت تھی۔

ماں تجھے کیا ہو گیا

تو کیوں اپنے جگر گوشے کے خلاف ہو گئی؟

اپنے بچوں کو، اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھوں قتل کر ڈالا

کل کی ماں کا تو دل و دماغ روشن نہیں تھا۔ آج کی ماں تو سمجھتی ہے کہ علم نے اس کے دل و دماغ کو روشن کر دیا۔

یہ کیسی روشنی ہے جو اپنی اولاد کو جینے کا حق نہیں دیتی؟

اور پھر اس سے پہلے کہ بچہ وجود میں آئے بچے کے ساتھ تعلق کی یہ کیسی نوعیت ہے

کہ بچے کو وجود میں لانے سے روکنے کے لیے کس قدر ادویات استعمال ہوتی ہیں؟

انسانیت کس موڑ پر آن پہنچی ہے

کیوں لوگ

انسان ہی کے دشمن ہو کر رہ گئے

انسانی جان کے دشمن ہو گئے

ہمیں دیکھنا ضرور ہے

زندگی پر تو ہر انسان کا حق ہے

وہ رب کتنا مہربان ہے

برابر کا حق دیتا ہے بیٹی کو بھی اور بیٹے کو بھی

جینے کا حق بھی اور پرورش کا حق بھی

اور اگر کوئی کسی کی جان لیتا ہے تو جان کے بدلے جان کا حق ہے

اگر ایک مرد قتل ہوتا ہے تو اس کی جگہ پر بدلہ لیا جا سکتا ہے تو اسی طرح سے عورت کے قتل ہونے پر بھی برابر کا بدلہ ہے۔

دونوں کی جان کی قیمت ایک جیسی ہے

اگر ہم سب کو جینے کا حق ہے تو

اپنی نسلوں سے محبت کیجئے

بیٹی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے

بیٹی کو اس کا حق دے دیجیے

بلقیس ایدھی کہتی ہیں کہ وہ بچے جو جھولے میں ڈالے جاتے ہیں اور وہ بچے جو جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں ان کی اکثریت لڑکیوں کی ہوتی ہے۔

بیٹی جینے کا حق رکھتی ہے

اس کو پیدا کرنے والے نے یہ حق دیا ہے

اس سے یہ حق واپس نہ لیں

اس کے جیون کے لیے اسباب پیدا کرنے والا وہی ہے جس نے زندگی عطا کی ہے

اسی نے فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ﴾

''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔'' (سورۃ الانعام:151)

دور جاہلیت میں بیٹیاں قتل ہوتی تھیں

آج اپنی بیٹیوں کے ساتھ یہ معاملہ نہ کرو

مجھے یاد آتا ہے وہ واقعہ دریائے نیل کے بارے میں یہ معروف تھا کہ جب اس میں سیلاب آتا تھا تو مقامی لوگ نیل کو اردگرد کی آبادیوں پر چڑھنے سے روکنے کے لیے ایک نو جوان لڑکی اس کی نذر کر دیتے تھے۔ اس کو خوب سجا بنا کر دلہن بنایا جاتا پھر اس کو نیل کے سپرد کر دیا جاتا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب یہ بات پہنچی تو انہوں نے نیل کے نام خط لکھا کہ اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہتا ہے اور یقیناً تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہتا ہے تو اب ایسی کوئی چیز آپ کی نذر نہیں جائے گی اس کے بغیر ہی اپنی چال سیدھی رکھو۔ اس کے بعد نیل کی وہ چڑھائی جو سیلاب کی صورت ہوا کرتی تھی وہ اہل مصر پر نہیں ہوئی۔

میں سوچتی ہوں نیل کے سیلاب کو روکنے کے لیے بیٹی کا ہی سہارا لیا گیا

بیٹی کی زندگی قدر و قیمت والی ہے

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کیسے ان بیٹیوں کا دفاع کیا جن بیٹیوں کو جوانی میں ہی موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا۔

آج بھی انسانیت کو عمر کی تلاش ہے جو بیٹیوں کی زندگی کی حفاظت کرنے والا ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مجھے جینے دو (حصہ دوم)

میں ایک ایسا واقعہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں جو مدینہ کی ریاست میں بڑی حساسیت پیدا کرنے کا سبب بن گیا۔

سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائے تو کیا اسے قتل کر دے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں"۔ سعد نے کہا: کیوں نہیں، اللہ کے رسول! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ عزت دی (میں تو اسے قتل کر دوں گا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سنو! جو تمہارے سردار کہہ رہے ہیں۔" (ابوداؤد:4532)

ایک عجیب فضا تھی جو مدینہ میں اس سوال کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی

اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہلال بن امیہ تشریف لائے۔ یہ صحابی ان تینوں میں سے ایک ہیں، جن کی غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے توبہ قبول ہوئی تھی۔ ہوا یوں کہ یہ رات کے وقت اپنی زمین سے فارغ ہو کر گھر آئے تو بیوی کے پاس ایک اجنبی مرد کو پایا، انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور کانوں سے آوازیں سن لیں، ان کی طبیعت میں اطمینان رہا، ہیجان پیدا نہ ہوا تھا۔ صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں رات کے وقت گھر آیا تو میری بیوی کے پاس ایک غیر مرد موجود تھا، جسے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور میں نے کانوں سے ان کی آواز سنی

ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی بات کو پسند نہ فرمایا تھا اور آپ ﷺ پر یہ واقعہ ناخوشگوار گزرا، انصار جمع ہو کر کہنے لگے کہ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جسے فرضی طور پر پیش کر رہے تھے وہ تو ہماری حقیقی آزمائش بن گیا ہے۔ اب نبی کریم ﷺ سیدنا ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کو کوڑے بھی ماریں گے اور مسلمانوں میں اس کی گواہی کو ناقابل قبول قرار دیں گے۔ جب کہ سیدنا ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے پختہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور میرے لیے نجات کا راستہ نکالے گا۔ ہلال نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں دیکھ رہا ہوں جو کچھ میں نے آپ کے سامنے واقعہ دلخراش پیش کیا ہے یہ آپ کے مزاج پر گراں گزرا ہے، مگر اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں میں نے سچ کہا ہے۔ تاہم نبی کریم ﷺ انہیں حد قذف کے اسی کوڑے لگانے کا حکم دینے ہی والے تھے کہ آپ ﷺ پر نزول وحی کا آغاز ہونے لگا۔ جب وحی کے نزول کا آغاز ہوتا تو لوگ آپ ﷺ کی رنگت کی تبدیلی سے پہچان جاتے تھے۔ آپ پر وحی کے نازل ہونے تک کے وقفہ میں لوگ آپ سے ہٹ کر رہتے تھے تو یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ (٦) وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾

''اور جو اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے سوا کوئی گواہ نہ ہوں ان میں سے ایک شخص کی گواہی چار دفعہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا ہے کہ یقیناً وہ سچے لوگوں میں سے ہے۔ اور پانچویں دفعہ کہنا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے۔''

(النور:7،6)

اس کے بعد آپ ﷺ سے وہ وحی کی کیفیت دور ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے ہلال، آپ کے لیے پیغام مسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے کشادگی اور بچاؤ

کی تدبیر پیدا کر دی ہے۔ سیدنا ہلال ؓ نے کہا: مجھے اپنے رب سے مکمل امید تھی کہ وہ ضرور کوئی نجات کی صورت پیدا فرمائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس عورت کی طرف پیغام بھیجو، اس کی طرف پیغام پہنچایا گیا، پس وہ آئی، آپ ﷺ نے ان دونوں کے سامنے ان آیات کی تلاوت فرمائی اور ان کے سامنے ذکر کیا کہ آخرت کا عذاب، دنیا کے عذاب سے بہت سخت ہے، سیدنا ہلال ؓ نے کہا: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میں نے اس کے بارے میں سچ بات کہی ہے۔ عورت کہنے لگی: اس نے جھوٹ بولا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان میاں بیوی کے مابین لعان کرو، سیدنا ہلال سے کہا گیا کہ گواہی دو، اس نے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نام کی گواہیاں دیں کہ میں سچا ہوں، جب پانچویں مرتبہ گواہی دینے ہی والا تھا تو ہلال سے کہا گیا اللہ سے ڈرو! دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کی بہ نسبت ہلکا ہے اور یہ پانچویں مرتبہ والی گواہی تجھ پر عذاب واجب کرنے کا باعث ہوگی۔ سیدنا ہلال کہنے لگا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے جس طرح مجھے کوڑے نہیں لگنے دیئے، وہ مجھے عذاب اور سزا سے بھی محفوظ فرمائے گا، سیدنا ہلال ؓ نے پانچویں مرتبہ کہا اگر میں جھوٹ بولنے والا ہوں گا تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر اس عورت سے کہا گیا تو بھی اللہ تعالیٰ کی شہادت کی چار گواہیاں ادا کرنے کے بعد کہے کہ یہ ہلال جھوٹ بول رہا ہے، جب یہ عورت پانچویں مرتبہ گواہی دینے لگی تو اس سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جا، دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کی بہ نسبت آسان تر ہے اور اب کی مرتبہ تیری گواہی جھوٹی ہونے کی صورت میں سزا واجب کر دے گی، وہ لمحہ بھر رکی پھر یہ کہتی ہوئی کہ اللہ کی قسم! میں اپنی قوم کو رسوا نہ کروں گی آگے بڑھی اور پانچویں گواہی دی کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر وہ سچ بولتا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان جدائی کروا دی اور فیصلہ فرمایا کہ اسی لعان کے بعد والے بچے کو باپ کے نام سے نہ پکارا جائے اور اس کے بعد نہ تو

اس عورت پر تہمت وطعنہ زنی کی جائے اور نہ ہی اس کے بچے پر تہمت وطعنہ زنی کی جائے، جو اس عورت یا اس کے بچے پر طعنہ زنی کرے گا، اسے تہمت کی حد لگائی جائے گی اور آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اس عورت کے لیے اس کے خاوند کے ذمہ نہ تو رہائش ہے اور نہ ہی خوراک ہے، کیونکہ یہ بغیر طلاق کے جدا ہوئے ہیں اور بغیر فوتیدگی کے علیحدہ ہوئے ہیں اور آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ عورت اس حلیہ کا بچہ جنم دے جو کہ سرخ وسفید رنگ کا ہو، پنڈلیاں اور سرین پر گوشت نہ ہو اور باریک پنڈلیوں والا ہو تو وہ ہلال بن امیہ کا ہو گا، اور اگر گندمی رنگ کا، گھنگھریالے بالوں والا ہو پر جوڑ اور مضبوط اعضاء اور موٹی پنڈلیوں اور موٹی سرین والا ہو تو یہ بچہ اس کا ہو گا جس کے ساتھ اس عورت پر تہمت لگائی گئی ہے۔ جب اس عورت نے بچہ جنم دیا تو وہ گندم گوں، گھنگھریالے بالوں والا اور مضبوط جوڑ اور اعضاء والا تھا، پنڈلیاں اور سرین پر گوشت تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ لعان کی قسموں والا معاملہ درمیان میں حائل نہ ہوتا تو میرے اور اس عورت کے درمیان کوئی اور صورت ہوتی۔ (یعنی میں اس عورت کو ضرور پکڑ لیتا) عکرمہ کہتے ہیں: وہی بچہ بعد میں مصر پر امیر مقرر ہوا تھا، اسے ماں کے نام سے پکارا جاتا تھا، باپ کے نام سے نہیں پکارا جاتا تھا۔'' (مسند احمد: 7197)

میں اس کے توسط سے جو بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ

- اس بچے کو ماں کا نام دیا گیا
- باپ کی جائیداد سے اس کا حصہ ختم ہو گیا
- ماں کی جائیداد کا وارث ٹھہرا

بچے کے بارے میں یہ طے کر دیا گیا کہ اس کے بارے میں کوئی برا خیال بھی دل میں نہیں لائے گا اور نہ بچے کو اس کا احساس دلایا جائے گا۔

وہی بچہ

اس فیصلے کی وجہ سے عزت کی زندگی گزارنے کے قابل ہوا اور پھر وہ امیرِ شہر بنا

میں آج کے دور میں آپ کو لے جانا چاہتی ہوں

جہاں غیرت کے نام پر قتل ہوتے ہیں

جہاں کاروکاری کی قبیح رسم ہے

جہاں قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا جاتا ہے

میں توجہ دلانا چاہتی ہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کس قدر پر حکمت فیصلہ کیا تھا۔

اس بچے کو جو ولدِ زنا تھا عزت کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق دیا۔

ہاں یہ اسلام ہے، سچا دین ہے، دین فطرت ہے جو عزت کے ساتھ جینے کا حق دیتا ہے

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے جو فیصلہ کیا اس کے مطابق گھرانوں کی زندگی پر امن ہوئی

عورت کے بارے میں بھی بات کرنے کا کسی کو حق نہیں دیا گیا

بچے کے نام کے بارے میں

بچے پر الزام لگانے کے بارے میں قدغن عائد کر دی گئی

بچے کو عزت کے ساتھ جینے کا حق ملا

اب معاملہ آخرت کا تھا

چونکہ قسمیں کھائی گئی تھیں اس وجہ سے عورت اور مرد دونوں کے بارے میں زبانیں بند ہو گئیں

یہ ہمارا اسلام ہے

یہ ساری انسانیت کا دین ہے

کیا اس دور کے لوگوں میں غیرت نہیں تھی؟

سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کنواری لڑکیوں سے ہی شادیاں کیں۔ وہ اس بات پر غیرت کھاتے تھے کہ کسی کی بیوی کو اپنے عقد میں نہ لائیں۔ اور اس بات پر بھی غیرت کھاتے تھے کہ جس سے میرا تعلق قائم ہوا ہے کل اس کے ساتھ کوئی اور نکاح نہ کرے۔ اسی وجہ سے وہ طلاق نہیں دیتے تھے۔

غیرت کے باوجود کیسی تعلیم تھی جس نے ایک لفظ نہیں کہنے دیا

ہلال بن امیہ کی وہ رات کیسی تھی جو رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے سے پہلے گزاری تھی

بیوی کو آنکھوں سے دیکھا ہے

کچھ نہیں کر سکتے

بیوی سے کچھ کہہ نہیں سکتے

معاملہ عدالت میں جائے گا

قانون فیصلہ کرے گا

حق کے مطابق فیصلہ ہوگا

ہر کوئی انصاف پائے گا

اور یوں آنے والے بچے کو بھی جینے کا حق مل جائے گا

یہ اصول آج کے دور کے لوگوں کو بھی سیکھنا چاہیے

اور اس کے بارے میں علم حاصل کرنا چاہیے

یہ آسمانی دین ہے

آخری دین ہے

جس کے مطابق محمد رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا ہے

آج اس لڑکی سے جینے کا حق چھین لیا جاتا ہے

جو کسی خاص شخص سے نکاح کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتی

جو اپنی پسند کی وجہ سے گھر سے بھاگنے کے لیے غلط قدم اٹھا بیٹھتی ہے

جو کسی سے نکاح کر بیٹھتی ہے

- کتنا پیارا اصول ہے جو ہمارے دین نے ہمیں دیا ہے

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ﴾

بغیر ولی کے نکاح درست نہیں ہوتا۔ (ترمذی:1101)

جو لڑکیاں گھر سے بھاگ کر عدالت کے زیر نگرانی شادی کر لیتی ہیں تو ان کی وجہ سے گھر والوں کی ایسی غیرت جاگ اٹھتی ہے کہ جو کئی زندگیاں لے جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہی قتل نہیں ہوتے بلکہ سارا خاندان ہی لپیٹ میں آ جاتا ہے۔

پلٹ کر دیکھیے

- اپنے راہنما کو
- اپنے رسول کو
- انہوں نے پوری سوسائٹی کے امن اور چین کے لیے کیسا عظیم فیصلہ کیا

آپ کے رب نے شوہر اور بیوی کے لیے لعان کا قانون دیا ہے

آپ کے رب نے جو فیصلے کیے ہیں ان کے مطابق ایسے افراد کے فیصلے بھی کیے جا

سکتے ہیں

قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے

جینے کا حق

جو رب نے دیا ہے

اس حق کو

ماں باپ بھی

اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتے

جو زندگی کا سبب بنتے ہیں

- ماں باپ کے پاس بھی جان لینے کا حق نہیں ہے
- جینے کا حق جیسے مرد کو ہے ایسے ہی عورت کو بھی ہے

آپ ﷺ نے جینے کا حق دینے کے بعد پرورش کے حقوق کے بارے میں اللہ پاک کی ہدایات لوگوں پر واضح کیں

پیدا ہونے والے بچے کا باپ پر حق ہے کہ اس کو کھلائے پلائے، اس کو کپڑے پہنائے

آپ ﷺ کے فرامین ہمیں بچیوں کی پرورش اور تربیت کے حوالے سے ملتے ہیں

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص لڑکیوں کی پرورش سے دوچار ہو، پھر ان کی پرورش سے آنے والی مصیبتوں پر صبر کرے تو یہ سب لڑکیاں اس کے لیے جہنم سے آڑ بنیں گی"۔ (ترمذی:1913)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے دو لڑکیوں کی کفالت کی تو میں اور وہ جنت میں اس طرح داخل ہوں گے"، اور آپ نے کیفیت

بتانے کے لیے اپنی دونوں انگلیوں (شہادت اور درمیانی) سے اشارہ کیا۔ (ترمذی:1914)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس کے پاس تین لڑکیاں، یا تین بہنیں، یا دو لڑکیاں، یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے حقوق کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو اس کے لیے جنت ہے۔" (ترمذی:1916)

اس میں کوئی شک نہیں اولاد کی پرورش، اولاد کے درمیان فرق نہ کرنا، بیٹے اور بیٹی کے درمیان فرق نہ رکھنا یہ ماں باپ کا فرض ہے اور اولاد کا حق ہے۔

اس حق میں کہیں کمی نہ کیجئے گا

سب کے بارے میں حشر کے میدان میں پوچھ گچھ ہوگی

کسی ایک کے ساتھ کی جانے والی کمی کیسے پوری زندگی کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے

پھر کیسے معاشرے میں ردعمل ابھرتے ہیں اور اس ردعمل کی آگ کی لپیٹ میں پورا معاشرہ آجاتا ہے

بیٹی رحمت ہے

آپ ﷺ جس دور میں تشریف لائے بیٹیاں زندہ دفن ہوتی تھیں

پھر جب آپ ﷺ نے اسی بیٹی کو باعث رحمت قرار دیا تو ذہن بدل گئے

کتنی بڑی تبدیلی اس قوم میں آئی تھی

لوگوں کے دل کی دنیا بدل گئی

لوگوں کے طور اطوار بدل گئے

کیسی تبدیلی تھی جو اس سوسائٹی میں آئی

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاہلیت میں ہم عورتوں کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے۔ جب اسلام آیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کیا (اور ان کے حقوق) مردوں پر بتائے تب ہم نے جانا کہ ان کے بھی ہم پر کچھ حقوق ہیں لیکن اب بھی ہم اپنے معاملات میں ان کا دخیل بننا

پسند نہیں کرتے تھے۔ میرے اور میری بیوی میں کچھ گفتگو ہو گئی اور اس نے تیز و تند جواب مجھے دیا تو میں نے اس سے کہا اچھا اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی۔ اس نے کہا: تم مجھے یہ کہتے ہو اور تمہاری بیٹی نبی کریم ﷺ کو بھی تکلیف پہنچاتی ہے۔ میں (اپنی بیٹی ام المؤمنین) حفصہ کے پاس آیا اور اس سے کہا میں تجھے تنبیہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے۔ نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچانے کے معاملہ میں سب سے پہلے میں ہی حفصہ کے یہاں گیا پھر میں ام سلمہ کے پاس آیا اور ان سے بھی یہی بات کہی لیکن انہوں نے کہا کہ حیرت ہے تم پر عمر! تم ہمارے معاملات میں دخیل ہو گئے ہو۔ صرف رسول اللہ ﷺ اور آپ کی ازواج کے معاملات میں دخل دینا باقی تھا۔ (سو اب وہ بھی شروع کر دیا) انہوں نے میری بات رد کر دی۔ (صحیح بخاری:5843)

یہ ہے ہمارا دین قدر و منزلت، عزت، اچھی تعلیم و تربیت اس مقام تک پہنچاتی ہے
یہ حق ہمارے رب نے ہمارے رسول نے عورت کو دیا ہے

اپنا حق پہچانیے

اور اپنے حق کی حفاظت کیجیے
میں سوسائٹی کے تمام افراد سے کہنا چاہتی ہوں
بیٹیوں کو جینے کا حق دیجیے
پرورش کا پورا پورا حق دیجیے
اور جہنم کی آگ سے بچ جایئے
جنت آپ کی منتظر ہو گی

تعلیم میرا حق ہے

- آج تعلیم کا دور ہے
- تعلیمی آزادی کی ہر طرف گونج سنائی دیتی ہے
- تعلیم کے حق پر بہت بات چیت ہے
- تعلیم کے میدان میں عورت کے حق کے حوالے سے میں ایک واقعہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں

ایک بار ایسا ہوا کہ سیدہ عائشہ نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ ابھی تھوڑی دیر پہلے جب آپ کسی سے ملاقات کے لیے جا رہے تھے تو آپ نے مجھ سے کہا کہ یہ اپنے قبیلے کا سب سے برا آدمی ہے۔ جب آپ اس سے بات چیت کرتے رہے، تو آپ نے اس کے ساتھ نہایت نرمی سے بات کی، (یہ سب کیا ہے)؟ تو آپ ﷺ نے اس پر فرمایا: عائشہ! وہ بدترین آدمی ہے جسے اس کی بدکلامی کے ڈر سے لوگ (اسے) چھوڑ دیں۔ (بخاری:6054)

تبادلہ فکر (Intellectual exchange) اسی سے ممکن ہے جس کا دل و دماغ روشن ہو

- سچی بات یہ ہے
تعلیم ہی کی وجہ سے فکری آزادی ممکن ہے

تعلیم کی وجہ سے مادی ترقی کے راستے کھلتے ہیں
تعلیم ہر انسان کا بنیادی حق ہے
تعلیم ہر عورت کا حق بھی ہے

مرد کے مقابلے میں عورت کو زیادہ تعلیم چاہیے
مرد روزی کمانے کے لیے علم حاصل کرنا چاہتا ہے
عورت کو اس کے مقابلے میں زیادہ بڑا کام کرنا ہے
روزی انسان کے لیے کمائی جاتی ہے
اور انسان کو اچھا انسان بننے کے لیے تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے

میں عجیب سی بات آپ سے شیئر کرنا چاہتی ہوں۔ ایک نجی یونیورسٹی میں مجھے بات چیت کرنے کا موقع ملا۔ سیمینار سے پہلے سٹاف نے اپنی یونیورسٹی کی وکالت میں بہت کچھ کہا کہ ہمارا سٹوڈنٹ جب مارکیٹ میں جاتا ہے تو باقی یونیورسٹیز کے مقابلے میں وہ اتنا ماہر ہوتا ہے کہ میدانِ عمل میں جا کر اسے مشکل نہیں ہوتی۔ بہت دیر تک یہ بات چیت چلتی رہی تو میں نے ان سے پوچھا آپ یہ بتائیے کہ آپ کا سٹوڈنٹ جب مارکیٹ میں جاتا ہے تو وہ بحیثیت انسان کیسا ثابت ہوتا ہے؟

آپ اسے اچھا انسان بنانے کے لیے کیا کرتے ہیں؟
آپ کے نصاب میں کیا گنجائش ہے؟
آپ کی ٹیچرز ٹریننگ میں کیا چیز شامل ہے؟
انہوں نے کہا یہ تو ہمارے مقاصد میں شامل ہی نہیں ہے۔
ہاں یہ سچی بات ہے کہ ہم ایسے دور میں رہتے ہیں
جہاں ہنر سکھائے جاتے ہیں

جہاں روزی کمانے کی مشین ضرور بنایا جاتا ہے

لیکن انسان کو اچھا انسان نہیں بنایا جاتا

انسان کو اچھا انسان بنانے کے لیے

اچھا مسلمان بنانے کے لیے

سب سے پہلا کردار خاندان نے ادا کرنا ہوتا ہے

اور خاندان میں یہ ذمہ داری ماں کی ہے

اگر چہ باپ اس سلسلے میں اس کا معاون اور مددگار ہوتا ہے

لیکن بچے کا زیادہ وقت ماں کے پاس گزرتا ہے

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو

عورت کو تعلیم دینا زیادہ بڑی ذمہ داری بن جاتی ہے

کیونکہ عورت نے مرد کے مقابلے میں

زیادہ بڑا کام یعنی انسان سازی کا کام کرنا ہے

دوسری طرف اگر آپ دیکھیں تو یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مردوں کے مقابلے میں عورت زیادہ بہتر سکول ایجوکیشن دے سکتی ہے۔عورت جب میدان عمل میں نکلتی ہے تو بہت سے ایسے کام بھی کرتی ہے جو کام شاید مرد اس کے مقابلے میں زیادہ بہتر کر سکتے ہوں۔ دیکھیں استثنائی صورت حال تو ہر جگہ ہو سکتی ہے لیکن عمومی طور پر اللہ تعالیٰ نے عورت کے اندر ایسی صلاحیت رکھی ہے کہ وہ انسان سازی کا کام زیادہ عمدہ انداز میں کر سکتی ہے۔

ہم اگر سکول ایجوکیشن کے نقطہ نظر سے دیکھیں تو ہمیں عورت بہتر طور پر یہ کام کرتی دکھائی دیتی ہے۔ خاندان کے بعد دوسرا بڑا ادارہ جو کردار سازی کا کام کرتا ہے وہ تعلیمی ادارہ ہے۔سکول ہو، کالج ہو یا یونیورسٹی ہو اپنے اپنے مقام پر ہر ایک کو یہ کردار تو ادا کرنا

ہے۔اس لیے سکول ایجوکیشن کے لیے بھی عورت کو بہتر تعلیم دینے کی زیادہ ضرورت ہے۔

تیسری طرف اگر ہم دیکھیں تو معاشرے کی روحانی،شعوری،فکری ترقی کے لیے بھی عورت کا کردار اپنی جگہ بہت زیادہ ضروری ہے ۔میں سوچتی ہوں کہ وہ فکری تبادلہ (Intellectual exchange) جو تعلیم کی وجہ سے ممکن ہوسکتا ہے آج ہماری سوسائٹی میں وہ فکری تبادلہ کیوں نہیں ہوتا؟

ذرا لمحے بھر کو غور تو کیجیے ہمارے گھروں میں آپس کی بات چیت کا دائرہ کار کیا ہے؟ مسائل،مشکلات ،کھانے،لباس،گھر کی سجاوٹ،باہر کی زندگی میں زیادہ مال کمانے کی حرص

اچھے انسان کہاں ہیں؟

اب اچھے انسان کیوں نہیں جنم لیتے؟

محمد بن قاسم سترہ سال کا تھا جب وہ سندھ میں آیا۔آج تک یہ پورا علاقہ محمد بن قاسم کو یاد کرتا ہے۔

سترہ سال کی عمر میں آج کے بچے کیا کرتے ہیں؟

ایک لمحے کے لیے جائزہ تو لیجیے

ہمارے دور کے بچے کیا کررہے ہیں؟

بچوں کی کتنی بڑی تعداد ہے جو نشے میں مبتلا ہے

ہمارے وہ سکول جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ زیادہ بہتر تعلیم دے رہے ہیں ان سکولز کے حوالے سے تو دیکھئے کہ صورت حال کیا ہے؟

نہ سکول یہ ذمہ داری لینے کو تیار ہے

نہ ماں باپ اسے اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں

پھر اچھے انسان جو سوسائٹی کو پر امن بنا سکیں کہاں سے آئیں گے؟

رواداری، حسن سلوک، محبت، ہمدردی، ایثار، تعاون یہ ساری خصوصیات رکھنے والے انسان کہاں ہیں؟

ایسے انسانوں کے لیے عورت کو تعلیم دینے کی ضرورت ہے

میں دور نبوی کا ایک اور واقعہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص سے بھی قیامت کے دن حساب لیا گیا پس وہ ہلاک ہوا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے خود نہیں فرمایا ہے:

﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ {7} فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا {8}﴾

"پس جس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو عنقریب اس سے ایک آسان حساب لیا جائے گا۔"

اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو صرف پیشی ہو گی۔ (اللہ رب العزت کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ) قیامت کے دن جس کے بھی حساب میں کھوج کرید کی گئی اس کو عذاب یقینی ہو گا۔ (بخاری:6537)

شوہر اور بیوی کے درمیان یہ تبادلہ فکر (Intellectual exchange) اسی صورت میں ممکن ہے

جب عورت تعلیم یافتہ ہو

جب عورت پہچان رکھتی ہو

جب وہ فکری طور پر آزاد ہو

جب وہ شعوری طور پر روشن دل و دماغ رکھتی ہو

رسول اللہ ﷺ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ہونے والے فکری تبادلے کی ایک اور مثال ہے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے گزارش کی کہ جاہلی دور کا ابن جدعان صلہ رحمی کیا کرتا تھا، مسکینوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔

کیا یہ (سماجی خدمت) اس کے لیے کوئی فائدہ مند ہوگی؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے یہ فائدہ مند نہ ہوگی، کیونکہ اس نے کبھی یہ نہیں کہا تھا کہ اے اللہ! روز جزا کو میری خطائیں معاف کرنا۔ (مسلم:518)

خطا بخشی کی امید نہ ہو تو پتہ چلتا ہے کہ کام کسی اور ہی نیت سے ہوتے ہیں۔ وہ نیت کیا ہے وہ رب ہی بہتر جانتا ہے۔

یہ تو بات تھی اس گھرانے کی جس کو یہ حکم دیا گیا تھا:

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾

’’اور تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت میں سے جو کچھ سنایا جاتا ہے اُسے یاد رکھو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا باریک بیں ہے، بہت خبر رکھنے والا ہے۔‘‘ (سورۃ الاحزاب:34)

خواتین کی تعلیمی تحریک کا سبب بننے والی آیات میں سے ایک یہ آیت بھی ہے۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ خواتین کا اصل کام کیا ہے؟

وہ آسمان سے پھیلنے والی روشنی

آسمان سے اترنے والی وحی کی آیات کو
نہ صرف سنیں گی اور یاد رکھیں گی
بلکہ Intellectual exchange کریں گی

یہی اصل علم ہے

آج کے دور میں جو تعلیم دی جاتی ہے اس میں کتنا کم Intellectual exchange سکھایا جاتا ہے

اس تعلیم میں بوجھ ہے جو لوگوں پر لاد دیا جاتا ہے

اپنے یہاں کی ایجوکیشن دیکھئے

کتنے کم تعلیمی ادارے ہیں

جہاں پر لوگ برابری کی بنیاد پر بات چیت کرنے کے قابل ہوتے ہیں اور لوگ اس میدان میں محنت کر کے آگے چلے جاتے ہیں۔

دور جاہلیت میں تو تعلیمی میدان صرف مردوں کے لیے کھلا تھا عورت تو علم سے بہت دور تھی

اسلام نے مرد اور عورت دونوں کے لیے علم کے دوازے کھول دیے ہیں

سیدنا عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ”جس کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان پر صبر کرے اور محنت و کوشش کر کے ان کو کھلائے پلائے اور انہیں پہنائے، تو وہ اس کے لیے روز قیامت آگ سے آڑ ثابت ہوں گی۔“ (سلسلہ احادیث صحیحہ:294)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس آدمی کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی رہائش کا بندوبست کرے، ان سے رحمدلی سے پیش آئے اور ان کی کفالت کرے تو اس کے لیے یقینا جنت واجب ہو جائے گی۔“ کہا گیا: اے اللہ کے رسول! اگر دو بیٹیاں ہوں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر چہ دو ہوں تب بھی۔“ **بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ اگر آپ سے ایک بیٹی کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ فرما دیتے: اگر چہ ایک ہو تب بھی۔** (سلسلہ احادیث صحیحہ:1568)

وہ بیٹی

جسے زندگی کا حق نہیں تھا

اس بیٹی کو کیسے اسلام نے علم کا حق دلوایا

باپ کی ذمہ داری تو سب کو سمجھ آتی ہے

اسلام تو اس سے بہت آگے جا کر شوہر کو بھی ذمہ دار ٹھہراتا ہے

ہمارے فقہاء یہ کہتے ہیں

جو عورت دین کا علم اور فہم نہیں رکھتی تو اس کے شوہر کی ذمہ داری ہے کہ اس کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرے

اس کے لیے اسے ذاتی طور پر ایک مقام پر سے دوسرے مقام تک پہنچانے کا بھی انتظام کرنا چاہیے

اس کی تعلیم کے اخراجات بھی اٹھانے چاہئیں اور اس سلسلے میں اپنی جانب سے بھرپور تعاون کرنا چاہیے

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیوں؟

ایک مرد اپنے بچوں کی تعلیم کی ذمہ داری تو اٹھائے گا اب بچوں کی ماں کی تعلیم کا بوجھ بھی وہ اٹھائے؟

- یہ اسلام ہے
- جس نے تعلیم کا حق دیا ہے
- یہی تعلیم تو ہے
- جو ایک ماں کی ضرورت ہے

کیونکہ ماں نے اپنے بچوں کو اچھا انسان بنانے کے لیے وقت دینا ہے، ان کی

کردار سازی کرنی ہے

اگر عورت تعلیم یافتہ نہیں ہوگی تو

بچے اچھے انسان بننے سے محروم رہ جائیں گے

اس اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ عورت کو تعلیم دینا مرد کو تعلیم دینے سے زیادہ ضروری ہے

میں یہاں پر ایک اور بات واضح کرنا چاہتی ہوں

ہمارے یہاں تعلیم سے مراد ایسی تعلیم ہے

جس کی وجہ سے کوئی روزی کمانے کے قابل ہو جائے

حالانکہ تعلیم کا اصل مقصد اچھا انسان بنانا ہونا چاہیے

تعلیم کے مقاصد کا جائزہ لینے کی بہت ضرورت ہے

آج سوسائٹی میں تشدد عام ہو گیا

رواداری ختم ہو گئی

لوگ ایک دوسرے کے بارے میں مثبت سوچ نہیں رکھتے

انہیں انسانوں سے زیادہ جانوروں سے محبت ہو گئی

انسانوں کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کا سلسلہ ختم ہو گیا

ایسے میں عورت کو تعلیم دیجئے تا کہ اچھے انسانوں کا معاشرہ وجود میں آ سکے اچھا انسان ہی اس دنیا کی سب سے بڑی ضرورت ہے

نبی ﷺ نے کیسا انقلاب برپا کیا تھا؟

انسان کو پورے کے پورے انسان کو اندر سے بدل ڈالا

انسانوں کی سوچ بدل گئی، نظر کے زاویے بدل گئے

گھر سے لے کر بازار تک ،مسجد سے لے کر عدالت اور حکومتی ایوانوں تک ہر چیز بدل ڈالی

آج ہم اس علمی ورثہ کے حوالے سے دیکھتے ہیں کہ وہ کن کے توسط سے پہنچا تو حدیث کی روایت کرنے والوں کے پہلے درجے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آتی ہیں ۔ صرف اتنا نہیں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں کے شانہ بشانہ کھڑی ہیں بلکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فہم ،ان کی حکمت اتنی زیادہ تھی کہ مرد بھی ان معاملات میں ان سے مشورہ لینے کے لیے آتے تھے جن معاملات میں وہ آپس کے intellectual exchange کے بعد ناکام ہو جاتے تھے۔فقہائے سبعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب کسی مسئلہ کے حل کے دریافت کے لیے کوشش کر بیٹھتے اور کسی نتیجے تک نہیں پہنچتے تھے تو آخر میں وہ مومنوں کی ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلے آتے تھے۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب بھی کوئی حدیث مشکل ہوتی اور ہم نے اس کے بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو ہمیں ان کے پاس اس کے بارے میں کوئی علم ضرور ملا۔(ترمذی:3883)

یہ عورت کا حق ہے جس کی جانب ہماری سوسائٹی میں توجہ نہیں دی جا رہی

ہماری سوسائٹی میں عورت کو معاشی کارکن بنانے کے لیے بھرپور کوشش کی جاری ہے

عورت معاشی کارکن بننے کے لیے پیدا نہیں کی گئی

معاش کا کام تو مرد کرے گا

اور مرد ہی عورت کی کفالت کرے گا

عورت ساتھ دینا چاہے تو کوئی حرج کی بات نہیں

لیکن جب عورت کمائے گی تو اس کا مال، اس کا مال ہے

اس مال پر اس کا حق ہے

اپنا حق پہچاننے کے لیے علم کی ضرورت ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری سوسائٹی کے افراد یہ سمجھ جائیں کہ وہ کون سی تعلیم ہے جو عورت کا حق ہے۔

یہ تعلیم سارے انسانوں کا حق ہے لیکن عورت کا حق فائق ہے کیونکہ وہ انسان ساز ہے

انسانوں کی کردار سازی کے لیے عورت کی ذمہ داری زیادہ بڑی ہے

تعلیم کے حق کو ضرور پہچانیں

یہ اسلام ہے جس نے عورت کو یہ حق دیا

تعلیم کے لیے آسانیاں پیدا کیں

رکاوٹوں کو دور کیا اور تعلیم کی طرف توجہ دلوائی

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ

ہماری سوسائٹی میں بھی

آسمانی تعلیم کے لیے

وحی کی تعلیم کے لیے رکاوٹیں دور کر دی جائیں

اس کے لیے حکومتی سطح پر سہولیات پیدا کی جائیں

اس کے لیے میڈیا کے توسط سے بھی اور نجی سطح پر بھی

لوگ ایک دوسرے کو توجہ دلائیں

رغبت دلائیں

ہاں تعلیم ہی سے روشن مستقبل کی توقع کی جاسکتی ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا فہم دیں۔ (آمین)

میرا نکاح میری اجازت سے

تاریخ کے اوراق پلٹ کر میں آپ کو ایک ایسی مجلس میں لے جانا چاہتی ہوں جہاں ایک لڑکی رسول اللہ ﷺ کے پاس فریادی بن کر آئی ہے اور کہنے لگی : اے اللہ کے رسول ﷺ ! میرے والد نے میرا نکاح میری مرضی کے بغیر کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اختیار دیا (کہ چاہے تو نکاح باقی رکھے اور چاہے تو فسخ کر لے)۔ (ابوداؤد:2096)

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، تو انہوں نے ایک بیٹی چھوڑی، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میری شادی اس لڑکی سے میرے ماموں قدامہ رضی اللہ عنہ نے کرادی جو اس لڑکی کے چچا تھے، اور اس سے مشورہ نہیں لیا، یہ اس وقت کا ذکر ہے جب اس کے والد کا انتقال ہو چکا تھا، اس لڑکی نے یہ نکاح ناپسند کیا، اور اس نے چاہا کہ اس کا نکاح مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے کر دیا جائے، آخر قدامہ رضی اللہ عنہ نے اس کا نکاح مغیرہ ہی سے کر دیا۔ (سنن ابن ماجہ:1878)

چودہ سو برس سے زائد کا عرصہ گزر چکا

آج ہر طرف تعلیم کا دور دورہ ہے

اس کے باوجود نکاح کے معاملے میں لڑکی آزاد نہیں ہے

لڑکی سے پوچھنا باعث شرم اور غیرت کے خلاف سمجھا جاتا ہے

لڑکی کا رائے دینا آوارگی کی علامت سمجھا جاتا ہے

ہم کس دنیا میں رہتے ہیں؟

کیا ہم محمد ﷺ کے پیروکار ہیں؟

جنہوں نے ایک بیٹی کی فریاد سنی تو کہا آزاد کر دیتا ہوں

آپ سے اجازت نہیں لی گئی

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کو باطل قرار دیا ہے

لیکن جیسے ولی کی اجازت ضروری ہے

ایسے ہی ایجاب وقبول بھی نکاح کی شرائط میں سے ہے

لڑکی اور لڑکے کی رضامندی پوچھنا ضروری ہے

اس ضرورت کو ہمارے یہاں محسوس نہیں کیا جاتا۔ ہمارے یہاں ابھی تک یہ صورت حال ہے کہ ماں باپ یہ سمجھتے ہیں کہ بڑے جو فیصلہ کرتے ہیں وہ زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ بڑوں کے تجربات زیادہ ہوتے ہیں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بڑے خیرخواہ زیادہ ہوتے ہیں۔ وہ اپنی اولاد کے لیے بہتری چاہتے ہیں لیکن بڑے لڑکی کے لیے جو کچھ سوچتے ہیں وہ شاید زندگی میں ویسے خواب نہیں دیکھتی۔

جس کی زندگی ہے خواب بھی تو اسی کے ہیں۔

وہ اپنی زندگی کے بارے میں سوچنے کا حق رکھتی ہے

اسے رشتے کے بارے میں

نکاح کے بارے میں

اپنے ساتھی کے بارے میں انتخاب کا حق تو ہے

اسے یہ آزادی چاہیے

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غیر کنواری

عورت اپنے آپ پر اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے، اور کنواری عورت سے نکاح کے سلسلے میں اجازت طلب کی جائے گی''، عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! کنواری بولنے سے شرم کرے گی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی خاموشی اس کی اجازت ہے۔'' (سنن ابن ماجہ: 1870)

آج کا دور ایسا ہے کہ جہاں دوشیزہ ہر معاملے میں رائے دینے کو تیار ہے
تعلیم کی وجہ سے یہ تبدیلی ضرور آئی ہے
لیکن عجیب بات ہے اگر وہ اپنے رشتے کے بارے میں بات کرے یا پسند کا اظہار کرے تو ابھی بھی یہ اچھا نہیں سمجھا جاتا

یہ کیسی آزادی ہے؟

ایک انسان نے اپنی زندگی کے بارے میں فیصلہ کرنا ہے
اس نے پوری زندگی کے لیے جو فیصلہ لینا ہے
اس کے بارے میں آپ اس کی سوچ کو بھی آزاد نہیں کریں گے؟
کیا وہ سوچنے کا حق نہیں رکھتی؟
اسے اس کے رب نے حق دیا ہے
اس کے پیغمبر نے حق دیا ہے
اس کی اجازت ضروری ہے

ہاں اگر کوئی کسی لڑکی کی اجازت کے بغیر جبری نکاح کر دے وہ باپ بھی ہو یا کوئی ولی ہو تو نکاح کو باطل قرار دیا جاتا ہے۔

نبی ﷺ نے خنساء بنت خزام کے نکاح کو اسی وجہ سے باطل کر دیا تھا کہ وہ اپنے رشتے پر راضی نہیں تھیں۔ سیدہ خنساء بنت خذام رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے والد نے جس سے ان کی شادی کی، وہ اس کو ناپسند کرتی تھیں، جب کہ وہ پہلے بیوہ بھی تھیں،

نبی کریم ﷺ نے اس کا نکاح رد کروادیا۔(مسند احمد:6899، بخاری:5138)

اس میں کوئی شک نہیں کہ والدین بچی کی تربیت کرتے ہیں، پرورش کرتے ہیں اور بچی سے محبت کی وجہ سے اس کے لیے اچھا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں دیکھتے کہ لڑکی کے لیے زندگی گزارنے کے لیے جو چیز اہمیت رکھتی ہے، وہ زندگی کو جس انداز میں گزارنا چاہتی ہے اس کو وہ نظر انداز کردیتے ہیں۔

یہ نظر انداز کرنا دراصل اس کو قید کرنا ہے

ہاں اسے آزادی چاہیے

جیون اس کا حق ہے

اگر اسے جینے کی آزادی چاہیے

تو اسے اپنے ساتھی کے انتخاب کی بھی آزادی چاہیے

جیسے لڑکے کو انتخاب کا حق ہے لڑکی کو بھی انتخاب کا حق ہے۔

میں اس موقع پر ضرور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ایک مثال آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔

تجارتی سفر کے دوران تجربے سے نبی ﷺ کے جو اوصاف سامنے آئے میسرہ نے اپنی مالکن سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتائے۔ان خصوصیات کی بنا پر انہوں نے فیصلہ کیا کہ ایسا ہی شخص زندگی گزارنے کے لیے منتخب کرنا چاہیے۔اسی بنیاد پر انہوں نے پیغام نکاح بھی بھیجا۔(السیرہ النبویہ لابن ہشام:245,244/1)

آج کے دور میں دیکھئے ایک تو یہ ڈسکشن ہے کہ

مخلوط تعلیمی نظام کی کیا حیثیت ہے؟

اس سے قطع نظر یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جہاں لڑکیاں مخلوط تعلیمی ادراوں میں پڑھتی

ہیں، جہاں وہ اپنی زندگی کا بہت سارا وقت لڑکوں کے سامنے گزارتی ہیں وہاں ایک بہت بڑی تعداد ہے جن کے دل اور دماغ میں آئیڈیل بن چکا۔اس آئیڈیل کو جب وہ کسی کی شکل میں دیکھتی ہیں کہ یہاں یہ بات پوری ہوسکتی ہے تو گھر والے اسے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ابھی دو دن پہلے میرے پاس ایک بچی آئی۔اس نے کہا کہ میں ایک ایسی فیملی سے تعلق رکھتی ہوں جو شیعہ ہے۔جو شخص مجھے پسند ہے وہ سنی فیملی سے ہے۔میری ماں کہتی ہیں کہ آپ اس شخص سے نکاح نہ کرو۔لڑکی کہتی ہے کہ مجھے جتنے اچھے اوصاف اپنے شوہر میں چاہئیں وہ سب اوصاف اس کے اندر موجود ہیں۔ میں نے اپنے والد سے اسی لیے بات کی کہ یہ شخص اس قابل ہے کہ میری زندگی کا ساتھی بن سکے۔میرے والد نے کہا ٹھیک ہے کہ ہم اس کو دیکھ لیتے ہیں۔جب انہوں نے ملاقات کی تو ملاقات کے بعد کہا کہ میں اس پر بالکل رضا مند ہوں۔ماں شاید محبت کی وجہ سے، تعلق کی وجہ سے اور شاید کچھ تحفظات کی وجہ سے ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تجربات کی وجہ سے بڑے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ آنے والی زندگی میں کیا مشکلات ہوسکتی ہیں۔ بچوں کو شاید اس بارے میں بہت زیادہ آگاہی نہیں ہوتی لیکن بہرحال حق تو اپنی جگہ پر ہے۔

- حق دینا لازم ہے
- اگر حقوق کو غصب کیا جائے تو معاشرتی بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے

کتنی بیٹیاں ہیں جو ماں باپ کا گھر چھوڑ کر چلی جاتی ہیں اپنے لیے کوئی ایسا ٹھکانہ نہیں پاتیں اور بالآخر کتنی بیٹیاں ہیں جو دارالامان تک پہنچ جاتی ہیں۔

- ان کی زندگی کا ڈھنگ ہی بدل جاتا ہے
- وہ ایک پاک زندگی گزارنے کا خواب پورا نہیں کر پاتیں

اس لیے جو اس کا بنیادی حق ہے اس کو دیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سے یہی چاہتے ہیں

نکاح لڑکے اور لڑکی کی زندگی کا بہت اہم موقع ہوتا ہے اس لیے کہ آگے کی زندگی کا جو سفر طے کرنا ہے اس کے لیے دونوں میں ہم آہنگی ضروری ہوتی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک انصاری شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میں نے ایک عورت سے شادی کر لی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو نے اسے دیکھ لیا ہے؟''

(دیکھ لیے ہوتے تو اچھا ہوتا) کیونکہ انصار کی عورتوں کی آنکھوں میں کچھ خرابی ہوتی ہے (بعد میں اس کی وجہ سے کوئی بدمزگی نہ پیدا ہو)۔ (سنن نسائی:3248)

ہمارے یہاں اسے غیرت کا مسئلہ بنا لیا جاتا ہے

ماں باپ یا بڑے فیصلہ کرتے ہیں

اور جن کی زندگی کا معاملہ ہے

ان کو اس فیصلے سے بالکل الگ کر دیا جاتا ہے

پھر بعد میں ان کے درمیان ہم آہنگی نہیں ہو پاتی جس کی وجہ سے وہ ساری زندگی تکلیف میں مبتلا رہتے ہیں۔ اسلام نے اسی حوالے سے توجہ دلائی ہے کہ آپس کی ہم آہنگی کے لیے ایک دوسرے کو دیکھ لیں۔

اس کے لیے مناسب صورت یہی ہے کہ رشتہ طے کرنے سے قبل لڑکا اور لڑکی باقاعدہ طور پر اپنے رشتے داروں کی موجودگی میں ایک دوسرے کو دیکھ لیں اور کچھ بات چیت کر لیں تاکہ ان کے درمیان کوئی ہم آہنگی کی صورت نکلتی ہو تو وہ بھی اس کے بارے میں بہتر فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں آجائیں۔

اسلام نے جو اصول دیا وہ سب کے لیے خوشیوں کا باعث بن سکتا ہے اور آنے والی زندگی کے لیے بہتری کا سبب بن سکتا ہے۔

نکاح کے حوالے سے کچھ اور باتیں بھی میں سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔

وہ لڑکی جو تعلیم حاصل کرتی ہے جب وہ بڑی ہو جاتی ہے تو اپنا حق پہچاننے لگتی ہے

خاص طور پر جو لڑکی نبی ﷺ کی تعلیمات کو پڑھتی ہے

اسے پتہ چلتا ہے کہ میرا نکاح میری مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتا

لیکن ہماری سوسائٹی کی خواتین کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو اپنے حق کو نہیں پہچانتی

اس کے لیے با قاعدہ تعلیم کی بھی ضرورت ہے

میڈیا کو بھی اس معاملے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے

خاندانوں میں بھی اس کو رواج دینا چاہیے

اسلامی تعلیمی اداروں کی بھی ذمہ داری بنتی ہے وہ لوگوں کو اس کا علم دیں

اس کے لیے با قاعدہ طور پر اہتمام کرنے کی کوشش کریں

لڑکی اور لڑکے کا نکاح ان کی مرضی سے ہونا چاہیے

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کم سنی میں جب نکاح ہو جائے تو اسلام اس کا کیا حل دیتا ہے؟

اس کا بڑا سادہ حل ہے کہ جب لڑکی بالغ ہو جائے تو اس کی مرضی پوچھی جائے گی اگر وہ اس نکاح میں رہنا چاہے تو ٹھیک ورنہ اس نکاح کو ختم کر دیا جائے گا۔

- اسلام نے لڑکی پر کسی کی رائے کو مسلط ہونے سے بچایا ہے
- یہ آزادی، یہ حق اسلام نے دیا ہے

الحمد للہ رب العالمین

ہمارے یہاں لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر کم سنی میں نکاح کر دیا جائے تو بچی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کر پاتی۔ اس وقت اگر آپ دیکھیں تو میں سمجھتی ہوں کہ اس معاملے کی حقیقت سب باشعور لوگ اچھے طریقے سے جان سکتے ہیں۔ حالات و واقعات سب کے سامنے کھلے ہیں۔ جب آپ کم سنی میں بچوں کو ایسے سکولز اور ایسے کالجز میں بھیجتے ہیں جہاں لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے رہتے ہیں تو اس کی وجہ سے جو صورت حال پیدا ہوگئی اس بارے میں بھی ضرور غور کرنا چاہئے۔

اگر لڑکی کو اس کا حق دینا چاہتے ہیں تو اس کے اس حق پر پابندی کیوں عائد کرتے ہیں کہ 18 سال سے قبل وہ نکاح نہیں کرسکتی؟

جب لڑکی کے اندر ایسے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ وقت سے پہلے نکاح کرنا چاہے یا اس کے ولی یہ دیکھیں کہ اب اس کا نکاح کر دینے میں زیادہ عافیت ہے تو لڑکی کی اجازت کے ساتھ اس کا نکاح کیا جاسکتا ہے۔ اس میں حرج کی بات نہیں ہے۔

اس بات پر ضرور ارباب دانش کو غور و فکر کرنا چاہیے کہ ہماری آج کی دنیا میں لڑکی کی آزادی کو سلب کیا گیا۔

آخر اسے کیوں قید کیا گیا کہ جب تک تم 18 برس کی نہیں ہو جاتی اس وقت تک اپنا یہ حق نہیں لی سکتی؟

نکاح لڑکی کا حق ہے

اس کے لیے ناروا قانون نہیں بننے چاہئیں

ہاں اگر لڑکی یہ سمجھتی ہے کہ ابھی اسے اور زیادہ وقت چاہئے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے

جبر تو ہر دو صورت میں نہیں ہونا چاہیے۔ اگر والدین جبر نہ کریں گے تو اس میں خیر ہے۔ دوسری طرف حکومتی اور قانونی جبر بھی نہیں ہونا چاہیے۔

اسی طرح سے آپ دیکھئے کہ جس وقت لڑکے اور لڑکی کے درمیان ہم آہنگی ہو جاتی ہے اور خاندان کے لوگ اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور اسے غیرت کا مسئلہ بناتے ہیں تو ماں باپ کے لیے ایسا تکلیف دہ دور شروع ہو جاتا ہے جس کا کوئی اختتام نہیں۔ انا پرستی کے چکر میں پورا خاندان مشقت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

کیا آپ اس انا پرستی کو اسلام قرار دیں گے؟

اس معاملے میں جو جبر ایک لڑکی پر کیا جائے گا کیا واقعی آپ کے رب نے آپ کو اس کا حکم دے رکھا ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ والدین اور بڑے خیر خواہی کرتے ہیں لیکن جو معیار ایک لڑکی کے ذہن میں بن چکا بعض اوقات بڑے اس معیار کو سمجھنے کی بجائے اپنے مفادات کو سامنے رکھتے ہیں اور ان مفادات پر کسی بھی قیمت پر سمجھوتہ نہیں کرنا چاہتے۔

میں سمجھتی ہوں کہ اس بارے میں آگہی دینے کی ضرورت ہے اور سوسائٹی کے بڑوں سے بھی بات چیت کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کے اسوہ حسنہ کو سامنے رکھیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے یہ حق دیا ہے کہ جب ولی نکاح کرنے کے لیے تیار نہ ہو تو جس کا کوئی ولی نہیں سلطان اس کا ولی ہوتا ہے یعنی ریاست پھر اس ذمہ داری کو ادا کرے گی۔

(ابوداؤد:2083)

کتنی ہی لڑکیاں ہیں جو تعلیم حاصل کرتی ہیں اور پھر سنہری پنجرے میں گرفتار ہو جاتی ہیں۔ آپ ذرا ان ریسرچز کو دیکھیں جو ایسی خواتین کے بارے میں کی گئیں جو جاب کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہمیں سونے کے انڈے دینے والی مرغی سمجھ لیا گیا اور اب ہمارا کوئی نکاح نہیں کرنا چاہتا۔ ایک طرف تو یہ انتہا ہے کہ لڑکی کی اجازت نہیں لی جاتی اور دوسری

طرف یہ صورت حال ہے کہ کوئی بھی رشتہ آئے تو اس رشتے کے بارے میں لڑکی کے سامنے کوئی نہ کوئی ایسی رائے رکھی جاتی ہے کہ جس کی وجہ سے رشتہ مسترد کر دیا جاتا ہے۔ پھر لڑکی ساری زندگی اسی آس میں گزار دیتی ہے کہ میرا ابھی گھر بسے گا۔

کوئی ایک رخ نہیں ہے جہاں سے عورت قید ہے

جب آپ اسے معاشی طور پر آزاد کرنے کے لیے تعلیم دیتے ہیں

اس سے جاب کرواتے ہیں

اس جاب کی وجہ سے والدین پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

اس جاب کی وجہ سے اگر شادی شدہ ہو جائے تو شوہر پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

ان چیزوں کو بھی ضرور سامنے رکھنا چاہیے۔

نکاح خوشی کے لیے ہے

خوشیاں ہم آہنگی سے ہیں

خوشیوں بھری زندگی کے لیے

ایک دوسرے کی رائے اور پسند کا احترام کرنا چاہیے

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

بحث ومباحثہ اور رائے دینا میرا حق ہے

تاریخ کے اوراق پلٹ کر جب ہم مدینہ کی ریاست میں پہنچتے ہیں تو خلیفۃ المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بہت سے لوگوں کی بھیڑ میں مسجد سے نکل رہے ہیں۔ جارود بن معلیٰ ان کے ساتھ ہیں۔ راستے میں ایک عورت انہیں ملتی ہے جو ان سے بات کرنا چاہتی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دیر تک اس عورت کے ساتھ بات کرتے رہے۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا پھر فرمانے لگیں: اے عمر! میں نے تجھے عکاظ میلے میں دیکھا، اس وقت تیرا نام عمیر تھا، تم اپنی لاٹھی سے بکریاں چرایا کرتے تھے، پھر کچھ عرصہ بیت جانے کے بعد تیرا نام عمر رکھ دیا گیا۔ پھر تم امیر المومنین بن گئے۔ رعایہ کے معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور خوب اچھی طرح سے جان لو کہ جو اللہ تعالیٰ کی وعید سے ڈر گیا اللہ تعالیٰ اس کے بعید کو قریب کر دیتا ہے۔ جو موت سے ڈر گیا وہ وقت ضائع کرنے سے اندیشہ محسوس کرتا ہے۔ جس نے حساب کتاب کا یقین رکھ لیا وہ عذاب سے ڈرتا رہتا ہے۔ وہ دیر تک نصیحت کرتی رہیں تو جارود بن معلیٰ نے کہا: اے خاتون! تم امیر لمومنین کے حق میں بڑی زیادتی کر رہی ہو۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اس خاتون کو نہیں جانتے ہو، یہ جلیل القدر خاتون وہ عظیم ہستی ہے کہ جس کی باتوں کو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں پر سنا، عمر کی کیا مجال ہے کہ اس کی باتوں کو نہ سنے۔ اللہ کی قسم! یہ جب تک باتیں کرتی رہے گی عمر کھڑا سنتا رہے گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی ساری باتیں سنیں اور جو انہوں نے مطالبہ

کیا اسے پورا کیا۔ تسلی سے نصیحت آموز باتیں کرنے کے بعد وہ خاتون وہاں سے واپس ہوئیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اگر یہ ساری رات بھی یہاں کھڑی مجھ سے نصیحت آموز باتیں کرتی رہیں تو میں یہاں کھڑا ان کی باتیں سنتا رہوں گا۔ اگر اس حالت میں نماز فجر کا وقت ہو گیا تو نماز ادا کرنے کے لیے جاؤں گا اور پھر واپس آ کر ان کی باتیں سنوں گا۔ (استعیاب لابن عبدالبر: 2/91، اسد الغابہ: 3/343) یہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

اس واقعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس سوسائٹی میں ایک خاتون کو کتنا احترام اور کتنی عزت دی جاتی تھی اور پھر خاتون بھی ایسی جو مالدار نہیں ہے۔ ان خاتون کی فضیلت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ اپنے شوہر کے بارے میں ایک پریشانی لے کر آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کان لگا کر ان کی گفتگو سنتے رہے اور پھر ان ہی کے حق میں اٹھائیسویں پارے کے آغاز کی آیات نازل ہوئیں: ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کی بات سُن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں آپ سے جھگڑا کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہی تھی۔'' (سورۃ المجادلہ: 1) اسی واقعہ کو بنیاد بنا کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جارود کو جواب دیا کہ یہ مجھے جب تک کھڑا رکھیں گی میں ان کے حق میں کھڑا رہا ہوں گا۔ ہاں وہ لوگ ایسے تھے جو عورت کے حق کو پہچانتے تھے اور اسے جائز مقام دیتے تھے۔

میں اس عدالت کی بات بھی کرنا چاہتی ہوں جس عدالت میں ایک مقدمے کے لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ تشریف لائی ہیں۔ قاضی نے انہیں کہا کہ آپ آ کر اپنی گواہی دیں۔ وہ جب گواہی دے چکیں تو قاضی نے کہا کہ اب دوسری عورت آئے گی۔ اس پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے کہا: قاضی صاحب ٹھہریئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ اگر ایک بھولے تو دوسری یاد دلا دے۔ میں بھولوں گی تو دوسری مجھے یاد دلائے گی۔ یعنی استثنائی صورت حال تو کہیں بھی ہو سکتی ہے۔

ہم جب اس دور کی خواتین کو دیکھتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ **وہ کتنی آزادی کے ساتھ اپنے رائے دیتی تھیں**۔ تاریخ دمشق اور امام بیہقی کی شعب الایمان میں ایک واقعہ کا تذکرہ ہے ۔ سیدہ اسماء بنت یزید رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آتی ہیں اور آپ ﷺ سے کہتی ہیں :اے اللہ کے رسول ﷺ ! یہ مرد تو ہم سے بازی لے گئے۔ یہ باجماعت نمازیں ادا کرتے ہیں، یہ صدقہ وخیرات کرتے ہیں، یہ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے جاتے ہیں۔آپ یہ بتائیے کہ عورتوں کے لیے کیا ہے؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: جو عورت اپنے شوہر کا خیال رکھتی ہے، گھریلو ذمہ داریوں میں اپنے شوہر کی مرضی کو پیش نظر رکھتی ہے وہ عورت مردوں کے ثواب کو پالے گی۔ یعنی جیسے مرد اپنے کام کر کے اجر وثواب حاصل کرتے ہیں اسی طرح عورت بھی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر کے مردوں کے برابر اجر وثواب حاصل کرسکتی ہے۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خاص طور پر توجہ دلائی۔آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا:''کیا تم نے اس خاتون کی بات سنی؟ اس نے دینی لحاظ سے کتنا عمدہ سوال کیا ہے، کیا تم نے کسی کو اس انداز سے سوال کرتے ہوئے سنا؟'' تو صحابہ کرام نے فرمایا:''اے اللہ کے رسول! ہم نے اس سے پہلے کسی کو اس انداز میں سوال کرتے نہیں سنا۔'' ہاں وہ دور ایسا تھا جب عورت کی قدر کی جاتی تھی، اس کو دانش مند تسلیم کیا جاتا تھا اور اس کی رائے کا خیال رکھا جاتا تھا۔

میں ایک ایسا واقعہ بھی آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں جو تاریخ اسلامی کا بڑا نادر اور عجیب واقعہ ہے۔ یہ صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے۔ حدیث کے راوی کہتے ہیں کہ جب صلح نامہ کی تحریر سے فراغت ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:''اٹھو! قربانی کرڈالو اور سر منڈوا ڈالو۔'' راوی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم کوئی شخص بھی ان میں سے نہ اٹھا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہی فرمایا۔ پھر جب ان میں سے کوئی نہ اٹھا تو

آپ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے (یہ سب واقعہ) بیان کیا، جو لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آیا تھا۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا نبی اللہ! کیا آپ یہ بات چاہتے ہیں؟ آپ باہر تشریف لے جایئے اور ان میں سے کسی کے ساتھ کلام نہ کیجیے، یہاں تک کہ آپ اپنے قربانی کے جانوروں کو ذبح کر دیجیے اور اپنا سر مونڈ ھنے والے کو بلایئے تا کہ وہ آپ کا سر مونڈ ھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور ان میں سے کسی سے کچھ گفتگو نہیں کی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سب کچھ) کر لیا۔ اپنے قربانی کے جانور ذبح کر لیے اور اپنے سر مونڈ ھنے والے کو بلایا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مونڈ ھ دیا، پس صحابہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا تو اٹھے اور انھوں نے بھی قربانی کی اور ان میں سے ایک دوسرے کا سر مونڈ نے لگا۔'' (بخاری:2732)

میں یہ بات ضرور آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں کہ آج کے دور میں اور اس دور میں بڑا فرق تھا۔ وہ ایسا دور تھا جس میں عورت کو زندگی کا حق نہیں تھا، تعلیم کا حق نہیں تھا۔ اس کی ذات کی کیا حیثیت تھی؟ اس سے جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ سوتیلا بیٹا بھی اگر اپنی سوتیلی ماں پر چادر ڈال دیتا تو باپ کی بیوہ اس کے نکاح میں آجاتی تھی۔ جہاں عورت کی کوئی ہستی ہی نہیں تھی وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو یہ مقام دیا کہ اس کی رائے کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہنے کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور قربان کیا، سر منڈوایا، احرام کھول دیا پیچھے پیچھے سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے ویسے ہی کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اس قدر حق دیا۔ ہاں اسلام نے ہی عورت کو آزاد کیا۔ ہمارے یہاں سب سے بڑی مسئلہ یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو ملا لیا جاتا ہے۔ یہ مفروضہ ہے کہ آج کے مسلمان اسلام پر چل رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم سب کو اپنے سچے دین کی طرف توجہ کرنے اور اس کا علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

میں بحث ومباحثہ کی کچھ اور مثالیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے زیر تربیت رہیں۔ وہ ذہین خاتون تھیں، بہت زیادہ جری بھی تھیں اور پراعتماد بھی تھیں۔ وہ سوال کرتے ہوئے کسی جھجک کو خاطر میں نہیں لاتی تھیں۔ ان کے سامنے جب کبھی کوئی بات ہوتی تھی تو وہ تحقیق کیے بغیر بات کو قبول نہیں کرتی تھیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یہ جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ﴾ ''جس دن بدل جائے گی زمین اس زمین کے سوا اور آسمان بھی بدل دیے جائیں گے'' (ابراہیم: 48) اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پل صراط پر ہوں گے۔'' (مسلم:7056) یہ امت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم کی وجہ سے دینی معاملات کو سمجھنے کے قابل ہوئی ہے کیونکہ وہ سوال کرتی تھیں، ڈسکشن کرتی تھیں اور اس کے نتیجے میں الجھنیں دور ہوتی تھیں۔

اسی طرح ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اسماء نے پوچھا رسول اللہ ﷺ سے، حیض کا غسل کیسے کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پہلے پانی بیری کے پتوں کے ساتھ لے اور اس سے اچھی طرح پاکی کرے (یعنی حیض کا خون جو لگا ہوا ہو دھوئے اور صاف کرے) پھر سر پر پانی ڈالے اور خوب زور سے ملے یہاں تک کہ پانی مانگوں (بالوں کی جڑوں) میں پہنچ جائے۔ پھر اپنے اوپر پانی ڈالے (یعنی سارے بدن پر) پھر ایک پھاہا (روئی یا کپڑے کا) مشک لگا ہوا لے کر اس سے پاکی کرے۔'' اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: کیسے پاکی کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سبحان اللہ پاکی کرے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے چپکے سے کہہ دیا کہ خون کے مقام پر لگا دے پھر اس نے جنابت کے غسل کو پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پانی لے کر اچھی طرح طہارت کرے۔ پھر سر پر پانی ڈالے اور ملے یہاں تک کہ پانی سب مانگوں میں پہنچ جائے، پھر اپنے سارے بدن پر پانی ڈالے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: انصار کی عورتیں بھی کیا عمدہ عورتیں تھیں۔ وہ دین کی بات پوچھنے میں شرم نہیں کرتی تھیں۔ (صحیح مسلم:750)

اس حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ زندگی کا کوئی معاملہ ایسا نہیں تھا جس کے بارے میں اس دور کی خواتین سوال نہ کرتی ہوں کیونکہ وہ عمل کرنا چاہتی تھیں۔ وہ اسلامی طرز زندگی کو اپنائے ہوئے تھیں۔ وہ زندگی میں اسلام کو برتنا چاہتی تھیں۔ وہ کوئی عمل ایسا نہیں کرنا چاہتی تھیں کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں پکڑ ہو اس وجہ سے ہر ایک چیز کو وضاحت سے سمجھتی تھیں۔ اسی طرح سے صحابیات کو ہم دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سوال براہ راست نہیں ہو سکتے تھے ان کے بارے میں پوچھنے کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج مطہرات کے پاس پہنچتی تھیں تا کہ دین کے معاملے میں پوری وضاحت ہو جائے۔ ڈسکشن کا فورم عورت کے لیے کھلا رکھا گیا۔ وہ بحث و مباحثہ کا حق رکھتی ہے۔ یہ بات اپنی جگہ پر ہے کہ جس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بارے میں ایک خاص پس منظر میں فرمایا کہ وہ عقل اور دین کا نقص رکھتی ہے تو ہمارے یہاں علم والوں نے اس کو بنیاد بنا کر اس کو خواتین کے سارے طبقے پر Impose کر دیا حالانکہ استثنائی مثالیں تو ہمیشہ ہوتی ہیں۔ یہ بات اپنی جگہ پر ہے کہ مرد کی ذہانت اور عورت کی ذہانت میں فرق ہے۔ عورت جزویات میں جا کر پوری تفصیل کے ساتھ کسی معاملے کا جائزہ لیتی ہے اور مرد کلی طور پر اس کا جائزہ لیتا ہے۔ اسی وجہ سے مرد بڑے معاملات کی بات کرتا ہے اور عورت چونکہ بچوں کی پیدائش، ان کی پرورش، ان کی تربیت اور ایسے ہی دیگر معاملات میں مصروف ہوتی ہے جہاں جزویات تک دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اس وجہ سے اس کی سوچ کا انداز مختلف ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ عورت اور مرد کے حوالے سے اسلام کا موقف یہ ہے کہ دونوں پیدائش کے اعتبار سے بھی برابر ہیں، نیک اعمال اور ان کے اجر کے

اعتبار سے بھی برابر ہیں، دونوں کو مال رکھنے کا بھی، جائیداد رکھنے کا بھی، کمانے کا بھی پورا حق ہے، انسان ہونے کے ناطے جو کام مرد کر سکتا ہے وہ کام اچھے طریقے سے عورت بھی کر سکتی ہے۔ دونوں میں صرف تھوڑا سا فرق ہے۔ دونوں کی قوت میں فرق ہے، سوچ کے انداز میں فرق ہے، فطری صلاحیت میں فرق ہے اسی کے مطابق رب العزت نے دونوں کے کاموں کی تقسیم کی ہے۔ اس کو تسلیم کرنا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت دی ہے، وہ اپنی ذہانت کا بہتر استعمال کر سکتی ہے اور کرتی بھی ہے۔ اسے اس سے بھی آگے بڑھ کر ذہانت کا استعمال کرنا چاہیے۔ عورت اور مرد دونوں ہی ساتھی بنیں تو زندگی خوب صورت ہو جاتی ہے۔ جب عورت اور مرد کے مابین گفتگو کا سلسلہ محض حیاتیاتی سطح پر رہے مثلاً خوراک، لباس اور ایسے ہی دوسرے معاملات موضوع گفتگو بنے رہیں تو ظاہر ہے کہ وہاں پر عورت کی ذہانت اور جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیت پورے طریقے سے کام میں نہیں آتی۔ خاندانی زندگی کے معاملات کو سلجھانے کے لیے عورت جو کردار ادا کرتی ہے اکثر اوقات مرد وہ کردار ادا نہیں کر پاتا اس لیے دونوں کو مل کر معاملات طے کرنے چاہئیں۔ بحث ومباحثہ کا حق، رائے کا حق رب نے دیا ہے۔ اس حق کو ہمیں لینے کی ضروت نہیں ہے، اس کے لیے احتجاج کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ حق تو ہمیں پہلے ہی مل چکا۔ ہمیں تو پہلے ہی زنجیروں سے آزادی ملی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں فہم نصیب فرمائے۔ (آمین)

کمانا میرا حق ہے

کمانا اگرچہ ذمہ داری کا کام ہے لیکن آج کے دور میں کمانے کے بارے میں لوگ اس لیے concious ہیں کہ جو کماتا ہے وہ اپنی ذات کے بارے میں زیادہ اختیار رکھتا ہے اور جو چاہے کرسکتا ہے یعنی کمانا گویا آزادی کے لیے لائسنس دیتا ہے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ کہتے تھے کہ میری خالہ کو طلاق ہوئی۔ اور انہوں نے چاہا کہ اپنے باغ کی کھجوریں توڑلیں سو ایک شخص نے ان کو جھڑکا ان کے باہر نکلنے پر۔ اور وہ نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ نے فرمایا: "کیوں نہیں تم جاؤ اور اپنے باغ کی کھجوریں توڑ لو اس لیے کہ شاید تم اس میں سے صدقہ دو (تو اوروں کا بھلا ہو) یا اور کوئی نیکی کرو۔" (کہ تمہارا بھلا ہو)۔ (صحیح مسلم:3721)

یہ ہمارا دین ہے۔ اس دین میں وہ پابندیاں نہیں ہیں جو آج سمجھی جاتی ہیں۔ جب کسی عورت کے لیے ایسی مشقت کی صورت حال ہے کہ اس کو گھر سے باہر نکلے بغیر کوئی support کرنے والا نہیں ہے۔ تو ظاہر ہے کہ عدت میں وہ گھر سے باہر نکل سکتی ہے لیکن یہاں جس حوالے سے میں اس واقعہ کو آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ آپ ﷺ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خالہ کو کام کرنے کی آزادی دی، کمانے کی آزادی دی۔ درختوں سے پھل اتروانا کوئی آسان کام نہیں ہے پھر ان کو sale کرنا ظاہر ہے ہمارے یہاں normally یہ کام مردوں کے سمجھے جاتے ہیں لیکن اگر کوئی خاتون کرنا چاہے تو اس راستے

میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

سیدہ امِ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! اگر میں ابوسلمہ (اپنے پہلے خاوند) کی اولاد پر خرچ کروں تو کیا اس میں میرے لیے کوئی اجر ہے کہ وہ تو میری اپنی اولاد ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا: ''ان پر خرچ کرو، تم جو کچھ ان پر خرچ کروگی اس میں تمہارے لیے اجر ہے۔'' (صحیح بخاری: 1467)

وہ دباغت کا کام کرتی تھیں یعنی چمڑا رنگنے کا۔ تو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی خاتون بھی اپنے لیے کمائی کا ایک ذریعہ بنائے ہوئے تھی اس لیے کہ ان کے 8 بچے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا لیکن ابوسلمہ کے جانے کے بعد وہ ان بچوں کو پالنے کے لیے کام کرنا چاہتی تھیں تو کمائی کرنے کا انہیں حق تھا۔ یہ ذمہ داری ان کے سر پر تھی انہوں نے اس ذمہ داری کو خوب نبھایا۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا، تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا میری زکاۃ ادا ہو جائے گی اگر میں اپنے شوہر پہ جو محتاج ہیں، اور اپنے بھتیجوں پہ جو یتیم ہیں صدقہ کروں، اور میں ہر حال میں ان پر ایسے اور ایسے خرچ کرتی ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ دست کاری کرتی تھیں (اور پیسے کماتی تھیں)۔ (ابن ماجہ: 1835)

کیونکہ ان کے شوہر کے پاس اتنا مال نہیں تھا اور وہ خاتون اتنی باشعور تو تھیں جانتی تھیں کہ یہ میرا مال ہے۔ ہمارے یہاں کی عورت کی طرح نہیں تھی کہ وہ جاب کرے، بزنس کرے تب بھی اس کا مال اس کا نہیں سمجھا جاتا۔ شوہر اس پر حق سمجھتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اور جو خاتون ان کے

ساتھ آئیں تھیں۔ دونوں ہی کا نام زینب تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ اگر آپ لوگ اپنے شوہروں پر خرچ کروں گی تو دوہرا اجر ملے گا۔ ایک تو صدقہ کرنے کا اجر اور دوسرے قرابت داری کا اجر (یعنی رشتے داری بھی تو ہے) رشتے دار پر خرچ کرنا دوسرے لوگوں پر خرچ کرنے سے زیادہ اجر رکھتا ہے۔ (بخاری:1466)

خواتین اس قدر باشعور تھیں اپنے بارے میں خوب سمجھتی تھیں کیا چیز ہماری ملکیت میں ہے؟ اس پر ہمارا اختیار کیا ہے؟ اس کے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق کس کا ہے؟۔ وہ پسے ہوئے طبقے سے تعلق رکھنے والی خواتین نہیں تھیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اگر ہم اس دور کے پسے ہوئے طبقے کی خواتین کو بھی دیکھیں تو ہم نے بریرہ کے بارے میں دیکھا تھا۔ غلام عورت تھی اور اس کی مرضی نہیں تھی کہ شوہر کے پاس جائے لیکن اللہ کے رسول ﷺ کے کہنے پر سوال کرتی ہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تو سفارش کر رہا ہوں، پس آپ ﷺ نے اس کو اختیار دیا اور اس نے یہ اختیار قبول کیا (یعنی شوہر کے پاس نہ جانے کا فیصلہ کیا) (مسند احمد:7207)

تو بات یہ ہے کہ شعور دیا محمد رسول اللہ ﷺ نے حق ادا کیا جہانوں کے بادشاہ نے۔ اس شعور کے ساتھ عورت اپنی زندگی کا سفر اطمینان سے طے کر رہی تھی۔ اس شعور کے ساتھ اس کے لیے زندگی میں وہ مشکلات نہیں تھیں۔ ہم ان خواتین کو دیکھتے ہیں جنہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ زندگی کا کثیر وقت گزارا۔ آپ ﷺ جن کے بارے میں ایک بات بھی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔

ایک بار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے کہا کہ نبی ﷺ آپ کو وہ سرخ مسوڑوں والی قریشی عورت نہیں بھولتی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: خدیجہ کے بارے میں مجھے کوئی نہ ستائے، خدیجہ نے اس وقت میرا ساتھ دیا جب کوئی میرا ساتھ دینے والا نہ تھا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے

اس وقت میری تصدیق کی جب لوگ مجھے جھٹلاتے تھے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس وقت مجھ پر مال لگایا جب میں مال والا نہیں تھا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مجھے کوئی نہ ستائے۔ (سیرۃ النبی:2/401)

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہاں سے مال لگاتی تھیں؟ اس مال کے بارے میں ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ ان کا جب پہلا نکاح ہوا شوہر کا انتقال ہوا تو اس کا مال ان ہی کے حصے میں آیا دوسرا نکاح ہوا اتفاق سے اس شوہر کی بھی جلد death ہو گئی ان کا مال بھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حصے میں آیا لیکن سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس مال کو محض consume کرنے کے لیے نہیں رکھ چھوڑا کہ اس مال سے نفع اٹھاتی رہیں، وقتی طور پر فائدہ اٹھاتی رہیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس مال کو تجارت میں لگایا اور آپ جانتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تجارتی مال دے کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھیجا تھا اور اپنا غلام میسرہ ساتھ کیا تھا۔ مکہ کی مال دار ترین عورت تھیں۔ ہر کوئی ان سے نکاح کا خواہش مند تھا۔ اپنے مال کو اچھے طریقے سے بزنس میں لگانا جانتی تھیں۔ مال سے مال کمانا خوب سمجھتی تھیں۔ سیدہ خدیجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو انہوں نے اپنے مال میں سے کثیر مال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن پر لگایا۔ جب عورت مال کماتی ہے تو صدقہ کر سکتی ہے۔ جب عورت مال کماتی ہے تو اس مال میں سے کسی کو ہبہ کر سکتی ہے۔ وہ حق رکھتی ہے اپنے مال پر۔ پھر جب اس کے پاس مال ہوتا ہے تو اس کا مال ورثے میں اس کے وارثوں تک بھی پہنچتا ہے۔ جب اس کے پاس مال ہوتا ہے تو اس مال سے وہ اپنی زندگی کے باقی معاملات چلانے میں بھی مدد لی سکتی ہے۔ وہ اس مال سے چاہے تو رشتے داروں کی مدد کرے، چاہے تو گھر والوں کی مدد کرے، چاہے تو اولاد پر خرچ کرے لیکن اس کا مال اس کا مال ہے۔ اس کا مال جبری اس سے کوئی نہیں لے سکتا۔ نہ والد، نہ شوہر، نہ بیٹا اپنی مرضی سے وہ دینا چاہے تو اس کا اپنا حق ہے۔ وہ اپنا حق جس طرح سے بھی کسی کو دینا چاہے اپنے لیے وہ جائیداد خرید سکتی ہے۔ وہ اپنی جائیداد کو بیچ سکتی ہے۔ اس کے

لیے کوئی guardian اسے shelter نہیں دے گا۔ یعنی یہ بات نہیں کہ اگر guardian اجازت نہیں دے گا تو وہ اپنی کوئی چیز sale نہیں کر سکتی۔ اپنے لیے کچھ خرید نہیں سکتی۔ عورت آزاد ہے اپنے معاشی معاملات کو چلانے کے لیے بھی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اسلام نے عورت کو معاشی طور پر حقوق تو دیئے ہیں لیکن اس پر ذمہ داریاں عائد نہیں کیں۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اردگرد کی صحابیات اپنی گزر اوقات کے لیے بہت سے کام کیا کرتی تھیں اور آپ ﷺ کی طرف سے انہیں اس کی پوری اجازت تھی

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کمانا یا کمانے کے لیے وقت لگانا، کمانے کے لیے عورت کا دن بھر باہر رہنا یا رات کے اوقات میں باہر رہنا کیا یہ سب کچھ اسلام allow کرتا ہے؟ اس کے لیے اسلام کا موقف کیا ہے؟

دو بنیادی چیزیں ہیں جو اسلام چاہتا ہے:

1۔ گھر کا نظام متاثر نہ ہو۔

2۔ عورت کی عزت کی حفاظت کی ضمانت ہو۔

ان دو شرائط کے ساتھ اسلام عورت کو کمانے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ بڑی فطری سی بات ہے۔ خاندانی نظام کی بقاء پہلا کام ہے۔ خاندانی نظام میں عورت کی جو ذمہ داریاں ہیں ان ذمہ داریوں کو پورا کرنا پہلا کام ہے اور کمانا عورت کی ذمہ داری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفالت کا ذمہ دار مرد کو بنایا ہے عورت کو نہیں بنایا لیکن اگر عورت کمانا چاہے تو اس مال کے بارے میں عورت کو یہ حق دیا ہے مال اس کا ہے، ملکیت اس کی ہے، فیصلہ بھی اس کا ہوگا۔ اس کے ذاتی فیصلے کی وجہ سے وہ مال خرچ ہو سکتا ہے اس کے فیصلے کے بغیر نہیں۔

میں اس وقت کچھ مثالیں ضرور آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں کہ وہ خواتین جو جاب کرتی ہیں، گھر سے باہر نکلتی ہیں، کثیر وقت لگاتی ہیں۔

کراچی یونیورسٹی کی ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ نے یہ کہا کہ میں اپنی جاب کے سلسلے میں تقریباً 5 بجے گھر پہنچتی ہوں لیکن جب میرا بیٹا سکول سے آجاتا ہے تو میرا دل میرے گھر میں، میرے بچے میں اٹکا رہتا ہے۔ ہر وقت مجھے یہ خیال پریشان رکھتا ہے کہ میرا بچہ اس وقت ٹی وی پر کیا دیکھ رہا ہوگا؟ اس وقت اس کی کیا مصروفیات ہوں گی؟ یہ ایک ذمہ دار عورت کے حالات ہیں جو یہ سمجھتی ہے کہ یہ وقت بچے کا تھا۔ یہ وقت کسی اور کو نہیں ملنا چاہیے۔

اسی طرح سے آپ دیکھئے کہ وہ خواتین جو ابتداء میں جاب کرتی ہیں یا وہ لڑکیاں جو جاب کرتی ہیں ان کے مسائل اپنی جگہ پر ہیں لیکن میں ایک ایسا مسئلہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں جو normally under disscusion نہیں آتا۔ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے تحت میں نے ایک ریسرچ conduct کراوئی تھی ان خواتین کے بارے میں جو جاب کرتی ہیں۔ ان کے جو problems ہیں ان کو diagnose کرنے کے لیے کہ وہ اس وقت satisfied ہیں، اچھا feel کرتی ہیں یا جاب کی وجہ سے وہ اطمینان والی زندگی بسر نہیں کر رہیں؟ ریسرچ کے نتائج بہت عجیب تھے۔ ان میں ایسی خواتین بھی تھیں جن کو جاب کرتے ہوئے دس سال گزر گئے تھے، پندرہ سال گزر گئے تھے اور بیس سال گزر گئے تھے۔ خواتین کی majority ایسی تھی جو شادی شدہ نہیں تھی۔ ان سے جب یہ سوال کیا گیا کہ آپ نے اپنا گھر کیوں نہیں آباد کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ ہمارے والدین ہمیں سونے کے انڈے دینے والی مرغی سمجھتے ہیں اس وجہ سے ہم نکاح کرنے کے قابل ہونے کے باوجود نکاح نہیں کر پائیں۔ گھر میں جو بھی رشتہ آتا تھا اس رشتے کے بارے میں ایسی خرابیاں ہمارے سامنے رکھی جاتی تھیں کہ ہم کوئی decision نہیں لے پاتے تھے اور decision کرنے کا اختیار ہمیں نہیں دیا گیا تھا جس کی وجہ سے ہمارے لیے وقت جب گزرتا چلا گیا تو اب ہم ایک ایسے موڑ پر آگئی ہیں جہاں پر اب

ہمیں کوئی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

پاکستان پنجاب سے تعلق رکھنے والی ایک ڈاکٹر نے مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی میں نے میڈیکل ایجوکیشن مکمل کی تو میرے رشتے آنے شروع ہو گئے ۔تو میرے والدین نے کہا پہلے ہاؤس جاب کرلو میں نے ہاؤس جاب کر لی پھرانہوں نے کہا کہ اب جاب کرلوتو میں نے جاب کی ۔تو انہوں نے کہا کہ ابھی تو کافی وقت ہے یہی دن ہوتے ہیں کہ جب تم specialization کرسکتی ہو۔specialization پہلے کرلو بعد میں بہت مشقت ہوجاتی ہے۔کہتی ہیں کہ ہرآنے والا رشتہ اسی طرح سے رد کر دیا جاتا کہ ابھی میں پڑھ رہی ہوں ،ابھی میں specialization کررہی ہوں ،ابھی میں جو ہےاس کو پسند نہیں کررہی۔کہتی ہیں کہ اب میں ایک ایسے موڑ پر ہوں جہاں پر بہت تکلیف میں مبتلا ہوں کہ آخروہ والدین جو مجھ سے محبت کرتے تھے،جنہوں نے میری تعلیم کے اوپر اتنا سرمایہ بھی لگایا اب وہی والدین میری زندگی کا decision کرنے سے کیوں reluctent ہیں۔تو میں نے اپنے والدین سے ایک روز طے کیا کہ بات کرتی ہوں۔تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے آپ پر اتنا سرمایہ اس لیے نہیں لگایا تھا کہ آپ ڈاکٹر بننے کے بعد کسی دوسرے خاندان کو فائدہ پہنچا دو۔ اس Approach کے ساتھ جب کوئی لڑکی جاب کرتی ہے،جب کوئی عورت بزنس کرتی ہے،تو اس کا مال اس کا مال نہیں سمجھا جاتا۔اس کا مال یا تو والدین کا ہوتا ہے یا پھر بعد میں شوہر کا ہوتا ہے۔اگر مال اس کے پاس ہو بھی تو اس کے بچوں کے ذریعے سے وہ مال نکلوالیا جاتا ہے اور سبب یہی ہے کہ لوگوں کے mind set ایسے ہو گئے یا ان کے mind کی programming ایسی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ عورت ملکیت کا حق نہیں رکھتی ۔اس وجہ سے وہ کمانے کی مشین تو بن جاتی ہے وہ دن میں محنت کرتی ہے کمانے کے لیے،گھر پہنچتی ہے تو گھر کی ذمہ داریاں اسی کی

ذمہ داریاں سمجھی جاتی ہیں۔ بچوں کی پیدائش، ان کی پرورش، ان کی تعلیم وتربیت، ان کے باقی معاملات، رشتے داریاں نبھانا یہ سب معاملات اس نے ضرور اچھے طریقے سے لے کر چلنے ہوتے ہیں۔ دہری ذمہ داریوں کا بوجھ اسلام نے عورت پر نہیں رکھا۔

اسلام نے عورت کو آزاد رکھا ہے

چاہو تو جاب کر سکتی ہو

چاہو تو بزنس کر سکتی ہو

صلاحیت رکھتی ہو تو کر سکتی ہو

کچھ contribute کرنا چاہو تو کر سکتی ہو

پابند نہیں ہو۔

مالی معاملات میں اسلام نے عورت کو ایسے حقوق دیئے ہیں جیسے نان ونفقہ کا حق پہلے والد کا ہے بعد میں شوہر کا ہے۔ مہر کا حق شوہر دیتا ہے۔ پھر اسی طرح سے وراثت کا حق اسلام اسے دیتا ہے۔ عورت پانے والوں میں سے ہے مرد دینے والوں میں سے ہے۔ دینے والا ذمہ دار ہوتا ہے پانے والے کا حق ہوتا ہے۔ پانے والے کو جب کمانے والا بننا پڑتا ہے تو پھر اسے مال رکھنے کا حق نہیں دیا جاتا۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ ہم سب کو اس کی حقیقی سمجھ عطا کرے۔ اس کو پورے Senerio میں رکھ کر ہمیں اسے دیکھنے اور سمجھنے کی توفیق عطا کرے تاکہ انسانی معاشرہ اور اسلامی معاشرہ حسن وخوبی کے ساتھ آگے بڑھے۔

مال اور جائیداد رکھنا میرا حق ہے

مدینہ میں ایسا ہوا کہ اوس بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے پیچھے ان کی چار بیٹیاں اور بیوہ تھیں۔ ان کی جائیداد، ان کا مال ان کے چچازاد بھائیوں نے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ بچوں اور بیوی کے لیے کچھ نہیں تھا۔ وہ عورت اپنی بچیوں کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اوس تو جہان سے چلے گئے اور مال چچازاد اڑا کر لے گئے ان بچیوں کا کیا ہے؟ ان بچیوں کے حق کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضاحت کیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وحی کے نزول کا انتظار کرو۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت میراث نازل کی:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾

''مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لیے بھی اس میں سے ایک حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں۔'' (النساء:7) (تفسیر قرطبی:3/66) (اسباب النزول للواحدی:ص:156,157)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی اپنی دو بیٹیوں کو جو سعد سے پیدا ہوئی تھیں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ دونوں سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں، ان کے باپ آپ کے ساتھ لڑتے ہوئے

جنگ احد میں شہید ہو گئے ہیں، ان کے چچا نے ان کا مال لے لیا ہے، اور ان کے لیے کچھ نہیں چھوڑا، اور بغیر مال کے ان کی شادی نہیں ہو گی۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا"، چنانچہ اس کے بعد آیت میراث نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان (لڑکیوں) کے چچا کے پاس یہ حکم بھیجا کہ سعد کی دونوں بیٹیوں کو مال کا دو تہائی حصہ دے دو اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ، اور جو بچے وہ تمہارا ہے۔" (ترمذی:2092)

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾

"اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہے مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔" (النساء:11)

یہ آیت ہے جس میں ایک لڑکی کے حق کو بنیاد بنا کر سب کے میراث کے حصے طے کیے گئے۔

ملکیت کے حق کے لیے پہلی بات جو ہمیں ملتی ہے وہ یہ کہ

- عورت میراث میں سے حصہ پاتی ہے
- عورت نان ونفقہ کا حق رکھتی ہے تو نان ونفقہ سے اسے مال ملتا ہے
- عورت مہر کا حق رکھتی ہے تو اسے مہر کا مال ملتا ہے

عورت تجارت کرے یا جاب کرے تو اسے مال ملتا ہے۔ یہ مال جو اس کے پاس مختلف طریقوں سے آیا یہ سارا مال اس کا ہے۔

اس کی ملکیت کا حق وہ اسی طرح سے رکھتی ہے جیسے مرد رکھتے ہیں۔

اللہ پاک نے قرآن پاک میں فرمایا:

﴿لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا ۖ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ﴾

"مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لیے

اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا۔" (النساء:32)

جو کمائے گا اس کا حق ہے

اس کا حصہ ہے

فیصلہ کن بات ہے

جہانوں کے بادشاہ نے فیصلہ کر دیا

مرد کمائے تو اس کا حصہ ہے

عورت کمائے تو اس کا حصہ ہے

عورت مال پر ملکیت کا حق رکھتی ہے

وہ اپنے مال میں سے ہبہ کر سکتی ہے

وہ اپنے مال میں سے وقف کر سکتی ہے

وہ اپنے مال میں سے صدقہ کر سکتی ہے

اپنے مال کو جہاں چاہے خرچ کر سکتی ہے

اللہ تعالیٰ کی حدود کا خیال رکھتے ہوئے جو حدود مرد کے لیے بھی ہیں۔

مال داری کی بات دیکھنا چاہیں تو ہمیں تاریخ اسلامی میں بہت سی مال دار خواتین ملتی ہیں۔

جن کے پاس ان کے شوہر کا مال نہیں ذاتی مال تھا جیسے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا مکہ کی انتہائی مال دار خاتون تھیں۔ ہمیں مدینہ میں ایسی خاتون کا تذکرہ ملتا ہے کہ جن کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعہ کے دن نماز کے بعد کھانا کھانے کے لیے جایا کرتے تھے۔ وہ چقندر بناتی تھیں اور سب لوگ ان کے پاس کھانا کھاتے تھے۔ بہت مہمان نواز خاتون تھیں۔ ان کی اپنی زمین تھی جس میں وہ سبزی اور مختلف چیزیں اگایا کرتی تھیں۔

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمارے یہاں ایک عورت تھی جو نالوں پر اپنے ایک کھیت میں چقندر بوتی۔ جمعہ کا دن آتا تو وہ چقندر اکھاڑ لاتیں اور اسے ایک ہانڈی میں پکاتیں پھر اوپر سے ایک مٹھی جو کا آٹا چھڑک دیتیں۔ اس طرح یہ چقندر گوشت کی طرح ہو جاتے۔ جمعہ سے واپسی میں ہم انہیں سلام کرنے کے لیے حاضر ہوتے تو یہی پکوان ہمارے آگے کر دیتیں اور ہم اسے چاٹ جاتے۔ ہم لوگ ہر جمعہ کو ان کے اس کھانے کے آرزومند رہا کرتے تھے۔ (بخاری:938)

اپنی زمین رکھنا اور زمین میں کچھ اگانا یہ اگر مرد کا حق ہے تو عورت کا بھی حق ہے

عورت کسی بھی صورت میں مال رکھ سکتی ہے
جیسے جائیداد کی صورت میں، کوئی پلاٹ ہو سکتا ہے
کوئی گھر ہو سکتا ہے، کوئی فیکٹری ہو سکتی ہے، زیورات
کسی بھی شکل میں یا کرنسی کی شکل میں مال رکھنا
ملکیت میں رکھنا عورت کا بھی حق ہے جیسے مرد کا حق ہے

حق کی بات یہاں اس لیے واضح کرنا چاہتی ہوں کہ جس کا حق ہوتا ہے وہ اس حق کو استعمال کر سکتا ہے۔ اس حق کے مطابق وہ خرچ کر سکتا ہے۔ عورت نے اسلام کو یہ حق دیا ہے۔ مجھے کبھی کبھی حیرت ہوتی ہے ان خواتین پر جو آ کر سوال کرتی ہیں کہ کیا ہم اپنے زیور کی زکوٰۃ خود دیں گی؟ وہ سمجھتی ہیں کہ یہ تو ہمارے شوہر کا کام ہے۔ بات یہ ہے کہ شوہر اپنی آزاد مرضی سے دینا چاہے تو بہت اچھا ہے دے سکتا ہے لیکن اصلاً یہ ذمہ داری تو عورت کی ہے۔

مال رکھنا اگر جرم ہوتا تو مال پر زکوٰۃ نہ ہوتی

ہمارے کچھ ایسے دین دار لوگ بھی ہیں جو مال رکھنے کو جرم سمجھتے ہیں پھر جب اپنی ملکیت میں کوئی چیز ہو تو جرم نہیں ہوتی لیکن خواتین کا مال رکھنا ایک جرم بن جاتا ہے کیونکہ

ان کے خیال میں اس سے گھریلو زندگی میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ اگر نکاح کیا ہے تو جو کچھ بیوی کے پاس ہے وہ مرد کا ہے۔ یہ ہماری سوسائٹی کی بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ اصلاً اگر ہم دیکھیں تو عربوں کے یہاں بھی یہ غلط فہمی پائی جاتی تھی۔ عرب یہ سمجھتے تھے کہ جو مال عورت کا ہے جب تک باپ کے گھر میں ہے وہ مال باپ کے قبضے میں رہے گا اور جب شوہر کے پاس جائے گی تو شوہر کے قبضے میں رہے گا۔ مثال کے طور پر اگر ہم ان قبیح رسموں کو دیکھیں جو آج ہمارے یہاں جاری ہیں ان میں بھی پیچھے کہیں مال آجاتا ہے۔ میں تین بنیادی چیزیں ضرور آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گی۔

ایک Honour killling کے لیے پورا ایک ماحول پیدا کیا جاتا ہے، اس ماحول میں لڑکی کو مجرم بنایا جاتا ہے۔ اپنی بیٹی، اپنی بہن کے بارے میں ثابت کیا جاتا ہے کہ وہ پاک زندگی نہیں گزار رہی لیکن پیچھے کیا بات ہوتی ہے؟ لڑکی باپ کے چھوڑے ہوئے مال میں سے اپنا حق چاہتی ہے تو جب ماں کے منانے پر بیٹی نہیں مانتی، بھائی کے منانے پر بہن نہیں مانتی تو مل کر اس کو قتل کر دیا جاتا ہے اور پھر اسے Honour Killing کا نام دے کر غیرت کو لوگوں کے سامنے رکھا جاتا ہے اور پیچھے مال پر قبضے کی جو حرص ہے وہ کسی کے سامنے آ نہیں پاتی۔

میں اس چیز کو بھی آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں کہ کل ایسی بچی جو کسی عرب کے یہاں پیدا ہوتی تھی جس بچی کو زندگی کا حق مل جاتا تھا اس بچی کے لیے لوگ مبارک باد بھی دیتے تھے اور مبارک باد دیتے ہوئے کہتے تھے: مبارک ہو آپ کے گھر مال والی آئی ہے یعنی اب یہ بچی جس وقت جوان ہوگی اس کا نکاح ہوگا تو آپ اس کا مہر لے لو گے، مہر میں چونکہ زیادہ اونٹ ملتے تھے تو اس وجہ سے ایسی بچی کو النافجہ کہا جاتا تھا۔ ان کے یہاں یہ قبیح رسم تھی کہ مہر کی رقم شوہر سے وصول کر لی جاتی تھی اور لڑکی کو نہیں دی جاتی تھی باپ اسے

اپنے قبضے میں لے لیتا تھا۔سینکڑوں برس بیت گئے جاہلیت تو آج بھی جاری ہے۔آج بھی اسی طرح سے مہر کے بارے میں کتنے ہی لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ یا تو ماں باپ کے پاس چلا جائے گا بصورت دیگر مہر مؤجل اور مہر غیر مؤجل کی جو دو قسمیں بتائی جاتی ہیں ان کے گھن چکر میں یا تو عورت کا مہر اسے دیا ہی نہیں جاتا اور اگر اسے دیا جائے تو اس کے بارے میں یہ بات اپنی جگہ پر ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے اس سے یہ رقم لے لینی ہے۔

عباس بن عبداللہ بن عباس نے اپنی بیٹی کا نکاح عبدالرحمٰن بن حکم سے کر دیا اور عبدالرحمٰن نے اپنی بیٹی کا نکاح عباس سے کر دیا اور ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے اپنی بیٹی کی شادی کرنے کو اپنی بیوی کا مہر قرار دیا تو معاویہ نے مروان کو ان کے درمیان جدائی کا حکم لکھ کر بھیجا اور اپنے خط میں یہ بھی لکھا کہ یہی وہ نکاح شغار ہے جس سے اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔(ابوداؤد:2075)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے اور شغار یہ ہے کہ آدمی اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرے کہ وہ (دوسرا) بھی اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کرے گا اور ان کے درمیان مہر مقرر نہ کیا جائے۔ (دونوں عورتوں کو ایک دوسری کا مہر تصور کیا جائے)(صحیح مسلم:3465)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"اسلام میں شغار نہیں ہے۔"(مسلم:3468)

سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نکاح شغار سے روکتے تھے جسے ہمارے یہاں وٹہ سٹہ کہا جاتا ہے۔وٹے سٹے کی شادی کے پیچھے کیا ہے؟ وٹے سٹے کی شادی اس لیے کی جاتی ہے کہ لڑکی کا حق روکا جائے۔لڑکی کی ملکیت میں وہ مال نہ پہنچنے دیا جائے جو اس کا پیدا کرنے والا چاہتا ہے کہ اس تک ضرور پہنچے۔

پھر ایک اور انتہائی تکلیف دہ رسم ہے جسے ونی کہا جاتا ہے یعنی اگر لڑکی کے والد نے یا بھائی نے کوئی جرم کیا تو دوسرے قبیلے کے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اس کے بدلے میں معافی تب ہو سکتی ہے اگر اپنی بیٹی ہمیں دے دو۔

ونی میں دراصل تاوان معاف کروایا جاتا ہے؟

جب مال دینا نہیں چاہتے تو اس لڑکی کا مال رکھ لیا جاتا ہے جس کو آزادی سے نکاح کر کے دیتے تو اسے مہر کا حق ملتا۔

تو یہ مہر کا حق کیسے ختم ہوا؟

تاوان کے بدلے

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ کل عربوں کے یہاں یہ رواج تھا کہ وہ یتیم لڑکیوں کو مہر کم دیتے تھے۔ آج بھی اسی طرح کی صورت حال ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پانی ہمیشہ نشیب کی طرف بہتا ہے۔ تو جس کے اوپر باپ کا سایہ نہیں ہوتا اس کے حق میں کمی کی جاتی ہے۔ اس کی ملکیت میں کوئی چیز پہنچنے نہیں دی جاتی، رہنے نہیں دی جاتی۔

اس لیے رب العزت نے فرمایا:

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً

''عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کر دو۔'' (النساء:4)

یہ عورت کا مال ہے

عورت کا مال ہے تو اس کی ملکیت میں ہوگا

ملکیت کا حق ہے

عورت وہ مال خواہ کسی بزنس میں لگائے، خواہ وہ مال ہبہ کر دے، صدقہ کر دے، اس مال سے کسی کی مدد کر دے، چاہے کچھ ایسے کام کر لے جو اس کی آخرت کے اجر کو بڑھانے

والے ہوں۔

یہ اس کا حق ہے

اس کا decision ہے، وہ کر سکتی ہے

اسی طرح سے عورت کا جو نان ونفقہ کا حق ہے اس کے بارے میں ہمارے یہاں لوگ بہت غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ مثال کے طور پر آج کل جو سوالات ہمارے پاس آتے ہیں ان میں سے یہ سوال ہے کہ

اگر ایک عورت کماتی ہو اس کے پاس اپنی کمائی ہے تو کیا پھر بھی نان ونفقہ کا حق باقی رہے گا؟

اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ نان ونفقہ کا حق عورت کو کیوں دیا گیا؟

رسول اللہ ﷺ نے اس کی وضاحت کی تھی کہ تم لوگ عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اس لئے کہ ان کو تم نے اللہ تعالیٰ کی امان سے لیا ہے اور تم نے ان کے ستر کو اللہ تعالیٰ کے کلمہ (نکاح) سے حلال کیا ہے۔ عورت کو وہی کچھ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی کچھ پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔ (مسلم:2950)

نبی کریم ﷺ اپنی زندگی کے آخری موڑ پر بھی سب سے زیادہ فکر مند غلاموں اور عورتوں کے لیے تھے۔

کیونکہ ایسی قوم سے حق دلوایا تھا

ایسی قوم کی غلامی سے آزاد کیا تھا

جو عورت کو جینے کا حق نہیں دیتی تھی

تعلیم کا حق نہیں دیتی تھی

جو عورت کو مال رکھنے کا حق نہیں دیتی تھی

محنت کرنے کی ذمہ داری تو اس پر تھی لیکن جو کچھ وہ لے کر آتی وہ اس کا حق نہیں ہوتا تھا۔

مشی گن میں ایک خاتون مسلمان ہوئی۔ ایک مسلمان مرد کے ساتھ اس کا نکاح ہو رہا تھا۔ نکاح کے موقع پر امام صاحب نے واضح کیا کہ عورت کو حق مہر دیا جاتا ہے۔ اس عورت نے کہا کہ کیا مرد جیسے حق مہر دے گا کیا عورت بھی دے گی؟ تو انہوں نے کہا نہیں یہ عورت کا حق ہے۔

یہ بات سن کر وہ دنگ رہ گئی کہ اسلام عورت کو ہر جگہ کیسے protect کرتا ہے، اس کو کیسے تحفظ دیتا ہے، اس کو کیسے حقوق دیتا ہے۔

اب اگر ہم دیکھنا چاہیں کہ عورت کس کس طرح سے ملکیت کا حق رکھتی ہے

عورت کو میراث سے مال ملتا ہے

اسے نان ونفقہ پہلے والد اور پھر شوہر کی طرف سے ملتا ہے

اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو بیٹے کی طرف سے ملتا ہے

پھر مہر کا مال اسے ملتا ہے

اگر وہ کچھ کمانا چاہے، کاروبار کرنا چاہے، تجارت کرنا چاہے تو

اس کا مال اس کا ہے

اس کے اوپر کفالت کی ذمہ داری نہیں ہے لیکن ہر جانب سے اس کو حق ضرور مل رہا ہے۔ یہ ہمارا دین ہے جس نے ملکیت کا حق دیا، جس نے خرچ کرنے کی آزادی دی۔ ہاں حدود برابر کی ہیں عورت کے لیے بھی اور مرد کے لیے بھی۔ عورت اس بنیاد پر اپنے آپ کو افضل ثابت نہیں کر سکتی۔

دو معالات مجھے ہمیشہ بہت عجیب لگتے ہیں

ایک تو یہ سوال کہ

عورت اگر کمائے تو کیا پھر بھی اس کو نان ونفقہ کا حق دیا جائے گا؟

نکاح کی وجہ سے چونکہ عورت اپنے آپ کو ایک مرد کے سپرد کرتی ہے تو اس وجہ سے مرد اس کو نان ونفقہ دینے کا پابند ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ اس کے پاس اپنا مال ہے تو اپنا مال ہونا آپ کے فرض کو ختم نہیں کرے گا۔

عورت اگر صاحب حیثیت ہے تو مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسے اس کی حیثیت کے مطابق کوئی خادم یا ملازم بھی رکھ کر دے گا۔

اگر وہ جوائنٹ فیملی میں کسی طور پر رہنا نہیں چاہتی تو اس کو الگ گھر بھی لے کر دے گا۔ حنفی فقہ کے مطابق گھر کا کام کرنا بھی عورت کی ذمہ داری نہیں ہے یعنی اگر وہ حسن سلوک کے طور پر یا اجر کے لیے کرنا چاہے تو کرسکتی ہے لیکن ان معاملات میں حدود کے اندر ہی رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اگر عورت اگر گھر بھی نہیں سنبھالے گی، گھر کی ذمہ داریوں کو بھی پورا نہیں کرے گی تو مرد پر کیا یہ ناروا بوجھ نہیں ہو جائے گا؟ ہاں مفاہمت کے ساتھ زندگی کی گاڑی کو آگے بڑھانا چاہیے۔

دوسری بات جو مجھے بہت عجیب لگتی ہے شاید آپ کو بھی عجیب لگے کہ

اگر عورت کماتی ہے تو اس کے باوجود بھی مرد قوام رہے گا؟

اگر مرد نہیں کماتا، عورت کماتی ہے، خرچ بھی کرتی ہے، گھر کے نظام کو بھی وہی لے کر چلتی ہے تو کیا ایسی صورت میں بھی مرد کی قوامیت برقرار رہے گی؟

پہلی بات تو یہ کہ ہمیں سمجھنا چاہیے کہ قوام ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی خاص قسم کی فضیلت مل گئی ہے۔ یہ اسی طرح کا معاملہ ہے جیسے ہر ادارے کا ایک سربراہ ہوتا ہے تو خاندان کا سربراہ مرد ہے۔ Decision making میں اس کا رول ختم نہیں ہوگا چاہے

عورت کمائے یا نہ کمائے ہر دو صورت میں۔

چاہے عورت اس ذمہ داری کو اپنے کاندھوں پر لا دے یا نہ لا دے

خاندان کے ادارے کا سربراہ مرد ہی رہے گا

عورت مرد کے ساتھ مفاہمت سے چلے گی

جو مرد کی ذمہ داریاں ہیں وہ مرد ادا کرے گا

جو عورت کی ذمہ داریاں ہیں ان کو عورت ادا کرے گی

عورت کو اللہ رب العزت نے قیمتی قرار دیا ہے

عورت کا اور اس کے حقوق کا تحفظ کیا ہے؟

اسے کہیں بھی ناروا بوجھ تلے نہیں دبایا جائے گا

اس پر ایسی ذمہ داریاں نہیں ڈالی جائیں گی جن کی وجہ سے وہ پس کر رہ جائے

عورت بھی اسی طرح انسان ہے جیسے مرد انسان ہے۔ دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے قانون کے پابند ہیں۔ اسی پابندی میں انسانیت کی بقا اور ارتقاء ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

عزت واحترام میرا حق ہے

اسلام کی بنیاد دو چیزوں پر ہے

ایک اللہ تعالیٰ کا خوف اور دوسرا انسانوں کا احترام

انسانی احترام کا سلسلہ مرد اور عورت دونوں کے لیے برابر ہے۔ جیسے مرد کی عزت ہے ویسے ہی عورت کی عزت ہے اسلام عورت کو مرد سے بڑھ کر عزت دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کس قدر caring تھے۔ عربوں کے یہاں رات کا سفر ہوا کرتا تھا اور رات کو ہدی خواں اونٹوں کو تیز بھگانے کے لیے خوب اونچی آواز سے گاتے تھے۔ ایک بار ایک ہدی خواں نے جب اونچی آواز سے گنگنانا شروع کیا تو اونٹنیوں نے تیز بھاگنا شروع کر دیا۔

تو نبی ﷺ نے فرمایا

اے انجشہ! آہستگی سے، نرمی سے آبگینے نازک ہیں

یعنی خواتین ہیں، نرم و نازک ہیں

جب اونٹنیاں بھاگیں گی تو ان کے لیے کس قدر مشقت ہو جائے گی۔ کسی کا احترام، کسی کی care، کسی کا خیال اس حد تک جا کر کرنا، اسے space دینا، اسے جینے کا پورا پورا حق دینا۔

نبی ﷺ کے گھرانے میں ہم ایسی مجلسیں بھی دیکھتے ہیں جو خوش طبعی پر مبنی ہوتی تھیں۔ آپ ہر شام جب کسی نہ کسی زوجہ مطہرہ کے پاس ہوتے تو ساری ازواج

وہاں اکٹھی ہو جاتی تھیں۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں خزیرہ (ایک کھانا جو قیمے اور آٹے سے تیار کیا جاتا ہے) پکا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور سودہ کے درمیان تشریف فرما تھے، میں نے سودہ سے کہا: کہ تم بھی کھاؤ۔ انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ میں نے کہا: تم یہ ضرور کھاؤ گی یا میں تمہارے چہرے کو اس سے آلودہ کر دوں گی۔ اس نے پھر بھی انکار کیا۔ پس میں نے اپنا ہاتھ خزیرہ میں رکھا اور اس کے چہرے پر لگا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور اس کے لیے اپنی ران رکھ کر سودہ سے فرمایا: تم بھی اس کے چہرے پر لگا دو۔" سو اس نے میرا چہرہ بھی آلودہ کر دیا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ اتنے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے اور آواز دی: او عبداللہ! او عبداللہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گمان ہوا کہ وہ ابھی داخل ہونے والے ہیں، اس لیے ان سے فرمایا کہ "کھڑی ہو جاؤ اور اپنے چہرے دھولو۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد عائشہ اور سودہ تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں ہمیشہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتی رہی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی ہیبت کا خیال رکھتے تھے۔ (سلسلہ احادیث صحیحہ: 3131)

جانتے ہیں اس مجلس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے لیکن آپ نے دونوں کے جذبات کا کیسے خیال رکھا نہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کچھ کہا اور نہ اس بات پر تبصرہ کیا۔ ایک خوبصورت مسکراہٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر تھی کہ ہر ایک کا حق ہے کہ وہ ایک دوسرے کے بارے میں فیصلہ کر سکتا ہے۔ ہر ایک کو space دینا کتنا زیادہ ضروری ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھرانے کی خواتین کے جذبات کا کس قدر احترام کرتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف اگر جذبات کا احترام کرتے ہیں اور دوسری طرف اگر معاملہ

حد سے گزرتا ہے تو اپنی جانب سے اصلاح بھی کرتے ہیں۔

اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اُم المؤمنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا ایک اونٹ بیمار ہو گیا اور اُم المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک فاضل سواری تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب سے فرمایا: "تم اسے ایک اونٹ دے دو" وہ بولیں: میں اس یہودن کو دے دوں؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے اور ذوالحجہ، محرم اور صفر کے چند دنوں تک ان سے بات چیت ترک رکھی۔ (ابوداؤد: 4602)

عزت اور احترام کس حد تک ہے

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

"آگاہ رہو! تمام دنوں میں سب سے زیادہ حرمت والا تمہارا یہ دن ہے، آگاہ رہو! تمام مہینوں میں سب سے زیادہ حرمت والا تمہارا یہ مہینہ ہے، آگاہ رہو! شہروں میں سب سے زیادہ حرمت والا تمہارا یہ شہر ہے، آگاہ رہو! تمہاری جان، تمہارے مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارا یہ دن تمہارے اس مہینے میں، تمہارے اس شہر میں، آگاہ رہو! کیا میں نے تمہیں اللہ کا پیغام نہیں پہنچا دیا"؟، لوگوں نے عرض کیا: ہاں، آپ نے پہنچا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ تو گواہ رہ۔" (ابن ماجہ: 3931)

عزت میں انسان کے لیے کسی قسم کا طعنہ برداشت کرنا، اگر کوئی کسی کا نام رکھتا ہے، کسی کا مذاق اڑاتا ہے پھبتیاں، چوٹیں کستا ہے تو عزت واحترام کے خلاف ہے۔ اسلام اجازت نہیں دیتا کہ کوئی کسی کا سکینڈل بنائے۔ معاشرے میں خرابیاں پیدا کرنے والی جتنی اخلاقی بیماریاں ہیں اسلام ان ساری اخلاقی بیماریوں پر قدغن عائد کرتا ہے۔

مثال کے طور پر غیبت ہے ازواج مطہرات کس قدر اپنے آپ کو بچا کر رکھتی تھیں۔

جب آپ ﷺ نے واقعہ افک کے حوالے سے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ آپ نے سیدہ عائشہ کو کیسا پایا؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں اپنی نظر اور کانوں کی بہت حفاظت کرتی ہوں اور میں نے عائشہ میں خیر کے سوا کچھ نہیں پایا۔

سوچیں! کسی کا احترام کرنے کے لیے نظر اور کان کی حفاظت کی کتنی ضرورت ہے۔ جیسے قرآن حکیم میں رب العزت نے فرمایا:

﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾

''یقینا کان، آنکھ اور دل ان سب کے متعلق انسان سے پوچھا جائے گا۔'' (الاسراء:36)

انسان کانوں سے کسی کے بارے میں غلط بات سن لیتا ہے، زبان سے کہہ دیتا ہے اور اشاروں کے ذریعے اس کے بارے میں اپنے دلی تاثرات کا اظہار کر دیتا ہے۔ کبھی کسی کے بارے میں بدگمان ہو جاتا ہے، کبھی کسی کے بارے میں تجسس کر بیٹھتا ہے، کبھی کسی سے حسد کر بیٹھتا ہے۔ یہ ساری برائیاں ایسی ہیں جس کی وجہ سے دوسرے انسان کی عزت، اس کے وقار پر حرف آتا ہے کیونکہ جب کبھی آپ کسی کے بارے میں دل میں غلط خیال لاؤ گے اس کی وجہ سے پورا معاشرہ بگڑے گا۔ گھر، work place یا سوسائٹی جہاں بھی آپ رہتے ہیں ہر جگہ اس کا اثر ضرور آتا ہے۔

واقعہ افک کے حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ سیدہ عائشہ کے بارے میں جب عبداللہ ابن ابی کے دل میں برا خیال آیا اس نے اس کو شیئر کیا۔ ابتدائی طور پر سچے مسلمان بھی اس کے جھانسے میں آ گئے۔ بس پھر کیا تھا پورے مدینہ میں ایک شہوانی لہر ہی دوڑ گئی۔ لوگوں نے اس بارے میں نہیں سوچا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے گھرانے کا ایک فرد ہے۔ جن کے گھر میں وحی اترتی ہے ان کے بارے میں زبان

کیسے کھولیں۔حضرت ابو ایوب انصاری نے اپنی بیوی سے پوچھا جب انہوں نے ان سے سیدہ عائشہ کے بارے میں سوال کیا تو سیدنا ابو ایوب انصاری نے یہ کہا کہ محمد ﷺ مجھ سے اور عائشہ رضی اللہ عنہا آپ سے درجے میں بہت آگے ہیں اور اللہ پاک نے بھی یہی بات کہی کیوں نہ مومنوں نے اپنے سے اچھا گمان کیا۔

حسن ظن کو اسی لیے حسن عبادت قرار دیا کیونکہ حسن ظن رکھنے کی وجہ سے دوسرے کی عزت محفوظ ہوتی ہے۔خواتین کے بارے میں سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ان کے بارے میں چھوٹی سی بات بھی قابل برداشت نہیں ہوتی۔ان کے سکینڈل زیادہ بنتے ہیں۔ان کے بارے میں باتیں زیادہ اچھلتی ہیں۔اسلام نے ان سکینڈلز کو روکنے کا کتنا بڑا اہتمام کیا۔جو کسی کی عزت پر زبان کھولے گا اگر وہ چار گواہ نہیں لا سکا تو اس کو 80 کوڑے لگائے جائیں گے۔حد قذف اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

پھر آپ یہ دیکھئے کوئی کسی پر بے بنیاد بات کر بیٹھتا ہے تو یونہی اسے چھوڑا نہیں جا سکتا۔بے بنیاد بات کریں گے تو اس پر قانون ہتک عزت کے تحت اس کا حساب کتاب لیا جا سکتا ہے۔ہمارے یہاں جو صورت حال ہے ایک بے لگام آزادی ہے۔پرنٹ میڈیا ہو یا سوشل میڈیا ہو ہر جگہ پر کسی کے بارے میں بات کرنا بہت ہی آسان ہو گیا۔اس بارے میں نہ عام آدمی بچا ہوا ہے نہ حکمران بچے ہوئے ہیں۔کسی کو اس سے غرض نہیں ہے کہ کسی کی عزت کیسے ملیا ملیٹ ہوتی ہے۔ہر کوئی اس بارے میں ہرزہ سرائی کرنا اپنا حق سمجھتا ہے۔اسی کو جمہوریت قرار دیا جاتا ہے۔

اسلام نے نہ مردوں کے بارے میں زبان کھولنے کا حق دیا ہے اور نہ خواتین کے بارے میں۔جو دین مرد کے بارے میں زبان کھولنے کی اجازت نہیں دیتا وہ عورت کے بارے میں بہت ہی محتاط ہے۔اسلام اس کو فحش قرار دیتا ہے۔اس اعتبار سے ہم دیکھتے

ہیں کہ اللہ پاک نے مختلف ایسی برائیوں پر کس قدر بڑی سزا رکھی ہے۔ نبی کریم ﷺ جب معراج پر گئے تو اس موقع پر آپ نے مختلف سزائیں بھی دیکھیں ان میں سے ایک سزا یہ بھی تھی کہ وہ لوگ جو ایک دوسرے کی غیبت کرتے ہیں وہ تانبے کے ناخنوں سے اپنے ہی گوشت کو ادھیڑ رہے تھے۔

قرآن پاک میں رب العزت نے ارشاد فرمایا

﴿وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ط اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ﴾

''اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ چنانچہ تم اُس کو ناپسند کرتے ہو۔'' (الحجرات:12)

تو غیبت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔ یہ مسلمان کی عزت اور احترام کے خلاف ہے کہ پیٹھ پیچھے اس کا برے انداز میں تذکرہ کیا جائے۔ ہمارے یہاں خاندانوں میں، ہمسایوں میں، work place پر بھی یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ خاص طور پر خواتین کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں زیادہ جلدی بات آتی ہے اور پھر اگر آپ دیکھیں تو ایک ہی گھرانے کے اندر لڑکا بھی ہے اور لڑکی بھی، بیٹا یا بیٹی۔ بیٹی کے بارے میں کوئی بات کرتے سنتے ہوئے یہ بات کہی جاتی ہے کہ آپ کی عزت کی وجہ سے ہمارے لیے مشکل ہے۔

جیسے مرد کی عزت ہے

ایسے ہی عورت کی بھی ہے

عورت بھی عزت چاہتی ہے

عزت کرنے کا تقاضا یہ ہے

احترام کرنے کا تقاضا یہ ہے

اس کے بارے میں بدگمان نہ ہوا جائے

اوراس کے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کی جائے جس کی وجہ سے اس کی عزت پر کوئی حرف آئے اس کی پیٹھ پیچھے کوئی ایسی بات نہ کی جائے جو اس کے سامنے کی جائے تو اسے بری لگے جیسے طعنہ دینا ہے

سیدہ عائشہ نے طعنہ دیا تو نبی ﷺ نے فورا پکڑ لیا۔اسی طرح سے آپ ﷺ کے گھرانے کی خواتین کی طرح دیگر خواتین کے بارے میں بھی سب لوگ محتاط تھے کہ آپ ﷺ نے اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو بھی انتہائی محتاط کیا۔اسی وجہ سے یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ صحابیات خواتین کے احترام میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کھڑے نظر آتے ہیں حالانکہ لوگوں کی بھیڑ ان کے ساتھ ہے۔ایک خاتون نے انہیں روکا جن کا نام خولہ بنت ثعلبہ ہے۔ بہت دیر گزر گئی اور جب جارود نے یہ کہا اے خاتون! تو نے امیر المومنین کے بارے میں اچھا نہیں کیا تو حضرت عمر نے کہا یہ خاتون جتنی دیر بھی مجھے روکتی میں رک جاتا کہ یہ تو وہ خاتون ہے جن کے بارے میں آسمان سے وحی نازل ہوئی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہم دیکھتے ہیں کہ شفاء بنت ادویہ رضی اللہ عنہا کا بہت احترام کرتے تھے۔ان کی رائے کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔جب کبھی فقہائے سبعہ کسی معاملے میں کسی نتیجے تک نہیں پہنچ پاتے تھے تو سیدہ عائشہ کے پاس اس معاملے کو پہنچاتے تھے۔اس معاملے میں قرون اولی کے مسلمان کوئی فرق نہیں کرتے تھے کہ علم رکھنے والا مرد ہے یا عورت۔

اگر آج ہم اپنی سوسائٹی کا جائزہ لیں تو دین کے معاملات میں خواتین کو بات کرنے کا حق دینا کتنا مشکل ہو گیا اور خاتون کی بات کو قبول کرنا کتنا مشکل ہو گیا۔خاتون اگر کسی

دینی بات کو بتاتی ہے تو سب لوگوں کو محسوس بھی ہوتا ہے۔اگر مردوں کو حق ہے کہ وہ دینی معاملات میں تحقیق کریں،زیادہ علم حاصل کریں،زیادہ معاملات کو سمجھنے کی کوشش کریں تو ظاہر ہے علم والے اور بے علم برابر نہیں ہوتے۔خاتون اگر اس مقام تک پہنچتی ہے تو خاتون کو وہ رتبہ، وہ مقام دینے سے احتراز کیوں کیا جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اسلاف کے طرز عمل کو پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عزت واحترام عورت کا حق ہے

اس بارے میں انبیا نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا
صحابہ کرام نے کبھی بخیلی نہیں کی
ہاں ان کے لیے مشکل ضرور تھا

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں عمر رضی اللہ عنہ سے ان عورتوں کے بارے میں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے معاملہ میں اتفاق کرلیا تھا، پوچھنے کا ارادہ کرتا رہا لیکن ان کا رعب سامنے آجاتا تھا۔ایک دن (مکہ کے راستہ میں)ایک منزل پر قیام کیا اور پیلو کے درختوں میں (وہ قضائے حاجت کے لیے)تشریف لے گئے۔جب قضائے حاجت سے فارغ ہوکر واپس تشریف لائے تو میں نے پوچھا انہوں نے بتلایا کہ عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں پھر کہا کہ جاہلیت میں ہم عورتوں کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے۔جب اسلام آیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کیا (اور ان کے حقوق)مردوں پر بتائے تب ہم نے جانا کہ ان کے بھی ہم پر کچھ حقوق ہیں لیکن اب بھی ہم اپنے معاملات میں ان کا دخیل بننا پسند نہیں کرتے تھے۔میرے اور میری بیوی میں کچھ گفتگو ہوگئی اور اس نے تیز وتند جواب مجھے دیا تو میں نے اس سے کہا اچھا اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ۔ اس نے کہا تم مجھے یہ کہتے ہو اور تمہاری بیٹی نبی کریم ﷺ کو بھی تکلیف پہنچاتی ہے۔میں (اپنی بیٹی ام المؤمنین)

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور اس سے کہا میں تجھے تنبیہ کرتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے۔ نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچانے کے معاملہ میں سب سے پہلے میں ہی حفصہ کے یہاں گیا پھر میں سیدہ ام سلمہ کے پاس آیا اور ان سے بھی یہی بات کہی لیکن انہوں نے کہا کہ حیرت ہے تم پر عمر رضی اللہ عنہ! تم ہمارے معاملات میں دخیل ہو گئے ہو۔ صرف رسول اللہ ﷺ اور آپ کی ازواج کے معاملات میں دخل دینا باقی تھا۔ (سو اب وہ بھی شروع کر دیا) انہوں نے میری بات رد کر دی۔ (صحیح بخاری:5843)

یہ وہ طرز زندگی ہے جو محمد ﷺ نے سکھایا

اس اَن پڑھ قوم کے لیے اسے سیکھنا بہت مشکل تھا

وہ جنہوں نے صحراؤں میں پرورش پائی تھی

وہ جو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیتے تھے

وہ جو تلوار ہاتھ میں لیے ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے کو تیار رہتے تھے

وہ جو جن کے تاریخی ریکارڈ پر 17 سو جنگوں کا تذکرہ ملتا ہے

وہ جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑے کرتے تھے

وہ جو عورت کو جینے کا بھی حق نہیں دیتے تھے

تعلیم کا، وراثت کا، بات چیت کا، جائیداد رکھنے کا بھی حق نہیں دیتے تھے

وہ کس مقام پر آ گئے کہ اسے عزت واحترام کے مرتبے تک پہنچا دیا۔

ہمیں بھی آج اپنی سوسائٹی میں دیکھنا چاہیے

عورت کے مقام ومرتبہ کے لیے وہ کاوش کیوں نہیں کی؟

اس کی وہ عزت کیوں نہیں کی گئی؟

اس کو دوسرے درجے کی مخلوق کیوں سمجھا گیا؟

آج عورت کو اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے آواز کیوں اٹھانی پڑی؟

ہمیں تو وہ حق محمد ﷺ کے توسط سے چودہ صدیاں پہلے ہی دے دیئے گئے لیکن آج ہماری سوسائٹی کے اندر جو taboos ہیں انہیں توڑنے کی ضرورت ہے۔

آج ہمیں سمجھنے کی ضرورت ہے

آخر آسانی سے زبانیں کیوں کھلتی ہیں؟

میں حیرت زدہ ہوتی ہوں کہ اعلیٰ تعلیمی اداروں میں، یونیورسٹیز میں جو مادرِ علمی ہے وہاں بیٹھ کر پروفیسر آپس میں بات کرتے ہیں۔ coeducation ہے لڑکیاں بھی محنت کریں اور لڑکے بھی محنت کریں لیکن محنت کے بعد لڑکی لڑکوں سے آگے نکل جاتی ہے تو ضرور اس کے part پر کوئی نہ کوئی بات نکالی جاتی ہے کہ اصل میں محنت نہیں اس کا سبب کچھ اور ہے۔ اگر کوئی جاب کے میدان میں compete کرتا ہے تب بھی یہی بات آڑے آتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے معاملات بھی دیکھنے میں آتے ہیں لیکن بہرحال سوسائٹی کی عمومی روش ہمیں یہ احساس دلاتی ہے کہ ہم صحیح مقام پر نہیں ہیں، ہم درست جگہ پر نہیں ہیں۔ ہم کیوں ہر چیز کے بارے میں پہلے negatively دیکھنا چاہتے ہیں۔

ہماری سوچ کا منفی رخ کیوں ہے؟

ہم کیوں نہیں مثبت طریقے سے سوچنا چاہتے؟

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ خاتون کے بارے میں ہم مثبت سوچیں۔ جہاں ہماری خطا ہے ہم اس خطا کو اچھے طریقے سے محسوس کریں اور پھر عورت کو اس کا جائز مقام دینے کی کوشش کریں۔

عزت عورت کا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسے پہچاننے کی اور یہ حق دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حیا میرا حق ہے

حیا کے حوالے سے

میں آج آپ کے سامنے وہ واقعہ رکھنا چاہتی ہوں

جس کا تعلق زمین سے نہیں آسمان سے ہے

آپ سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو فرشتوں سے سجدہ کروایا۔ وہ وقت تھا جب ابلیس کے دل میں سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں حسد پیدا ہوا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا ﴿مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ﴾ ''تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے منع کیا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟'' تو اس نے جواب دیا تھا: ''اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ'' ''میں اس سے بہتر ہوں۔'' (الاعراف:12) اس حسد کی کیفیت کو آپ خوب اچھے طریقے سے سمجھ سکتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کو جنت میں بسایا۔ وہ جنت میں بے روک ٹوک کھا پی سکتے تھے، لطف اٹھا سکتے تھے، ایک مقام سے دوسرے مقام پر جا سکتے تھے۔ روک صرف ایک چیز پر تھی کہ ایک درخت کا پھل نہیں کھانا۔ تمام چیزوں کی اجازت تھی فقط ایک پابندی تھی۔ پھر کیا ہوا؟ یہ کمزور پہلو تھا۔ ابلیس جانتا تھا کہ یہیں سے مولا کی نظروں سے انہیں گرایا جا سکتا ہے۔ اس نے قسمیں کھائیں اور سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کو یقین دلایا کہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔ اس نے انہیں سمجھایا کہ آپ کو اس درخت سے

صرف اس لیے روکا گیا ہے کہ کہیں آپ کو ہمیشہ کی زندگی اور لازوال بادشاہت نہ مل جائے۔ لازوال بادشاہت اور ہمیشہ کی زندگی تو ہمیشہ سے ہی انسان کا خواب ہے۔ یوں سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام دونوں دھوکہ کھا گئے اور اس درخت کا پھل چکھ لیا۔ پھر ہوا یہ کہ دونوں کے لباس اتر گئے۔ پھر وہ لگے جنت کے پتوں سے اپنے آپ کو ڈھانپنے۔

یہ انسانی فطرت ہے جو برہنہ رہنا نہیں چاہتی
بے لباس رہنا انسان کا کبھی خواب نہیں رہا
جس فطرت پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا
وہ حیا والی ہے
وہ اپنے آپ کو چھپانے والی ہے
سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام دونوں کے اندر ہی یہ حیا موجود تھی
دونوں ہی اپنے جسم کو پتوں سے ڈھانپنے لگے

اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ فرمائی تھی کہ آدم کے بچو! کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تم پر سے ایسے ہی لباس اتروا دے جیسے تمہارے آباء سے اتروائے تھے۔

شیطان کا حربہ اور حیلہ یہی ہے کہ وہ حیا پر چوٹ لگاتا ہے

آج بھی دیکھئے حیا کو ایک اچھی قدر کے طور پر ڈسکس نہیں کیا جاتا بلکہ حیا کو مرد اور عورت کی کمزوری بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

جب سے انسان زمین پر آیا ہے اس وقت سے کبھی ایسا نہیں ہوا انسانوں نے حیا کو اس برے طریقے سے رد کیا ہو جیسے آج کیا جا رہا ہے۔ ہم جس دور میں جیتے ہیں وہاں حیا کو انسانوں کے لیے یوں بنا دیا گیا کہ جو باحیا ہوگا وہ گویا ماضی میں اور پتھروں کے دور میں جیئے گا۔ اس بارے میں کتنے فلسفے پیش کیے جاتے ہیں کہ پہلے انسان بے لباس تھے اور

لباس تو بعد میں انسان نے استعمال کرنا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے لباس کے بارے میں یہ الفاظ استعمال کیے ہیں: ''ہم نے لباس کو اتارا ہے۔'' یعنی انسان کے اندر لباس پہننے کے احساس کو الہام کیا ہے۔

فطری طور پر انسان چاہتا ہے کہ وہ بے لباس نہ رہے
اگر فطرت مسخ ہو جائے تو پھر تو ظاہر ہے معاملات کچھ بھی ہو سکتے ہیں

سیدنا ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پہلی نبوت کے کلام سے لوگوں کو آخری بات یہ ملی ہے کہ جب تو حیا نہ کرے تو جو چاہے کرتا پھرے۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ:684)

یہاں اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ
بے حیائی کے بعد کوئی چیز باقی نہیں رہتی
آج کی عورت کس برے طریقے سے اس کا شکار ہو گئی
اس کے لیے اپنے آپ کو Expose کرنا ایک خواب بنا دیا گیا
جو اپنے آپ کو Expose کرے اسے بولڈ کہا جاتا ہے
کیا انسانیت کے لیے یہی سب سے بڑا اعزاز ہے
کہ وہ اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے Expose کر دے؟

اپنا بدن Expose کرنے کے اس رجحان کے حوالے سے ہمیں ایسے واقعات ملتے ہیں جو نہایت تکلیف دہ ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ اگر عورت ایسا نہ بھی کرنا چاہے تو اسے مجبور کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ریڈرز ڈائجسٹ میں ایک عورت کی کہانی آئی کہ اس نے کہا کہ میں بیمار ہو گئی۔ وہ ایک غیر مسلم عورت تھی۔ اس نے اپنے باس سے کہا کہ میں بہت زیادہ سردی محسوس کرتی ہوں اور تکلیف میں ہوں تو مجھے میری ٹانگیں ڈھانپنے کی

اجازت دی جائے۔ باس نے کہا کہ اگر آپ ٹانگیں ڈھانپنا چاہتی ہیں تو آپ جاب نہیں کر سکتیں۔

کیا جسم کو ڈھانپنا عورت کا حق نہیں ہے؟

کیا اپنے وجود کے بارے میں عورت کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی؟

اس کو سلوگن تو یہ دیا گیا کہ میرا جسم میری مرضی

جسم پیدا کرنے میں ہمارا کوئی اختیار نہیں ہے

اور نہ اس جسم کے بارے میں ہم نے خواب دیکھا تھا

نہ پلان کیا تھا، نہ اس میں ہماری کوئی کاوش شامل ہے۔ ہمیں جس نے یہ جسم دیا ہے اس جسم کو استعمال کرنے کا طریقہ کار بھی اس نے دیا ہے۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہر مشینری کو بنانے والا اس کے اصول ضابطے بناتا ہے؟

ایسے ہی جس نے ہماری مشینری بنائی ہے اس نے ہمیں باحیا بنایا ہے

حیا ہمارا حق ہے

حیا ہماری ضرورت ہے

ہم سے یہ حق کیوں چھیننا چاہتے ہیں؟

آپ دیکھیں کہ کتنے لوگ ہیں کہ جو اس کی حقیقت کو سمجھے بغیر بے حیائی کی اس تحریک میں شامل ہو گئے۔ ہر کوئی اپنا اپنا شیئر دیکھ سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ڈیزائنرز ہر آنے والے موسم میں لباس مزید چھوٹا کر دیتے ہیں۔ بازو چھوٹے ہوتے ہوتے ختم ہو گئے۔ میں دیکھتی ہوں کہ اتنی پیاری بچیاں، اتنے اچھے لوگ لیکن آہستہ آہستہ ان کی سمجھ ختم ہو گئی۔ مثال کے طور پر آج کی مسلمان بچی اس بات کو نہیں سمجھ پا رہی کہ ٹخنے بھی ڈھانپنے والی چیز ہوتے ہیں۔ ہر کسی کو یہ علم ہے کہ ٹخنے ڈھانپنا ضروری نہیں ہے۔ اگر مسلمان مرد نماز

پڑھتے وقت ٹخنوں سے اپنی شلوار، ٹراؤزر اوپر کرلیں تو سب کو اختلاف ہوتا ہے لیکن اس بچی کو دیکھیں، اس خاتون کو دیکھیں جس کے دماغ کی Reprogramming کر دی گئی ہے کہ اس کو لگتا ہے کہ جتنا میں نے اپنے آپ کو expose کیا اتنا ہی زیادہ میں سوسائٹی میں اِن ہو جاؤں گی۔

اس بھاگ دوڑ میں مسلمان بیٹی کہاں آن پہنچی ہے!
میں نہیں سمجھتی
کہ یہ صرف مسلمان عورت کا مسئلہ ہے
یہ تو ہر عورت کا مسئلہ ہے
عورت نے آخر کب تک سمجھوتہ کرنا ہے؟
کیا اس نے اپنا سب کچھ ہی کھو دینا ہے؟
کیا اپنی نسوانیت بھی کھو دینی ہے؟
یہ کشمکش کہاں لے آئی ہے؟
کیا اس کشمکش میں ساری کشش ہی کھو دینی ہے؟

کیسے قلم کاروں نے لکھا اور عورت کو یہ احساس دلایا گیا کہ دیکھو شرم وحیا کے نام پر کیسے تمہیں پیچھے رکھا جاتا ہے
گویا اس کی ترقی کا راز شرم وحیا کو الوداع کہنے میں ہے

ذرا سوچیں تو سہی!

آج اسلام کی بیٹی اپنے حیض کے بارے میں بات چیت کرتی ہے، کبھی یونیورسٹی کی دیواروں پر ایسی چیزوں کو لگاتی ہے اور ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ میں آزاد ہو گئی۔

یہ کیسی آزادی ہے؟

حیا سے آزاد ہونا بھلا کوئی عزت والی بات ہے؟

حیا سے آزاد ہونا بھلا انسانیت ہے؟

حال ہی میں ہمارے لکھاریوں نے لکھا کہ انڈیا ہم سے بازی لے گیا کہ انہوں نے حیض کے بارے میں ایک فلم بنائی ہے اورانہوں نے اس میں ایسے کرداروں کو ڈسکس کیا ہے جنہیں ترتیب کے ساتھ سکھایا گیا کہ کیسے تم اس شرم وحیا کو چھوڑ سکتی ہو۔

کیا آگے بڑھنے کا یہی مقام رہ گیا ہے؟

سوسائٹی میں ایسا لگتا ہے ایک ہی دوڑ ہے کہ کسی طرح سے عورت کی حیا کو ختم کر دیا جائے۔ کبھی اس کو بل بورڈ پر بٹھایا گیا، کبھی اسے محفلوں میں سجایا گیا، کبھی اس کی گفتگو سے، کبھی اس کی زیب وزینت سے دل بہلائے گئے۔

عورت اپنی زندگی پر حق رکھتی ہے

عورت اپنی انفرادی شخصیت رکھتی ہے

اس شخصیت کا بنیادی وصف حیا ہے

جب حیا چھن جائے تو پھر کسی کے پاس کچھ بھی نہیں رہ جاتا

نہ اس کی عزت وتوقیر رہتی ہے

نہ اس کی زندگی کا کوئی مقصد رہ جاتا ہے

پھر اس کی صورت حال جانتے ہیں کہ کیا ہو جاتی ہے؟

ظاہر ہے کہ زندگی میں جس کو مقصد سمجھ نہ آئے وہ اپنی ڈپریشن کو دور کرنے کے لیے کیا کرے گا آپ اس پر ریسرچ تو کروا کر دیکھیں۔

ہماری بیٹیاں کس جگہ پر آن پہنچی ہیں

کتنی بڑی تعداد ہے جو پہلے تو موبائل کمپنیوں کے پیکجز لے کر ساری رات بات کرتی

تھی اور اب کتنی بڑی تعداد ہے جو نشہ کرتی ہے۔

والدین کس موڑ پر آن پہنچے ہیں؟

جہاں سوسائٹی کے تمام افراد بے حیائی کی اس تحریک کے معاون بننے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں وہاں پر والدین اپنی بچیوں کو دلہن بنا کر ان کو زندگی کے ساتھی کے ساتھ رخصت کرنے کے قابل بھی نہیں ہوتے کیونکہ کوئی نہ کوئی کندھا دینا چاہتا ہے اور کندھا بھی اس طرح سے کہ کھلے عام بل بورڈز پر ایسے اشتہارات لگائے جاتے ہیں کہ شادی سے بھاگنا ہو تو ہماری خدمات حاصل کریں۔

یہ کیسی تحریک ہے ساری سوسائٹی کو اس کے اوپر سوچنا چاہیے

ہماری بیٹی کا ذہن کیوں تبدیل کیا جا رہا ہے؟

آخر اس کے بعد اس سے کیا خدمت لینی ہے؟

اس سے کون سی ترقی کرنی ہے؟

کیا بے حیائی ہی ترقی ہے؟

کیا حیا کو ترک کرنا ہی ترقی ہے؟

کیا خاندانوں کو توڑ پھوڑ دینا ہی ترقی ہے؟

کیا نکاح کو چھوڑ دینا ہی ترقی ہے؟

ابھی پچھلے دنوں میں کسی بزرگ نے یہ ارشاد فرمایا تھا: ’’اصل مسئلہ نکاح کا ہے کہ جب تک نکاح ختم نہیں ہو گا یہ مسئلہ ختم نہیں ہو سکتا۔‘‘

حقیقت یہ ہے کہ

- نکاح تو حیا کی حفاظت کے لیے ہے
- نکاح نسل انسانی کی بقاء کے لیے ہے

آپ نکاح کو ختم کر کے نسل انسانی کو کہاں لے جائیں گے؟

نکاح کی جگہ پر آپ کیا رواج دینا چاہتے ہیں؟

کیا پہلی قومیں نکاح کے مقابلے میں دوسرے طریقے اختیار کرنے پر ہلاک نہیں کر دی گئیں؟

سب سوچ بچار کرنے والوں کو اس بارے میں ضرور دیکھنا چاہیے۔ ایک بار تھوڑا سا وقت لگا کر یہ ضرور دیکھ لیجئے کہ

ہمارے رب نے

ہمارے پیدا کرنے والے نے ہم سے حیا کا مطالبہ کیوں کیا؟

حیا کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

نبی ﷺ نے فرمایا:

''حیا خیر کے علاوہ کچھ نہیں لاتی''

اور فرمایا: ''حیا اور ایمان ساتھ ساتھ رہتے ہیں ایک اٹھے تو دوسرا بھی اٹھ جاتا ہے۔''

ہاں حیا انسانوں سے تو ہے لیکن سب سے بڑھ کر جس سے حیا کرنے کی ضرورت ہے وہ تو ہمارا رب ہے۔

اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے والا تنہائی میں بھی گناہ کرنے سے بچتا ہے

کتنا خوبصورت طریقہ ہے جو نبی ﷺ نے زندگی کے حسن کے لیے سکھایا۔ آپ ﷺ نے عبادت کے حسن کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ (صحیح بخاری:50) حقیقت یہ ہے کہ اس یقین کے ساتھ انسان مجلس میں بھی اور تنہائی میں بھی اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے لگ جاتا ہے۔ پھر انسان اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔ جب وہ غور

کرتا ہے کہ میرے رب نے مجھے کیا کیا انعامات دیئے ہیں، میرا کوئی حق تو نہیں تھا زندگی پر پھر بھی اس نے مجھے زندگی عطا کی۔ میرا حق نہیں تھا کہ مجھے کان ملتے اور کانوں سے مجھے سنائی دیتا پھر بھی اس نے مجھے کان دیئے، اس نے مجھے آنکھیں دیں، اس نے مجھے زبان دی، اس نے مجھے دل دیا، دماغ دیا، اس نے میری خوراک کے لیے کتنا رزق پیدا کیا، اس نے مجھے رشتوں کی محبت دی۔ انسان اس کی نعمتوں پر غور و فکر کرے تو اسے اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے حیا آتی ہے۔

حیا مسئلہ نہیں ہے اسے مسئلہ بنا کر پیش کیا جا رہا ہے

حیا تو انسان کی زندگی کو زینت دینے والی ہے

اسی لیے ضروری ہے کہ اپنے بڑوں سے حیا کی جائے

اولاد والدین سے حیا کرے

چھوٹے بڑوں سے حیا کریں

شاگرد استادوں سے حیا کریں

جب حیا نہیں رہتی تو استاد قتل ہوتے ہیں

جب حیا نہیں رہتی تو والد کو قتل کرنے والی 15 سالہ بچی بولڈ کہلاتی ہے

اور سب کہتے ہیں کہ اس نے جرأت مندانہ قدم اٹھایا ہے

کیا والدین کے مقابلے میں کھڑا کرنا ہی سب سے بڑی ترقی ہے؟

جو لوگ زندگی کا سبب بنتے ہیں

جو اپنی جوانیاں گلاتے ہیں

آپ ان کے مقابلے میں اولاد کو کھڑا کریں گے؟

کیا یہی نسل انسانی کا مقصد ہے؟

حیا کے خاتمے سے معاشرے باقی نہیں رہتے اسی وجہ سے ہر امت میں حیا کو بنیادی قدر کے طور پر پیش کیا گیا۔

حیا عورت کا زیور ہے

حیا انبیاء کی سنت، انبیاء کا طریقہ ہے

سارے انبیاء حیا والے تھے

حیا مرد کے لیے بھی اتنی ضروری ہے

جتنی عورت کے لیے ضروری ہے

نبی ﷺ نے حیا کے بارے میں ایک بڑی اہم بات بتائی

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انسان کی تقدیر میں اس کا حصہ زنا کا لکھ دیا گیا ہے جس کو وہ خواہ مخواہ کرے گا، تو آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا بات کرنا ہے اور ہاتھ کا زنا پکڑنا اور چھونا ہے اور پاؤں کا زنا جانا ہے (فاحشہ کی طرف) اور دل کا زنا خواہش اور تمنا ہے اور شرم گاہ ان باتوں کو سچ کرتی ہے یا جھوٹ۔'' (صحیح مسلم:6754) اس لیے رب العزت نے ان اعضاء کے بارے میں توجہ دلائی ہے کہ آپ جواب دہ ہو۔

رب العزت نے فرمایا

﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾

''یقیناً کان، آنکھ اور دل ان سب کے متعلق انسان سے پوچھا جائے گا۔'' (الاسراء:36)

نظر کی پاکیزگی دل کی پاکیزگی کا سبب بنتی ہے

کانوں کا دھیان رکھنے سے انسان کا دل پاک رہتا ہے

زبان کا کنٹرول انسان کو بھی پاک رکھتا ہے

معاشرے بھی پاک ہوتے ہیں۔

حیا انسانی معاشروں کی ضرورت ہے

حیا ہی سے انسانیت بچے گی

حیا نہ رہی تو انسان نہیں رہے گا

حیا عورت کا حق ہے

عورت کو حیا کے حق سے محروم نہ کیجیے

عبادت میرا حق ہے

عبادت کیا ہے؟

اس کی حقیقت کو سمجھے بغیر اس حق کے بارے میں بات چیت نہیں کی جا سکتی۔

آسمان پر تڑپنے والی بجلیاں اپنی اصل کی طرف لوٹنا چاہتی ہیں جیسے کائنات کی ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے

بجلیوں کا مرکز زمین کے اندر ہے

چمکیں آسمان پر، جانا زمین کے اندر چاہتی ہیں

ان کے راستے میں کچھ بھی آئے چیر پھاڑ کر، راکھ کر کے وہ زمین کے اندر اتر جانا چاہتی ہیں

انسان مٹی کا بیٹا ہے، زمین کی مٹی سے بنا ہے لیکن اس کی اندر کی روح کا تعلق زمین سے نہیں ہے۔

رب العزت نے فرمایا:

وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ

اور اُس نے اِس میں اپنی روح پھونکی۔ (السجدہ:9)

یہ بات بڑی توجہ طلب ہے

انسان زمین کو اپنا home land کہتا ہے

زمین کا باشندہ ہے لیکن اس کی اصل آسمانوں میں ہے

اسی وجہ سے زمین پر کسی قسم کی خوشی اسے لمبے عرصے تک خوش نہیں رکھ سکتی

وہ ہر خوشی کے بعد دوبارہ بے کل ہو جاتا ہے

اس کی بے قراریوں کو قرار نہیں آتا

اسے سمجھ نہیں آتی کیسے قرار ملے گا؟

اس لیے کہ اسے معلوم نہیں کہ اسے کس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے

رب العزت نے فرمایا

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾

اور میں نے جن وانس کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں۔(الذاریات:56)

یہ عبادت کیا ہے جس کے لیے ہمیں پیدا کیا گیا؟

یہ عبادت کیوں کرتی ہے؟

عبادت کر کے ہمیں کیا نصیب ہوتا ہے؟

ہمیں اس کے بارے میں کس قدر توجہ دینے کی ضرورت ہے

سارے انبیاء جو دعوت لے کر آئے اس دعوت کا بنیادی پہلو ہے۔

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا﴾

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہو اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ بناؤ۔(النساء:36)

انسان ایک اللہ کی عبادت، اس کی فرماں برداری کیسے کر سکتا ہے؟

وہ جس کو اپنی خبر نہیں وہ اپنی زندگی کے مقصد کو کیسے پہچان سکتا ہے؟

اسی نے فرمایا:

عبادات کا ہر طریقہ ایک سے بڑھ کر ایک ہے

ایک بات ہر طریقے میں مشترک ہے

ہر طریقہ قرب کا راستہ ہے

قرب کا راستہ اختیار کرنا صرف مرد کا حق نہیں ہے عورت کا بھی حق ہے

عبادت سے عورت کہاں کہاں محروم نہیں کی گئی؟

یہ بات خصوصی طور پر اس لیے بھی سامنے رکھ رہی ہوں کہ ہمارے وطن میں مساجد کی ایک کثیر تعداد ہے جہاں کسی عورت کو جانے کا حق نہیں ہے

مرد عبادت کا حق رکھیں مسجد پہنچیں کیونکہ با جماعت نماز فرض ہے

اس میں کوئی شک نہیں عورت پر با جماعت نماز فرض نہیں ہے لیکن مسجد جانے کا حق کیوں چھینتے ہیں؟

جب کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا

﴿لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ﴾

''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔'' (صحیح بخاری:900/صحیح مسلم:442)

مجھے ذاتی طور پر کئی مسجدوں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ باہر سے ہی روک دیا جاتا ہے کہ اس مسجد میں خواتین کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔

یہاں آپ تراویح نہیں پڑھ سکتے

یہاں آپ نماز نہیں ادا کر سکتے

یہاں آپ جمعہ نہیں پڑھ سکتے

rejection انسان کو کہاں تک لے جاتی ہے؟

جو جواز پیش کیے جاتے ہیں یہ جواز عید کی نماز کے موقع پر اور زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔

مجھے حفصہ بنت سیرین کی بات بہت یاد آتی ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنی کنواری جوان بچیوں کو عیدگاہ جانے سے روکتی تھیں، پھر ایک عورت آئی اور بنی خلف کے محل میں اتریں اور انہوں نے اپنی بہن (ام عطیہ) کے حوالہ سے بیان کیا، جن کے شوہر نبی کریم ﷺ کے ساتھ بارہ لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے اور خود ان کی اپنی بہن اپنے شوہر کے ساتھ چھ جنگوں میں گئی تھیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں اور مریضوں کی خبر گیری بھی کرتی تھیں۔ میری بہن نے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا اس کے لیے اس میں کوئی حرج ہے کہ وہ (نماز عید کے لیے) باہر نہ نکلے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی ساتھی عورت کو چاہیے کہ اپنی چادر کا کچھ حصہ اسے بھی اڑھا دے، پھر وہ خیر کے مواقع پر اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوں، (یعنی عیدگاہ جائیں)

پھر جب ام عطیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو میں نے ان سے بھی یہی سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا، میرا باپ آپ پر فدا ہو، ہاں آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔ اور ام عطیہ رضی اللہ عنہا جب بھی نبی کریم ﷺ کا ذکر کرتیں تو یہ ضرور فرماتیں کہ میرا باپ آپ ﷺ پر فدا ہو۔ (انہوں نے کہا) میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ جوان لڑکیاں، پردہ والیاں اور حائضہ عورتیں بھی باہر نکلیں اور مواقع خیر میں اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوں اور حائضہ عورت جائے نماز سے دور رہے۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے پوچھا کیا حائضہ بھی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ وہ عرفات میں اور فلاں فلاں جگہ نہیں جاتی۔ یعنی جب وہ ان جملہ مقدس مقامات میں جاتی ہیں تو پھر عیدگاہ کیوں نہ جائیں۔ (بخاری:324)

عورت سے عید کا بھی حق چھین لیتے ہیں

باجماعت نماز کا بھی حق چھین لیتے ہیں

رسول اللہ ﷺ کے عہد میں بھی ایسا ہوتا تھا اور آپ کے جانے کے بعد بھی صحابہ کرام میں سے بہت سارے لوگ تھے جو خواتین کا مسجد میں جانا اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ جیسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی ازواج کا مسجد میں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ سیدہ عاتکہ رضی اللہ عنہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ وہ فجر اور عشاء کی نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنے کے لیے ضرور جاتی تھیں اور ظاہر ہے دونوں اوقات ہی اندھیرے کے اوقات ہیں۔ رات کا ابتدائی حصہ فجر ہے اور آخری عشاء ہے۔ سیدہ عاتکہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا: آپ مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کیوں جاتی ہیں حالانکہ آپ جانتی ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسے پسند نہیں کرتے، تو انہوں نے کہا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اگر پسند نہیں کرتے تو مجھے روک کیوں نہیں لیتے۔ (بخاری:900)

صحابیات کس قدر اپنے حقوق سے آشنا تھیں

وہ جانتی تھیں کہ عبادت ہمارا حق ہے اور اس سے ہمیں کوئی نہیں روک سکتا۔

خواتین پر مساجد میں جانے کی پابندی عائد نہیں کی گئی اس لیے کہ خواتین کے معاملات مختلف ہوتے ہیں ہاں یہ ضرور ہے اگر کوئی اپنی خوشی سے جانا چاہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا

﴿لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللهِ مَسَاجِدَ اللهِ﴾

”اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔“ (صحیح بخاری:900/صحیح مسلم:442)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”تم عورتوں کو رات کے وقت مساجد کی طرف نکلنے سے نہ روکو۔“ تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے نے عرض کیا کہ ہم تو ان کو جانے نہیں دیں گے تاکہ وہ اس کو دھوکہ وفریب کا ذریعہ نہ بنا لیں۔

سیدنا ابن عمر نے اپنے بیٹے کو خوب ڈانٹا اور فرمایا: میں تجھے رسول اللہ ﷺ کا قول نقل کرتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ ہم ان کو اجازت نہیں دیں گے۔'' (مسلم:992)

یوں کل صاحب شعور افراد، عورت کے اس حق کے تحفظ کے لیے اٹھا کرتے تھے

کون ہے جو مسجد جانے سے روک سکتا ہے؟

بظاہر تو لگتا ہے کوئی نہیں روک سکتا

لیکن مساجد کی جگہ ہمیں بتاتی ہے

خواتین کے لیے مقام نہیں ہے، جگہ نہیں ہے

ہمیں ہمارا حق دیجیے

میں ارباب اختیار سے بھی کہنا چاہتی ہوں کہ اس جانب بھی توجہ کی جائے

جہاں عورتوں کے حقوق کے بارے میں بہت سی کاوشیں کی جا رہی ہیں تو عبادت کے حقوق سے عورت کو محروم نہ رکھیں

خاص طور پر ہم دیکھتے ہیں جمعہ کی نماز کے لیے صحابیات بھی نکلتی تھیں اور بعد میں آنے والی خواتین بھی

وہ اس دن کی عزت کرتی تھیں

جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرنا عورت پر واجب نہیں ہے لیکن دل کی خوشی کے ساتھ کوئی عبادت کرنا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا

جہاں تک روزوں کا تعلق ہے خواتین فرض روزے تو رکھا کرتی تھیں۔ نفل روزوں کے بارے میں حکم یہ ہے کہ شوہر کی اجازت سے رکھے۔ اس کے بعد تو گویا لائسنس ہی مل گیا۔ کوئی روزے رکھنا چاہے تو کیا اس کو مسلسل پابند رکھنا ہی دین کا تقاضا ہے؟ بعض صحابیات صائم الدھر رہتی تھیں یعنی ہمیشہ روزے رکھتی تھیں۔

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بار بار دعائے شہادت کی درخواست کی لیکن نبی ﷺ نے ہر بار ان کے لیے سلامتی کی دعا فرمائی۔ آخر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے کسی ایسے کام کا حکم فرمائیں کہ میں جس پر عمل کروں اور اللہ مجھے اس سے نفع پہنچائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم روزے رکھا کرو، کوئی عمل روزے کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ راوی کہتے ہیں: اس کے بعد سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ ان کی بیوی اور ان کے خادم کو روزے کی حالت ہی میں دیکھا گیا۔ (مسند احمد:11900)

زکوۃ دینا جیسے مرد پر فرض ہے عورت بھی اپنے مال کی، اپنے زیور کی زکوۃ دینے کی پابند ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یمن کی رہنے والی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، اس کے ساتھ اس کی ایک بیٹی تھی جس کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے موٹے کنگن تھے۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم اس کی زکوۃ دیتی ہو؟" اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: "کیا تجھے اچھا لگے گا کہ اللہ عزوجل ان کے بدلے قیامت کے دن تمہیں آگ کے دو کنگن پہنائے؟" یہ سن کر اس عورت نے دونوں کنگن (بچی کے ہاتھ سے) نکال لیے۔ اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے آگے ڈال دیا، اور کہا: یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

(سنن نسائی:2481)

صدقے کی کیا ہی بات ہے۔ آج اس کی بات اس لیے ہے کہ اتنی بڑی تعداد ہے خواتین کی کہ جنہیں فیملی میں صدقہ کرنا allow نہیں ہے۔ خاص طور پر جوائنٹ فیملیز میں کوئی صدقہ کرنا چاہے تو کبھی لڑکی کی ماں، کبھی دیگر لوگ اسے کہتے ہیں کہ ابھی بچت کر لو بہت

عمر پڑی ہے۔ کوئی نہ کوئی فلسفہ اسے ضرور سمجھایا جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ صدقہ کرنے کے قابل نہ رہے۔ صحابیات کو دیکھیں کیسے صدقہ کیا کرتی تھیں۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک بار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں لاکھ درہم بھیجے تو شام ہوتے ہوتے سب خیرات کر دیئے اور اپنے لیے کچھ نہ رکھا۔ اتفاق سے اس دن روزہ رکھا تھا، لونڈی نے عرض کی کہ افطار کے لیے کچھ نہیں ہے، فرمایا: پہلے سے کیوں نہ یاد دلایا۔

(مستدرک حاکم: 4/15)

سیدنا عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سب سے زیادہ محبت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عادت تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو رزق بھی ان کو ملتا وہ اسے صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے (کسی سے) کہا کہ ام المؤمنین کو اس سے روکنا چاہیے (جب عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کی بات پہنچی) تو انہوں نے کہا: کیا اب میرے ہاتھوں کو روکا جائے گا، اب اگر میں نے عبداللہ سے بات کی تو مجھ پر نذر واجب ہے۔ پھر بہت مشکل سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا غصہ دور ہوا تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان کی خدمت میں دس غلام (آزاد کرانے کے لیے بطور کفارہ قسم) بھیجے اور ام المؤمنین نے انہیں آزاد کر دیا۔ پھر آپ برابر غلام آزاد کرتی رہیں یہاں تک کہ چالیس غلام آزاد کر دیئے۔ (بخاری: 3505)

سیدہ عائشہ صدقہ سے بہت رغبت رکھتی تھیں۔ اسی طرح باقی صحابیات بھی اللہ تعالیٰ کے حضور دل کی محبت کا نذرانہ دینے کے لیے آزاد تھیں۔ کوئی کھانے میں سے کھانا دینا چاہتا یا مال میں سے مال، کسی کے لیے مشکل نہیں تھی۔ دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے گا کہ آج تجوریوں میں جو زیورات بند ہیں، کتنے لوگ ہیں جو ان میں سے اپنی بہو، بیٹی کو یہ حق دیتے ہیں کہ وہ

صدقہ کر سکیں یا زکوٰۃ نکال سکیں۔ میں اس سوسائٹی میں سے ایسی بچیوں کو بھی جانتی ہوں اپنے ایسے زیورات جو چپکے سے نکال کر صدقہ کرتی ہیں یہ دعا کرتے ہوئے کسی کو خبر نہ ہو، کہ مال تو میرا ہے مگر فساد بہت بڑا ہو جائے گا۔

صدقہ کرنا جیسے مرد کا حق ہے ایسے ہی عورت کا بھی حق ہے

عبادت گزاری میں خواتین اتنی بڑھی ہوئی تھیں

نبی ﷺ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی اور پھر ان کے پاس آئے تو انہوں نے پردہ کر لیا، اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ابھی جبریل (علیہ السلام) میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ آپ حفصہ (رضی اللہ عنہا) سے رجوع کر لیجیے کیونکہ حفصہ (رضی اللہ عنہا) بہت زیادہ روزے رکھنے والی، نمازیں پڑھنے والی ہیں اور وہ جنت میں آپ کی بیوی ہیں۔

(المعجم الکبیر:934، مستدرک حاکم:6753)

عبادت گزاری اللہ تعالیٰ کو اس قدر محبوب ہے اسی وجہ سے خواتین اس حق سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں تھیں۔

سیدہ ام ہانی کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک بار سے زیادہ اشراق کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (مسلم:1668) لیکن میں پابندی کے ساتھ اشراق کی نماز پڑھتی ہوں اس لیے کہ نبی ﷺ اس کو پسند کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ بھی اشراق کی نماز پڑھتی تھیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو (گھر میں قیام کے دوران میں) چاشت کے نفل پڑھتے نہیں دیکھا، جبکہ میں چاشت کی نماز پڑھتی ہوں۔ یہ بات یقینی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی کام کو کرنا پسند فرماتے تھے لیکن اس ڈر سے کہ لوگ (بھی آپ کو دیکھ کر) وہ کام کریں گے اور (ان کی دلچسپی کی بناء پر) وہ کام ان پر فرض کر دیا جائے گا، آپ ﷺ اس کام کو چھوڑ دیتے تھے۔ (مسلم:1662) اسی طرح

سے جہاں تک رات کی نماز کا تعلق ہے تو آپ ﷺ رات کی نماز، خاص طور پر رمضان کے آخری عشرے میں اپنی بیویوں کو جگاتے تھے کہ وہ بھی رات کی نماز کے لیے محنت کرنے کے قابل ہوں۔ (بخاری:2024) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ رات کے وقت بیدار ہوئے اور کہا: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، کیسی کیسی بلائیں اس رات میں نازل ہو رہی ہیں اور کیا کیا رحمتیں اس کے خزانوں سے اتر رہی ہیں۔ کوئی ہے جو ان حجرہ والیوں کو بیدار کر دے۔ دیکھو بہت سی دنیا میں پہننے اوڑھنے والیاں آخرت میں ننگی ہوں گی۔ (بخاری:5844)

تہجد کا حق اگر مرد رکھتا ہے تو عورت بھی رکھتی ہے
ذکر الٰہی مرد کا حق ہے تو عورت کا بھی ہے

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سویرے ہی نماز پڑھ کر ان کے پاس سے چلے گئے، جب کہ وہ اپنی جائے نماز پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب آپ ﷺ چاشت کا وقت ہو جانے کے بعد واپس آئے تو وہ وہیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "تم اسی حالت میں ہو جس پر میں تمہیں چھوڑ کر گیا تھا؟" انہوں نے کہا: جی ہاں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمے تین مرتبہ کہے، اگر ان کا وزن ان کلمات سے کیا جائے جو تم شروع دن سے کہہ رہی ہو، تو وہ ان پر وزن میں بھاری ہوں گے۔ (اور وہ یہ ہیں) ”سبحان الله وبحمده، عدد خلقه، ورضا نفسه، وزنة عرشه، ومداد كلماته“ ہم اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اس کی تعریفوں کے ساتھ بیان کرتے ہیں، اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر اور اس کے نفس کی رضا مندی کے موافق اور اس کے عرش کے وزن کے مطابق اور اس کے کلمات کی سیاہی یا کثرت کے برابر۔" (سلسلہ احادیث صحیحہ:2969)

دعا کرنا صرف مرد کا حق نہیں ہے عورت کا بھی ہے
پرہیز گاری اختیار کرنا
تلاوت قرآن کرنا
قرآن کی تعلیم حاصل کرنا
قرآن کی تعلیم دینا
یہ سب عورت کے بھی حقوق میں سے ہیں

آج کی سوسائٹی میں جاب کے لیے عورت پر کوئی پابندی نہیں۔ اگر وہ اپنے رب کا کلام سیکھنا چاہے، اگر وہ اپنے نبی کی احادیث سیکھنا چاہے تو فوری طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھ لو، روزے رکھ لو یہ آپ کے لیے کافی ہے۔ یوں پابند کر کے رکھنا کسی کے لیے درست نہیں ہے۔

شوہر کی تو یہ ذمہ داری ہے اگر اس کی بیوی دین کا علم نہیں رکھتی تو وہ اپنی بیوی کو دین سکھانے کے لیے لے کر بھی جائے گا لے کر بھی آئے گا ورنہ انتظام کر کے دے گا کیونکہ اگر عورت نہیں سیکھے گی تو تربیت کیسے کرے گی؟

جہاں تک عبادت کا تعلق ہے
عبادت رب کے قرب کا ذریعہ ہے
زندگی کا مقصد ہے
انسان کو عبادت ہی تو افضل انسان بنانے والی ہے

عبادت ہمارا حق ہے
عبادت گاہوں میں جانا ہمارا حق ہے
ہمیں اس حق سے محروم نہ کیجئے۔

خدمت میرا حق ہے

حدیث قدسی ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو نے میری خبر نہ لی۔ وہ کہے گا کہ اے میرے رب! میں تیری خبر کیسے لیتا؟ تو تو سارے جہان کا مالک ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھے معلوم نہیں ہے کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا، تو نے اس کی خبر نہ لی؟ اگر تو اس کی خبر لیتا تو تو مجھے اس کے نزدیک پاتا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا، تو نے مجھے کھانا نہ دیا۔ وہ کہے گا کہ اے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا؟ تو سارے جہاں کا مالک ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو نہیں جانتا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے اس کو نہ کھلایا؟ اگر تو اس کو کھلاتا تو اس کا ثواب میرے پاس پاتا۔ اے آدم کے بیٹے میں نے تجھ سے پانی مانگا، لیکن تو نے مجھ کو پانی نہ پلایا۔ بندہ بولے گا کہ میں تجھے کیسے پلاتا تو تو سارے جہان کا مالک ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا، تو نے اس کو نہیں پلایا۔ اگر اس کو پلاتا تو اس کا بدلہ میرے پاس پاتا۔ (مسلم:6556)

کسی کی بھوک مٹانا

کسی کو پانی پلانا

کسی کی عیادت کرنا کتنا بڑا عمل ہے

اللہ تعالیٰ نے اس کام کے کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

اگر تم یہ کام کرتے تو مجھے وہاں موجود پاتے

رب کے قرب اور تعلق کا کیسا خوبصورت طریقہ ہے

ہاں ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے

اس کے کنبے کی نگہداشت کرنا

اس کے کنبے کے حقوق کا خیال رکھنا

انسانوں کی خدمت ہے

خدمت دنیاداری کا عمل نہیں ہے

خدمت حقیقی دین داری ہے

خدمت عین عبادت ہے

آپ قرآن حکیم کو کھول کر دیکھیں، نبی ﷺ کی سنت کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ جہاں بدنی عبادت نماز کا حکم ہے تو کتنے ہی مقامات پر اس کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کس مقصد کے لیے ہے؟

انسان جب اپنے جیسے انسانوں کا حق تسلیم کر کے مال میں سے فرض حصہ نکالتا ہے تو یہی حصہ انسانوں کی خدمت کے لیے کام آتا ہے۔

خدمت عبادت ہے

یہ اتنی بڑی عبادت ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: ”اللہ کی قسم! جو صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس کے خلاف جہاد کروں گا۔“ (بخاری:1400)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾

''اور اُنہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس حال میں کہ وہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والے، یکسو ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط دین ہے۔'' (سورۃ البینۃ:5) اس آیت میں جہاں نماز کی اقامت کا حکم ہے تو وہاں پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم ہے۔

زکوٰۃ انسانوں کی خدمت، ان کے دکھوں کو دور کرنے، رفاہی کاموں اور دین کی حفاظت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دین کی حفاظت بذات خود بڑا رفاہی کام ہے یہ انسانوں کی خدمت ہے

انسان محنت سے جو کمائی کرتا ہے اس کمائی کو اپنا حق سمجھتا ہے یہی خودغرضی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ محنت سے کمائے ہوئے مال پر اپنے جیسے انسانوں کا بھی حق تسلیم کرلے۔ سچی بات یہ ہے کہ دنیا میں عام طور پر لوگ اپنے لیے اور اپنے خاندان کے لیے جیتے ہیں۔

مفاد پرستی کبھی خدمت کا جذبہ پیدا نہیں ہونے دیتی

یہ سوچ بھی ایسے انسان کے ذہن میں نہیں آتی کہ وہ دوسروں کے لیے کیسے نفع مند ہوسکتا ہے

اللہ رب العزت کے سارے رسولوں نے انسانوں کے لیے نفع مندی کا درس دیا

رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں فرمایا: ''وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہیں جو دوسرے لوگوں کے لیے زیادہ فائدہ مند ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ اعمال یہ ہیں کہ مسلمان کا اپنے بھائی کو خوش کرنا، اس سے کوئی تکلیف دور کرنا، اس کا قرض

چکانا اور اسے کھانا کھلانا۔ مجھے کسی بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کے ساتھ چلنا اس مسجد نبوی میں ایک مہینہ اعتکاف کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ:2593)

لوگوں کے لیے نفع مند وہی ہوسکتا ہے جو خود غرضی کی دلدل سے نکل آئے

جس کے سامنے اپنی غرض ہو

اپنے اہل وعیال کی غرض ہو

اس کے سامنے معاشرے کے دیگر افراد کی غرض کب آتی ہے؟

وہ کب امت کے بارے میں اور کب انسانیت کے بارے میں سوچ سکتا ہے؟

یہ سوچ تب کسی کے ذہن میں آتی ہے

جب وہ اپنی غرض سے اوپر اٹھ کر دوسرے کی مصیبت کو محسوس کرتا ہے

جس کو دوسرے کی مصیبت کا احساس ہو جائے

یہی احساس تو ہے جس سے خدمت کا جذبہ ابھرتا ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کے ذریعے سے اس خدمت کے جذبے کو ابھارا ہے

ہم رسول اللہ ﷺ کی مجالس میں دیکھتے ہیں تو کہیں ہمیں نظر آتا ہے کہ سوال کرتے ہیں: ''آج کے دن تم میں سے کون روزہ دار ہے؟'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج کے دن تم میں سے کون جنازے کے ساتھ گیا؟'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج کے دن تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج کے دن تم میں سے کس نے بیمار کی عیادت کی؟'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس میں یہ سب باتیں جمع ہوں وہ جنت میں جائے گا۔'' (مسلم:6182)

اللہ تعالیٰ ہمیں خدمت کی اہمیت کا شعور عطا فرمائیں۔ (آمین)

خدمت ایسے انسان کے دل سے اٹھنے والا جذبہ ہے جس کا دل اپنی ذات کے علاوہ دوسرے انسانوں کے حق کو بھی تسلیم کر لیتا ہے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بعثت کے موقع پر محمد رسول اللہ ﷺ کی کیسی عظیم گواہی دی تھی

جب آپ ﷺ گھبرائے ہوئے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کہا کہ آپ مجھے چادر اوڑھا دیجئے، پھر چادر لپیٹ کر لیٹ گئے۔ کچھ دیر کے بعد اٹھے اور کہنے لگے: مجھے میری جان کا ڈر ہے تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کی گواہی دیتے ہوئے کہا تھا:

اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہ کرے گا

یقینا آپ صلہ رحمی کرتے ہیں

درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں

تہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں

مہمان کی میزبانی کرتے ہیں

اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں۔'' (صحیح بخاری:3)

اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ یقینا آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، آپ تو درماندوں کو کما کر دیتے ہیں، بیواؤں کی خدمت کرتے ہیں، آپ مہمان نوازی کرتے ہیں، آپ مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔

وہ عظیم شہادت جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دی تھی

وہ آپ ﷺ کی خدمت کی تھی

آپ لوگوں کے خادم ہیں

آپ لوگوں کا دکھ اٹھاتے ہیں

ان کا درد بانٹتے ہیں

ان کے ہمدرد ہیں

ایک وہ حق ہے جو ہم پر فرض ہے کہ ہم اس کو زکوٰۃ کی صورت میں ادا کریں

اللہ کے رسول ﷺ جو کام کرتے تھے وہ کام نرالا تھا

آپ تو اس لیے کماتے تھے کہ آپ بے سہارا لوگوں اور بیواؤں کی مدد کر سکیں

کچھ عرصہ پہلے پاکستان کی نامور شخصیت کا انتقال ہوا۔ یقیناً انسانوں کی خدمت کے لیے عبدالستار ایدھی صاحب کا بہت بڑا کردار ہے۔ کسی نے اس موقع پر یہ میسج دیا کہ ہمارے نبی ﷺ بیواؤں سے شادی کرتے تھے اور عبدالستار ایدھی صاحب نے بیواؤں کی خدمت کی ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ اپنی تاریخ سے ضرور واقفیت حاصل کرنی چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنے رسول ہی کے بارے میں نہیں جانتے

انہوں نے کیسے زندگی گزاری تھی

آپ ﷺ کی زندگی خدمت سے عبارت ہے

آپ کی زندگی کے تین بنیادی پہلو تھے:

ایک آپ کا اپنے رب سے تعلق ہے

دوسرا آپ کا اسوہ حسنہ یعنی آپ کے دوسروں لوگوں سے بہترین تعلقات

تیسرا آپ کی شخصیت کا جو اصل پہلو ہے وہ انسانیت کی خدمت ہے

آپ ﷺ نے اس کے لیے کس طرح سے لوگوں کو توجہ دلائی۔

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔'' (بخاری:7376)

اور فرمایا: ''رحم کرنے والوں پر رحمان بھی رحم کرتا ہے۔ زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا''۔ (ترمذی:1924)

وہ جیسے الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا وہ اسی حدیث کی تعبیر ہی تو ہے۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر

خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ رحم کا معاملہ ہو تو آسان سادہ معاملہ ہے کہ اپنے جیسے انسانوں پر رحم کھائیں آپ پر رحمت کی جائے گی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کسی مسلمان کی دنیا کی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور کی اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے بعض پریشانیاں دور فرمادے گا اور جو کسی مسلمان کا عیب ڈھانپے گا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا عیب ڈھانپے گا اور اللہ تعالیٰ بندے کا مددگار ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کا مددگار ہے۔'' (ابن ماجہ:225)

کیسا پیارا دین ہے

یہاں تو ہر راستہ خدمت کا راستہ ہے

ہمارے دین میں کبھی خدمت اتنی اوپر چلی جاتی ہے کہ حکم دیا جاتا ہے کہ اگر خدمت نہیں ہوسکتی تو یہ عبادت کرلو۔

مثال کے طور پر جب ہم اسلامی عبادات میں کفارے کے تصور کو دیکھتے ہیں تو قسم کا کفارا یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا کپڑے پہنا دے یا ایک غلام کو آزاد کردے اور اگر یہ نہیں ہوسکتا تو تین روزے رکھ لے۔ صحیح معنوں میں اگر دیکھیں تو خدمت کا ایک طریقہ ہے کھانا کھلانا، دوسرا طریقہ ہے لباس پہنانا اور تیسرا طریقہ آزادی ہے۔ اگر یہ تینوں کام ہونے ممکن نہیں ہیں تو پھر روزے رکھ لو۔ روزے نمبر ایک پر نہیں، دو پر بھی نہیں، تین پر نہیں۔ حالانکہ روزہ ایسا عمل ہے جس کے بارے میں رب العزت فرماتے ہیں کہ انسان کا ہر نیک عمل خود اسی کے لیے ہے مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ (بخاری:1904) اسی طرح سے جب روزوں کی فرضیت کا ابتدائی حکم آیا تھا تو اختیار

تھا کہ یا روزہ رکھ لو یا ایک مسکین کو کھانا کھلا دو۔یعنی یا تو ایسی عبادت کرلو جو آپ کے رب سے متعلق ہے یا انسانوں کی خدمت کرلو۔

حج کے دنوں میں کچھ پابندیاں ہیں۔اگر احرام کی پابندی پوری نہ ہو سکے مثال کے طور پر جیسے کسی کے سر میں تکلیف ہو جائے اور اس کے لیے سر منڈوانا ضروری ہو جائے تو اسے کفارہ ادا کرنا ہے اور اس کفارے میں بھی خدمت کے کام مقرر ہیں۔اسی طرح سے کوئی اپنی بیوی کو اپنی ماں جیسی کہہ لے تو اس کے لیے بھی یہ کفارہ مقرر کیا گیا کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا دو ماہ کے لگاتار روزے رکھ لے۔

خدمت کے حوالے سے یہ بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ایک تو وہ کام ہیں جو وقتی طور پر کیے جاتے ہیں جیسے کسی کو کھانا کھلا دیا، کسی کو کپڑے پہنا دیئے، کسی بیمار کو دوا لے دی یہ ایسے کام ہیں جن کا یقینا نفع ہے، بھوک مٹتی ہے، پیاس مٹتی ہے۔

لیکن خدمت کے ایسے کام بھی کرنا بہت ضروری ہے جن کا نفع بعد میں بھی برقرار رہے جیسے کسی کو معاشی طور پر خود مختار بنا دیا جائے تو یہ عظیم خدمت ہے

نبی ﷺ نے جو طریقہ کار ہمیں سکھایا اس سے انسانوں کے درمیان باہمی تعاون، ہمدردی اور ایثار کے جذبات ابھرتے ہیں کہ ہر ایک دوسرے کے دکھ کا احساس کرے، ہر ایک دوسرے کی مدد کے لیے تیار رہے۔میں سمجھتی ہوں کہ دنیا میں جہاں کہیں (Charity) کے کام ہو رہے ہیں، اسلام کے سوا کہیں بھی (Charity) کے ساتھ انسانوں کے جذبے کو ایسے متعلق نہیں کیا گیا کہ انسان اسے اپنی ذاتی ذمہ داری سمجھے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی ضمانت بنے۔اللہ تعالیٰ سے اجر کی توقع ہو تو لطف کتنا دوبالا ہو جاتا ہے۔

ہمارا دین دینِ رحمت ہے

یہ خدمت کا دین ہے

خدمت عبادت ہے

اس عبادت میں اگر مرد کو حق دیا گیا

تو عورت کو بھی پورا پورا حق دیا گیا

خدمت نیکی ہے

نیکی عبادت ہے

عبادت سب کا حق ہے

خدمت کے اس حق کو مزید سمجھنے کی ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں فہم عطا فرمائے۔
(آمین)

خدمت خلق میرا حق ہے

مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے

اللہ تعالیٰ کے کنبے کی خدمت کرنا عبادت ہے

خدمت احسان ہے

خدمت صدقہ ہے

کون ہے جو صدقہ کرنا نہ چاہے

خدمت وہی کر سکتا ہے جو اپنے رب سے محبت کرتا ہے

رب سے محبت کرنے والے کو اس رب کا کنبہ بھی عزیز ہو جاتا ہے

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابن آدم کے ہر جوڑ پر صبح ہوتے ہی (بطور شکرانے کے) ایک صدقہ ہوتا ہے،

اب اگر وہ کسی ملنے والے کو سلام کرے تو یہ ایک صدقہ ہے

کسی کو بھلائی کا حکم دے تو یہ بھی صدقہ ہے

برائی سے روکے یہ بھی صدقہ ہے

راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دے تو یہ بھی صدقہ ہے

اپنی بیوی سے صحبت کرے تو یہ بھی صدقہ ہے

البتہ ان سب کے بجائے

اگر دو رکعت نماز چاشت کے وقت پڑھ لے تو یہ ان سب کی طرف سے کافی ہے‘‘ (ابوداؤد:1285)

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

تمہارا اپنے بھائی کے آگے مسکرانا تمہارے لیے صدقہ ہے

اور تمہارا اچھی بات کا حکم کرنا اور بُری بات سے منع کرنا صدقہ ہے

اور کسی کو بھولی ہوئی جگہ میں راہ بتلا دینا تمہارے لیے صدقہ ہے

اور تمہارا اس کے واسطے راہ دیکھنا کہ جس کی آنکھ نہ ہو صدقہ ہے

اور راہ سے پتھر، کانٹے اور ہڈی کا راہ سے دور کر دینا تمہاے لیے صدقہ ہے

اور اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا تمہارے لیے صدقہ ہے۔‘‘ (ترمذی:1956)

صدقہ کی یہ مختلف صورتیں ہیں یعنی ان میں سے ہر صورت ایسی ہے جو تمہارے لیے اجر وثواب کا باعث بنے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے یہاں نماز پڑھنے، ذکر، دعا اور تلاوت کرنے کو دین کا حصہ سمجھا جاتا ہے لیکن جہاں تک انسان کی خدمت کا تعلق ہے تو ایک بڑی تعداد دین میں اس کی حقیقت کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ میں جب مدینہ کی سوسائٹی کو دیکھتی ہوں تو مجھے حیرت ہوتی ہے کہ خواتین، مرد، بچے سب کے سب کیسے دوسروں کے لیے خدمت گزار تھے۔ خدمت کا ایک طریقہ عیادت ہے۔ خود نبی ﷺ عیادت کے لیے رغبت دلاتے تھے اور خود بھی عیادت کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک یہودی لڑکے کی عیادت کی جو قریب المرگ تھا۔ اسے اسلام کی دعوت دی اور اس نے اپنے والد کی اجازت سے اسلام قبول کیا اور اس کی جان جانِ آفریں کے سپرد ہو گئی۔ (ابوداؤد:3095) اس سوسائٹی کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے یقین دلایا تھا کہ جو قدم اللہ تعالیٰ کے راستے میں کسی کی خدمت کے لیے اٹھے گا تمہارے لیے وہ کس طرح سے خیر کا سبب بن جائے گا۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدل چل کر میری عیادت کے لیے آئے، اور میں (مدینہ سے دور) قبیلہ بنوسلمہ میں تھا۔ (ابن ماجہ:1436)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے آئے وہ جنت کے کھجور کے باغ میں چل رہا ہے یہاں تک کہ وہ بیٹھ جائے، جب بیٹھ جائے، تو رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے، اگر صبح کے وقت عیادت کے لیے گیا ہوتو ستر ہزار فرشتے شام تک اس کے لیے دعا کرتے ہیں، اور اگر شام کا وقت ہوتو ستر ہزار فرشتے صبح تک اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔'' (سنن ابن ماجہ:1442)

کسی مسلمان کی عیادت کرنا عظیم اجر وثواب کا باعث ہے

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور عافیت عطا فرمائے

آپ ذرا ایک لمحے کے لیے اپنے آپ کو اس کیفیت میں لے جا کر دیکھئے کہ آپ بیمار ہیں

بیماری میں انسان حساس بھی ہو جاتا ہے اور اس کی امید بھی متاثر ہو جاتی ہے

ایسے میں کس قدر ضرورت ہوتی ہے کہ

کوئی عیادت کے لیے آئے اور اس کو دعا دے

﴿لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَآءَ اللّٰه﴾

''کوئی فکر نہیں ان شاء اللہ یہ بیماری گناہ سے پاک کردے گی۔'' (بخاری:3616)

سیدہ ام علاء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں بیمار ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے اور فرمایا: ''اے ام علاء! تمہیں خوشخبری ہو بلاشبہ مسلمان کی بیماری کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے جیسے کہ آگ سونے اور چاندی کا کھوٹ نکال دیتی ہے۔'' (صحیح ابوداؤد:3092)

مرد تو عیادت کرتے تھے خواتین بھی اس فریضہ میں پیچھے نہیں تھیں

سیدہ ام الدرداء رضی اللہ عنہا کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ ایک انصاری صحابی کی عیادت کے لیے گئی تھیں۔ (بخاری:5654)

اس دور کے مسلمانوں نے دین کی اصل حقیقت کو پالیا تھا۔

خاندان کے افراد تو ایک دوسرے کی (care) کرتے ہیں لیکن اس دور میں اسلامی خاندان بھی ایسا تھا کہ لوگ ایک دوسرے کی دیکھ بھال کرتے تھے۔

ایک دوسرے کی کیئر کرنا، ہمسایوں کا خیال رکھنا اور بیماری میں ایک دوسرے کا ساتھ دینا لوگوں کو قریب لے آتا ہے۔ اس سے باہمی محبت بڑھتی ہے اور

معاشرے کے افراد جب ایک دوسرے کے لیے محبت اور غم خواری کے جذبات رکھتے ہیں تو معاشرے میں اطمینان کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔

ہم اس دور میں دیکھتے ہیں کہ مرد نیکی کے کام کرتے تھے تو خواتین کسی طور پر پیچھے نہیں رہنا چاہتی تھیں۔ اس لیے کہ وہ سمجھتی تھیں کہ یہ نیکی اللہ تعالیٰ کے قرب کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے۔

اچھے اسلام کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے جن چیزوں کی طرف توجہ دلائی ان میں دو یہ ہیں: سلام کو عام کرو اور کھانا کھلاؤ۔ (بخاری:12)

اپنے پیاروں اور دوستوں کو کھانا کھلانا آسان ہے لیکن کوئی مشکل گھاٹی ہے جس کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:

﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (11) وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ (12) فَكُّ رَقَبَةٍ (13) أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ (14) يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ (15) أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ﴾

”سو وہ دشوار گزار گھاٹی میں داخل نہیں ہوا۔ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار

گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا۔ یا بھوک والے دن کھانا کھلانا۔ کسی رشتہ دار یتیم کو۔ یا خاک نشین محتاج کو۔'' (سورۃ البلد)

یہ مشکل گھاٹی کسی قریبی یتیم کو یا کسی خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ یہ ایسے کام ہیں جن کے لیے انسان کو واقعتاً اپنے نفس کی گھاٹی عبور کرنی پڑتی ہے۔ کھانا کھلانا عبادت ہے اور بہت بڑا عمل ہے۔ قرآن مجید میں اگر ہم دیکھیں طعام اور طعم کا 48 مقامات پر تذکرہ ملتا ہے۔ اس میں سے ایک تہائی یعنی 16 مقامات ایسے ہیں جہاں کھانا کھلانے کی واضح ترغیب دلائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ جو اپنے لیے دو وقت کے کھانے کا انتظام نہیں کر سکتے آپ کے دل میں ان کے لیے درد ہونا چاہیے۔ آپ کو کھانا کتنا ہی محبوب ہو، آپ کو انہیں کھانا کھلانا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی صفت بیان کی ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں کہ وہ کھانے کی محبت کے باوجود مسکین کو، یتیم کو اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

فرمایا: ﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَيَتِيْمًا وَأَسِيْرًا﴾

''اور وہ باوجود اس (کھانے) کی محبت کے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔'' (الدھر:8)

اور اس کا یوں بھی ترجمہ کیا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین کو، یتیم کو اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ان کا کوئی رشتہ نہیں ہے نہ مسکین سے، نہ قیدی سے، اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا کوئی دوسرا محرک نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ کھانا کھلاتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت جس دل میں ہوتی ہے وہ دل مخلوق کے لیے نرم پڑ جاتا ہے، ایسا انسان مخلوق کے لیے ہمدرد بن جاتا ہے۔ یہ ہمدردی نیکی کی شروعات میں سے ہے۔ نیکی یہیں سے ابھرتی ہے۔ وہ جو عظیم ہے، وہ جو کائنات کا خالق ہے، اس سے اجر کی توقع اور اس کے عذاب کا خوف دو

ایسی چیزیں ہیں جو انسان سے بڑے سے بڑے کام کروا لیتی ہیں اور بڑی گھاٹی کو عبور کروا لیتی ہیں۔

کھانا کھلانا ایسا عمل ہے جس کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر دم تیار رہتے تھے

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ ایک صاحب (خود ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ہی مراد ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھوکے حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ازواجِ مطہرات کے یہاں بھیجا (تا کہ ان کو کھانا کھلا دیں)۔ ازواج نے کہلا بھیجا کہ ہمارے پاس پانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی کون مہمانی کرے گا؟ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ بولے: ''میں کروں گا۔'' چنانچہ وہ ان کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی خاطر تواضع کرنی ہے۔ بیوی نے کہا کہ گھر میں بچوں کے کھانے کے سوا اور کوئی چیز بھی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: جو کچھ بھی ہے اسے نکال دو اور چراغ جلا لو اور بچے اگر کھانا مانگتے ہیں تو انہیں سلا دو۔ بیوی نے کھانا نکال دیا اور چراغ جلا دیا اور اپنے بچوں کو (بھوکا) سلا دیا۔ پھر وہ دکھا تو یہ رہی تھیں جیسے چراغ درست کر رہی ہوں لیکن انہوں نے اسے بجھا دیا۔ اس کے بعد دونوں میاں بیوی مہمان پر ظاہر کرنے لگے کہ گویا وہ بھی ان کے ساتھ کھا رہے ہیں لیکن ان دونوں نے (اپنے بچوں سمیت رات) فاقہ سے گزار دی، صبح کے وقت جب وہ صحابی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم دونوں میاں بیوی کے نیک عمل پر رات کو اللہ تعالیٰ مسکرا دیے (یا یہ فرمایا کہ اسے) پسند کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''اور وہ (انصار) ترجیح دیتے ہیں اپنے نفسوں کے اوپر (دوسرے غریب صحابہ رضی اللہ عنہم کو) اگرچہ وہ خود بھی فاقہ ہی میں ہوں اور جو اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا گیا، سو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' (بخاری: 3798) کیا کیفیت ہوگی سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے دل کی جب انہیں پتہ

چلا ہوگا کہ ان کے عمل پر اللہ تعالیٰ مسکرا دیے۔ زمین پر رہنے والے ذرے سے بھی حقیر انسان کی کائنات کے مقابلے میں کیا اوقات ہے۔ انسان چھوٹا سا عمل کرے اور جہانوں کا بادشاہ مسکرا دے! ہاں وہ اسی رب کی محبت میں کھانا کھلاتے تھے۔

وہ تبدیلی جو مدینہ کے لوگوں کے اندر آئی تھی وہ کتنی عظیم تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کو پانچ برس بیتے ہیں، حبشہ میں نجاشی کے دربار میں سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ تقریر کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

''اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے، بتوں کی پرستش کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، برے کام کرتے تھے، قطع رحمی کرتے تھے، پڑوسیوں کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے اور ہمارا قوی آدمی ضعیف کو کھا رہا تھا، ہمارے یہی حالات تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول مبعوث فرمایا، ہم اس کے نسب، صدق، امانت اور پاکدامنی کو جانتے تھے، اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی کہ اس کو ایک تسلیم کریں، اس کی عبادت کریں اور ان پتھروں اور بتوں سے باز آجائیں کہ جن کی ہم اور ہمارے آباء عبادت کرتے تھے، نیز اس نبی نے ہمیں سچی بات، ادائے امانت، صلہ رحمی اور بہترین پڑوس اختیار کرنے کا اور حرام کاموں سے اور قتل سے رکنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ نے ہمیں برے امور، جھوٹ بات، یتیم کا مال کھانے سے اور پاکدامن خاتون پر تہمت لگانے سے منع کیا۔ نیز آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، جو کہ یکتا و یگانہ ہے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، نماز اور زکاۃ ادا کریں اور روزے رکھیں۔

اس طرح سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے سامنے امورِ اسلام کا ذکر کیا اور پھر کہا: پس ہم نے اس رسول کی تصدیق کی، اس کے ساتھ ایمان لائے، آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی پیروی کی، اللہ تعالیٰ کی عبادت کی، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا، جس

چیز کو آپ ﷺ نے ہم پر حرام قرار دیا، ہم نے اس کو حرام سمجھا اور جس چیز کو آپ ﷺ نے ہمارے لیے حلال قرار دیا، ہم نے اس کو حلال سمجھا۔ ان وجوہات کی بنا پر ہماری قوم نے ہم پر زیادتی کی، ہمیں ایذا پہنچائی، ہمارے دین کے بارے میں ہمیں فتنے میں ڈالا تاکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بجائے بتوں کی عبادت کی طرف لے جائیں اور ان خبیث چیزوں کو حلال سمجھیں، جن کو ہم جاہلیت میں حلال سمجھتے تھے، پھر جب ان لوگوں نے ہم پر سختی کی، ہم پر ظلم کیا، ہمیں مشقت میں ڈالا اور ہمارے اور ہمارے دین کے مابین حائل ہونا چاہا تو ہم آپ کے ملک کی طرف آ گئے۔'' (مسند احمد:10540)

پیغمبروں کی دعوت حقیقت میں انسانوں سے حسن معاملہ کی دعوت رہی ہے

سورہ البقرہ میں نیکی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾

''نیکی یہی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف پھیر دو لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو آدمی اللہ تعالیٰ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال دے اس کی محبت کے باوجود رشتہ داروں، یتیموں مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور غلاموں کو چھڑانے میں اور نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کی اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں جب وہ عہد کریں اور

تنگ دستی، تکلیف اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہوں، یہی لوگ ہیں جنھوں نے سچ کہا اور یہی متقی لوگ ہیں۔'' (البقرہ:177)

مال خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی مدد ہوتی ہے اور بندے کو اجر ملتا ہے

وہ یتیم جن کے سر سے باپ کی شفقت کا سایہ اٹھ جاتا ہے، ان یتیموں کے بارے میں بہت سی آیات نازل ہوئیں اور اس کے نتیجے میں صحابہ کرامؓ ان کے معاملے میں نہایت فکر مند ہو گئے۔ یتیموں کی خدمت کے لیے سب سے پہلا حق خاندان کا ہے۔ جب آپ ﷺ کے چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کی بیٹی چھوٹی تھیں۔ کتنے ہی لوگ چاہتے تھے کہ ہم انہیں اپنی کفالت میں لے لیں تو آپ ﷺ نے کفالت کا حق خالہ کو دیا کہ خالہ ماں کے قائم مقام ہوتی ہے۔ (صحیحہ:2716)

میں یہ سمجھتی ہوں کہ حق اور فرض دونوں الفاظ میں سے فرض کا لفظ استعمال کیا جائے تو یہ انسان کو زیادہ رغبت نہیں دلاتا

جہاں انسان کو مال ملے اسے لگتا ہے کہ یہ میرا حق ہے حالانکہ مال کی ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں۔

اسی طرح سے جب اجر ملتا ہے تو اجر والے سارے کام بھی ہمارا حق ہیں۔

خدمت عبادت ہے

خدمت صدقہ ہے

خدمت نیکی اور احسان کا کام ہے

خدمت کرنا جیسے مرد کا حق ہے اسی طرح سے عورت کا حق بھی ہے

اسلام نے عورت کو اس حق سے محروم نہیں کیا۔

عیادت کرنا

کھانا کھلانا

تیمار داری کرنا

میت کو غسل دینا

یتیموں کی خدمت کرنا

بھوکے کو کھانا کھلانا

بے لباس کو لباس پہنانا

مصیبت میں گھرے ہوئے کی مدد کرنا

یہ کام اکیلے بھی ہو سکتے ہیں اور مشترکہ طور پر بھی ہو سکتے ہیں۔

آج کے دور میں بہت ساری تنظیمیں وجود میں آئی ہیں تاکہ وہ آگے بڑھ کر ان خدمات کو انجام دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے اس کے لیے جس طرح ہر شخص کے دل میں محبت پیدا کی ہے ان ساری خدمات کا حق تب ہی ادا ہوسکتا ہے۔ جب معاشروں کے اندر افراد کام نہیں کرتے تو توجہ اور ترغیب کے لیے بہت سے کام اجتماعی طور پر بھی کیے جاتے ہیں لیکن اصلاً یہ مقصد واضح رکھنا چاہیے کہ ہمیں ہر فرد کو اس کام کے لیے تیار کرنا ہے کہ شوق اور رغبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کنبے کی خدمت کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں سمجھ بھی دے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے، اس کے کنبے کے لیے ہم جو کام کریں اسے قبول بھی کر لیں۔ (آمین)

والدین کی خدمت میرا حق ہے

والدین جو محبت اور شفقت اپنی اولاد سے کرتے ہیں وہ ان کے خون میں رچی بسی ہوتی ہے۔ایک ناتواں جان جب ماں کے پیٹ کے اندر ہوتی ہے تو ماں کیسے کمزوری پہ کمزوری اٹھاتی ہے۔نو ماہ تک ماں اپنے پسندیدہ کھانے چھوڑ دیتی ہے،اپنی مصروفیات کو بدل دیتی ہے اس کی پوری زندگی بچے کے گرد گھوم جاتی ہے۔نو ماہ بچے کی پرورش کیسے ہوتی ہے؟ نو ماہ ماں اپنا لہو پلاتی ہے تب جا کر بچہ مکمل طور پر پیدائش کے قابل ہوتا ہے اور بچے کی پیدائش کے بعد دو سال تک ماں کی ساری غذا،غذا کا بہترین حصہ دودھ میں تبدیل ہوتا ہے۔وہ اپنی زندگی کا قیمتی حصہ دودھ کی صورت میں بچے کو پلاتی ہے اور باپ کس طرح سے کما کر لاتا ہے۔اپنے بچوں کی محبت کی وجہ سے کس طرح ان بچوں کے مستقبل کی فکر کرتا ہے۔

ماں اور باپ دونوں ہی ان بچوں کے لیے اپنی جوانی گلا دیتے ہیں

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری ماں ہے پھر پوچھا اس کے بعد کون؟ فرمایا تمہاری ماں۔**انھوں نے پھر پوچھا اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں۔انھوں نے پوچھا پھر اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا باپ ہے۔"** (صحیح بخاری کتاب الادب باب البر والصلۃ :5971)(مسلم:6500)

اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ماں اور باپ جتنی تکلیف اٹھاتے ہیں اسی نسبت سے اللہ پاک نے ان کا حق بھی مقرر کیا ہے۔

اللہ پاک کا حکم ہے:

﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾

اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (بنی اسرائیل:23)

﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾

اور ان کے لیے تواضع کا بازو رحم دلی سے جھکائے رکھو۔ (بنی اسرائیل:24)

ایسا لگتا ہے کوئی پرندہ ہے جو اڑنے کے لیے پر کھولے ہوئے ہے تو اللہ پاک حکم دیتے ہیں کہ یہ مقام نہیں ہے جہاں تم نے اڑنے کے لیے پر پھیلانے ہیں، جہاں اڑنے کی تیاری کرنی ہے اپنے پر جھکا دو اور کیسے جھکا دو؟ ان دونوں کے لیے رحمت کے ساتھ اپنے پروں کو بچھا دو اور جھکا دو۔

اللہ تعالیٰ نے کس طرح سے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی توجہ دلائی کہ تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بعد فیصلہ والدین کے حق میں ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے ایک یا دونوں تمھارے پاس بوڑھے ہو جائیں تو انہیں اف تک نہیں کہنا۔ ان کے ساتھ کریم بات کرنی ہے۔ ان کے ساتھ عزت کے ساتھ بات کرنی ہے اور ان کے لیے دعا کرنی ہے۔

﴿وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيرًا﴾

اور کہو کہ اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم فرما جیسے اُن دونوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا۔ (سورۃ بنی اسرائیل:24)

﴿أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ ۭ إِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾

(ہم نے اسے حکم دیا) کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی۔ میری طرف ہی پلٹنا ہے (سورۃ لقمان:14)

یہ بات سادہ نہیں ہے۔ میرے لیے اور اپنے والدین کے لیے شکر گزاری اختیار کرو اور دیکھو تم نے لوٹ کر میرے پاس آنا ہے۔ تمھاری accountabilty ہو گی۔ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں تمھیں حساب کتاب دینا ہو گا۔ سچی بات یہ ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک دنیا اور آخرت کے لیے ناگزیر ہے۔ والدین کی خدمت کرنا اس وقت تک تو لڑکی اور لڑکے دونوں کے لیے ممکن ہوتا ہے جس وقت تک وہ ماں باپ کے گھر ہوتے ہیں۔ جب لڑکی کی شادی ہو جاتی ہے تو تب ماں باپ کے مقابلے میں شوہر کا حق فائق ہو جاتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! ایک عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے شوہر کا۔'' پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: ''ایک لڑکے پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک مرد پر سب سے زیادہ حق اس کی ماں کا ہے۔'' (مسند بزار، حسن، مجمع الزوائد: 308/4)

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شادی ہونے کے بعد بھی مرد تو اپنے ماں باپ کا حق پہلے نمبر پر ادا کرے گا۔ ترجیحات ہیں کیونکہ اس کی ذمہ داری ہے نوعیت کا فرق ہے لیکن خاندانی نظام کو چلانے کے لیے لڑکی جو کہ اب مرد کی بیوی ہے وہ اب مرد کو فوقیت دے کیونکہ اس کے بغیر نظام چل نہیں سکتا۔ پھر مرد والدین کی خدمت کیسے کرے؟ ان کا خیال کیسے رکھے؟ بات ہے صلہ رحمی کی ماں باپ کی وجہ سے جو رشتے داریاں وجود میں آتی ہیں ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اتنا بڑا درجہ رکھتا ہے کہ اللہ پاک نے یہ ارشاد فرمایا

ہے جیسے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میں رحمن ہوں اور (رحم) (ناتا) ہی ہے جس کا نام میں نے اپنے نام سے مشتق کیا ہے، لہٰذا جو اسے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو اسے کاٹے گا، میں اسے کاٹ دوں گا"۔ (سنن ابوداؤد:1694)

تو رشتے داری رشتے داروں کے ساتھ بعد میں ہے، پہلے والدین کے ساتھ ہے۔ بہت لوگوں کو یہ مشکل پیش آتی ہے کہ شادی کے بعد انہیں والدین سے ملنے کی، ان کے ساتھ حسن معاملہ کرنے کی اجازت نہیں ملتی، اگرچہ یہ معاملات خاندانی نظام میں خلل آنے سے پہلے آپس میں مل کر طے کرنے چاہئیں لیکن مرد کو بھی یہ سمجھنا چاہیے کہ اسے خون کی رشتے داریوں کو توڑنے کا حق نہیں ہے کیونکہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا کیونکہ والدین کی خدمت کرنا ایک عورت کا بھی حق ہے جیسے ایک مرد کا حق ہے۔ اس حق سے کسی کو محروم نہیں کرنا چاہیے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ والدین کی خدمت کیسے کریں؟

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ والدین کی خدمت کرنے کے لیے ان کے کھانے کا خیال رکھ لیں، ان کے لباس کا خیال رکھ لیں، ان کی دوا کا خیال رکھ لیں تو یہی خدمت ہے۔ ماں باپ جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو اپنے بچوں کے وقت کے لیے ترستے ہیں۔ انہیں بچوں سے جو چیز سب سے زیادہ چاہیے ہوتی ہے وہ ان کا وقت ہے اور ان کا touch ہے۔

والدین کی خدمت کے طریقے

1۔ جذباتی کیئر بہت زیادہ ضروری ہے۔

کتنے ہی لوگ ہیں جو اپنے والدین کے ساتھ نہیں رہتے۔ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ

رہتے ہوئے ان کی ترجیحات بھی بدل جاتی ہیں۔ رات، دن اکٹھے رہنے کی وجہ سے وہی چیزیں زیادہ اہم محسوس ہوتی ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی میں تجربہ کیا ہوگا بوڑھے ماں باپ کے پاس جب لوگ اپنے بچوں کو لے کر آتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں دادا، دادی، نانا، نانی اپنی اگلی نسل کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے والدین بیمار ہیں، والدین تھکے ہوئے ہیں، تھکاوٹ میں وہ بہت زیادہ بچوں کی movement کو برداشت نہیں کر پاتے لیکن اپنے بچے کی وجہ سے کہہ بھی نہیں سکتے۔ بچے سمجھتے ہیں کہ ہم دل لگانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن ماں باپ اس کی وجہ سے اور زیادہ تکلیف محسوس کرتے ہیں۔

کسی خاتون نے مجھے بتایا کہ میرا بیٹا یہ سمجھتا ہے کہ وہ میری بہت خدمت کر رہا ہے۔ وہ اپنے بچوں کو بھی میرے ساتھ وابستہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن میں دیکھتی ہوں جب بھی وہ میرے پاس آتا ہے تو اس دوران وہ اپنے بچوں کے ساتھ ہی بات چیت میں مصروف رہتا ہے ہنسی مذاق میں بھی، ان کی دلجوئی میں بھی اور بعض اوقات ان کے جھگڑے ہو جائیں تو ان کو نمٹانے میں بھی تو اردگرد اس قدر زیادہ طوفان بدتمیزی ہوتا ہے کہ میرے لیے وہ سب کچھ برداشت کرنا ممکن نہیں رہتا۔ میں تو چاہتی ہوں کہ میرے بچے کی توجہ مجھے ملے۔ میرے بچے کی توجہ تو اپنے ہی بچوں میں رہتی ہے تو مجھے لگتا ہے اس سے زیادہ اچھا ہے کہ وہ میرے پاس نہ آیا کرے، وہ اسی وقت میرے پاس آئے جب وہ مجھے زیادہ توجہ دے سکتا ہے۔

میں ایک ایسی فیملی کو جانتی ہوں جنہوں نے اپنی ماں کی جذباتی کیئر کرنے کی انتہاء کر دی۔ بہن، بھائی دونوں ہی جانتے تھے، دین کا فہم بھی رکھتے تھے۔ خدمت کے حوالے سے ان کا mind بھی کلیئر تھا۔ دونوں نے اپنا اپنا الگ وقت مختص کر رکھا تھا تا کہ ماں کو بھرپور توجہ دے سکیں۔ میں خاتون سے ملنے کے لیے گئی تو انہوں نے کہا: میرا بیٹا آنے والا ہے۔

آنکھوں میں ایک عجیب نوعیت کی چمک۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جب آپ کا بیٹا آپ کے پاس آتا ہے تو وہ آپ سے کیا بات چیت کرتا ہے؟ کہنے لگیں کہ وہ مجھ سے پہاڑا سنتا ہے۔ اچھا اور کیا سنتا ہے؟ کہنے لگیں وہ مجھ سے نماز بھی سنتا ہے۔ میں نے کہا ہر روز؟ کہنے لگیں ہاں ہر روز۔ وہ مجھے آتے ہی کہتا ہے کہ آپ مجھے سبق سنائیں۔ کہتی ہیں جب وہ میرے پاس آتا ہے تو مجھ سے میری سہیلیوں کی باتیں پوچھتا ہے۔ مجھ سے میرے بچپن کی باتیں پوچھتا ہے۔ پھر میرا دل بہت خوش ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا جب آپ کے پاس آپ کا بیٹا یا بیٹی ہوتی ہے تو صورت حال فرق ہوتی ہے لیکن جب بیٹا پاس ہوتا ہے تو آپ نے واش روم جانا ہو یا باقی کے معاملات ہوں تو کس طرح سے یہ سارا سلسلہ ہوتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں اپنی ماں کو کسی اور کے سپرد نہیں کر سکتا۔ اس وقت آپ کی حالت ایسی نہیں ہے کہ آپ اپنے یہ معاملات خود لے کر چل سکیں۔ پھر میرے سارے کاموں میں میری مدد کرتا ہے۔ پھر میری بیٹی آ جاتی ہے تو میری بیٹی میرے چھوٹے چھوٹے کام سنوارتی ہے تو میرا دل اپنے بچوں سے بہت خوش اور راضی ہے۔ وہ اپنے بچوں کو کبھی میرے سر پر نہیں چڑھاتے لیکن ان کے بچے بھی مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ خاندان میں میری بات کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں ماں باپ کی خدمت کرنے کا گر آتا ہے۔

میں عام طور پر سوسائٹی میں دیکھتی ہوں بچوں کے ذہن میں اپنا بچپن پھنسا ہوا ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ یہ سمجھتے ہیں کہ ماں باپ دینے والا ہاتھ ہے۔ ان سے ہمیشہ لینا چاہیے۔ اس لیے وہ کبھی دینے والے نہیں بنتے۔ بچپن سے انہوں نے دیکھا ہوتا ہے ماں باپ ان کی خدمت کر رہے ہیں، ماں باپ ان کی Care کر رہے ہیں، سکول بھیج رہے ہیں، سکول بھیجنے کے بعد بچے بڑے ہو رہے ہیں تب بھی ان کا خیال رکھ رہے ہیں تو بچے زندگی میں کبھی بھی

لوٹا نا نہیں سیکھتے۔ ماں باپ کے پاس بھی جب بیٹھتے ہیں تو اپنی وہ باتیں کرتے ہیں جو تکلیف دیں اور بڑھاپے میں ماں باپ کو اچھی نہیں لگتیں۔

اس لیے والدین کے ساتھ تعلق رکھنا سیکھنے کی ضرورت ہے۔ ماں باپ کو اچھا لباس پہنا دینا، ان کی دوا کا خیال رکھنا، کھانے کا خیال رکھنا اہم ہے لیکن سوچیں ایسے ماحول میں ایسے موقع پر جب گھر کے سارے افراد کہیں باہر کھانا کھانے جا رہے ہوں ماں باپ کے بارے میں سمجھا جائے کہ یہ لوگ تھک جائیں گے۔ ان کا باہر جانا ان کی بیماری میں مزید اضافے کا باعث بنے گا۔ اپنی خواہشات اپنی تعلق داری تو سمجھ آتی ہے۔ بوڑھے والدین کے بارے میں صرف یہی بات ذہن میں رہتی ہے کہ ان کے لیے آرام کافی ہے۔

والدین بھی جب باہر جاتے ہیں تو ان کا بھی موڈ اچھا ہو جاتا ہے

وہ بھی زندگی کی رونقوں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں

ان کو تنہائی کی اذیت میں

یادوں کی دلدل میں ڈوبا ہوا نہ رہنے دیں

انہیں بھی اپنی خوشیوں میں شامل کریں

انہیں بھی اپنے ساتھ رکھیں جس حد تک وہ برداشت کر سکتے ہوں

پھر والدین خوش ہوتے ہیں اس بات سے کہ ان کے رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے ایک خاتون نے مجھے بتایا میری بیٹی جب میرے پاس ہوتی ہے تو کہتی ہے میں آپ کی فلاں رشتے دار سے بات کروا دیتی ہوں۔ کہتی ہے کہ مجھے اس کی اتنی اچھی بات لگتی ہے کہ جب وہ آتی ہے وہ مجھے ساروں کے ساتھ جوڑ کر چلی جاتی ہے، سب کے ساتھ بات چیت کروا دیتی ہے۔ ہر ایک کے سوچنے کا اپنا اپنا انداز ہے۔

رشتے داروں کی کیئر کی،

والدین کے رشتے داروں کو کس طرح سے خوش کیا جا سکتا ہے؟
کبھی ان کی ملاقات بھی کروائی جا سکتی ہے؟
ان کو والدین کے پاس بلوایا بھی جا سکتا ہے
اور والدین کے ہاتھوں تحائف بھی بھجوائے جا سکتے ہیں

جب تک والدین کے پاس قوت ہوتی ہے وہ اپنے رشتے کو خود جوڑنے کے لیے کوشش کرتے ہیں جب ان کی قوتیں زوال پذیر ہو جائیں تو ان کے بچوں کا فرض بنتا ہے کہ آگے بڑھ کر والدین کے رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ پھر والدین جس جس کے لیے جو چیز پسند کریں وہ چیزیں انہیں بھجوا دیں۔ والدین کے رشتے داروں کو کھانا بھجوانا، لباس، تحائف بھجوانا والدین کی خوشی کا سبب ہو سکتا ہے۔

- والدین تو سدا ہی وفا کرتے ہیں
- بچوں کو بھی والدین کے ساتھ وفا کرنے کی ضرورت ہے
- زندگی میں بھی وفا چاہیے اور جانے کے بعد بھی

والدین کے دوست احباب، والدین کے تعلق داروں کے ساتھ حسن معاملہ کرنا
ان کی خوشی غمی میں شریک ہونا یہ والدین کے ساتھ وفا ہے
والدین کے جانے کے بعد ان کے لیے صدقہ جاریہ کے کام کرنا
ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنا کتنا زیادہ ضروری ہے

یہ والدین کا حق ہے اور ان کی خدمت صرف ان کے بیٹوں کا حق نہیں ان کی بیٹیوں کا بھی حق ہے۔ والدین کی خدمت میں پیچھے نہ رہنا۔ والدین کی خدمت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگنی ضروری ہے۔ اور والدین کی خدمت سیکھنی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عزت وآبرو کی حفاظت میرا حق ہے

یہ 26 ربیع الثانی 1427ہجری کا اخبار ہے۔

رپورٹ یہ ہے کہ سعودی عرب میں بھی گھر سے بھاگنے والے لڑکیوں اور لڑکوں کی تعداد 3285 تک پہنچ گئی۔ جن میں سے 850 لڑکیاں ہیں۔ آج سے کئی سال پہلے امریکہ میں ایک رپورٹ کے مطابق روزانہ 1900 لڑکیوں کی عزت دری ہوتی ہے۔ یہ اعداد وشمار زنا بالجبر کے بارے میں ہیں جو رپورٹ ہوتے ہیں۔ جو زنا بالرضا ہوتے ہیں ان کا آپ اندازہ کر ہی نہیں سکتے ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں ہوں گے۔ اگر دیکھنا چاہیں اس رپورٹ کے مطابق چالیس، پینتالیس سیکنڈ میں ایک زنا بالجبر وہ بھی 20 فیصد لڑکیاں خود اپنے والد کی ہوس کا شکار بنتی ہیں، 26 فیصد قریبی رشتے داروں کی ہوس کا اور 51 فیصد لڑکیاں گھر میں آنے جانے والے افراد کا، باقی صرف 4 فیصد رہ جاتی ہیں جن کے کرنے والے نامعلوم لوگ ہیں۔

عالمی صورت حال دیکھیں تو جنسی بے راہ روی میں اضافہ ہوا۔ اغوا اور زنا بالجبر کے واقعات اتنی کثرت سے ہو رہے ہیں کہ حکومتوں کے لیے یہ مسئلہ بن گیا ہے۔ اہل قلم نے اپنی اپنی رائے پیش کی ہے۔ کوئی میڈیا کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔ کوئی والدین کی سختی کو سبب بتاتا ہے۔ کوئی گندی ذہنیت کو الزام ٹھہراتا ہے یہ ساری باتیں اپنی جگہ سچ ہیں۔ مگر حق یہ ہے

کہ یہ سب چیزیں اپنی جگہ قانونی حیثیت رکھتی ہیں۔

ان برائیوں کی اصل وجہ کیا ہے جس کی جانب توجہ نہیں کی جا رہی؟

اصل وجہ اللہ تعالیٰ سے دوری، اس کے دین سے دوری ہے دین کی تعلیم سے دوری ہے

ہمیں دیکھنے کی ضرورت ہے کہ ہر صورت میں عورت کی عزت، عورت کی آبرو خطرے میں ہے۔ اس خطرے کو دور کرنے کے لیے کچھ تعمیری اقدامات ہیں جو اللہ پاک نے ہمیں بتائے ہیں یعنی مثبت اقدامات اور کچھ منفی اقدامات جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے اور معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے پلان پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ جن میں سے پہلا پلان یہ ہے:

تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کا خوف

رب العزت نے فرمایا:

﴿يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾

اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو گے تو وہ تمہیں ایک کسوٹی بہم پہنچائے گا۔ اور تمہاری برائیاں تم سے دور کر دے گا۔ اور تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل والا ہے۔ (الانفال:29)

رب العزت نے یہ بھی فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾

یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے جب انہیں شیطان کے اثر سے کوئی بُرا خیال

چھو بھی جاتا ہے تو وہ فوراً چونک پڑتے ہیں، پھر اچانک وہ بصیرت والے ہوتے ہیں۔(الاعراف:201)

یہی تقویٰ ہے جس کے بارے میں رب کی چاہت ہے کہ لوگوں کے دلوں میں جاگزیں جائے۔

سیدنا عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے ایک عورت زنا کا پیشہ کرتی تھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دعوت دی تو وہ بھی اسلام میں داخل ہو گئی۔ جاہلیت میں اس کے کسی مرد سے تعلقات تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بھی اسلام لے آیا۔ اسلام لانے کے بعد جب ایک بار تنہائی میں اس مرد نے اس عورت کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو اس خاتون نے یہ کہتے ہوئے اسے روک دیا: ''ٹھہر جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اب شرک کا خاتمہ کر دیا اور اسلام کا دور آ گیا۔ اب اس قسم کے گندے کاموں کی گنجائش نہیں رہی۔'' (صحیح ابن حبان:2911)

ایسی زندگی جس میں کوئی خوف نہیں تھا۔ وہ زندگی جو برائی میں گزر رہی تھی۔ اس زندگی میں کیوں نہ پلٹی وہ عورت، وہ مرد؟ اللہ کا تقویٰ جس کی وجہ سے پچھلے گناہوں سے نجات مل گئی، مغفرت کا پروانہ مل گیا۔ اللہ پاک نے انہیں معاف کر دیا۔

دوسری چیز ہے عزت وآبرو کی حفاظت کے لیے ضروری ہے فطری غیرت کی بیداری بات یہ ہے کہ جب کوئی انسان اپنے بھائی کے نفع ونقصان کو اپنا سمجھے، اپنے بھائی کی بہن، بیٹی کو اپنی بہن بیٹی تصور کرے، جب اس کے دل میں کوئی برا خیال اٹھے اور عملی طور پر اس کو انجام دینے سے وہ باز رہے تو کیسے ممکن ہے باز رہنا؟

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ﴾ ''کوئی شخص مومن کامل نہیں

ہوسکتا یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہے۔(ترمذی:2515)

اس حدیث میں اس جذبے کو ابھارا گیا ہے۔

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک نوجوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے زنا کی اجازت دیجئے۔ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اسے ڈانٹ ڈپٹ کی اور کہا: اوئے رک جا، اوئے رک جا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ذرا قریب ہو۔“ وہ آپ کے قریب آیا اور بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: ”کیا تم اس چیز کو اپنی ماں کے لیے پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا: مجھے اللہ آپ پر قربان کرے، نہیں، اللہ کی قسم! (نہیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگ بھی اپنی ماؤں کے لیے اس (خباثت) کو پسند نہیں کرتے، (اچھا یہ بتاؤ کہ) کیا تم اسے اپنی بیٹی کے لیے پسند کرو گے؟“ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ پر قربان ہوں، نہیں، اللہ کی قسم! (نہیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسی طرح لوگ ہیں کہ وہ بھی اپنی بیٹیوں کے لیے اس چیز کو ناپسند کرتے ہیں، (اچھا یہ بتاؤ کہ) کیا تم اسے اپنی بہن کے لیے پسند کرو گے؟“ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کردے، نہیں، اللہ کی قسم! (نہیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگ بھی اس چیز کو اپنے بہنوں کے لیے ناپسند کرتے ہیں، (اچھا یہ بتاؤ کہ) کیا تم اسے اپنی پھوپھی کے لیے پسند کرو گے؟“ اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں آپ پر قربان ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تیری طرح لوگ بھی اپنے پھوپھیوں کے لیے اسے ناپسند کرتے ہیں، (اچھا یہ بتاؤ کہ) کیا تم اسے اپنی خالہ کے لیے پسند کرو گے؟“ اس نے کہا: میں آپ پر قربان ہوں، نہیں، اللہ کی قسم!

(نہیں)۔آپ ﷺ نے فرمایا:"لوگ بھی اس چیز کو اپنی خالاؤں کے لیے ناپسند کرتے ہیں۔" پھر آپ ﷺ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا اور یہ دعا دی:"اے اللہ! اس کے گناہ بخش دے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔" اس کے بعد وہ نوجوان کسی چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا۔ (سلسلہ احادیث صحیحہ:370)

بڑا اہم نکتہ ہے

کاش اس دور کے لوگ یہ جان جائیں

جو لوگوں کی عزت وآبرو کی حفاظت نہیں کرتے کہ دوسرے کی عزت کی حفاظت اپنی عزت وناموس کی حفاظت ہے

عزت وآبرو کی حفاظت کا تیسرا طریقہ نکاح کرنا ہے

یہ تیسرا تعمیری قدم ہے

نکاح کس طرح سے پاک زندگی کے لیے تیار کرتا ہے؟

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک عورت پر نظر پڑی تو آپ ﷺ اپنی بیوی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور وہ ایک چمڑے کو دباغت دینے کے لئے مل رہی تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی حاجت ان سے پوری کی اور پھر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف نکلے اور فرمایا:"عورت جب سامنے آتی ہے تو شیطان کی صورت میں آتی ہے اور جب جاتی ہے تو شیطان کی صورت میں جاتی ہے، پھر جب کوئی کسی عورت کو دیکھے تو اس کو چاہیئے کہ اپنی بیوی کے پاس آئے یعنی صحبت کرے، اس عمل سے اس کے دل کا خیال جاتا رہے گا۔" (صحیح مسلم:1403)

نکاح کے بارے میں اسلام نے نکاح کی ترغیب بھی دی ہے اور نکاح کے معاملے کو آسان سے آسان تر کرنے کی ترغیب بھی دی ہے اور بلوغت کے بعد سے لے کر آخری عمر

تک کسی عمر میں نکاح پر پابندی نہیں رکھی۔ ہمارے یہاں کم سنی کا عذر کر کے 18 سال سے کم عمر کی شادی پر پابندی عائد کر دی گئی۔ ذرا پلٹ کر دیکھیں 18 سال سے کم عمر کے بچے کس طرح کے فتنے میں مبتلا ہیں۔

اللہ پاک نے تو ارشاد فرمایا:

﴿وَاَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ وَالصّٰلِحِيۡنَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَاِمَآئِكُمۡ ؕ اِنۡ يَّكُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ﴾

''اور تم میں سے جو مرد اور عورتیں بغیر نکاح کے ہیں اُن کے نکاح کر دو اور تمہارے غلاموں اور تمہاری لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے بھی۔ اگر وہ غریب ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، بڑے علم والا ہے۔'' (النور:32)

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا: ﴿يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ﴾

''اے نوجوانوں کے گروہ! جو تم میں سے نکاح کرنے کی طاقت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ نکاح کر لے کیونکہ نکاح کرنا نگاہ کو بہت زیادہ نیچا رکھنے والا اور زنا سے محفوظ رکھنے والا ہے اور جو نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ روزے رکھے کیونکہ روزے رکھنا اُس کے لیے خصی ہونے کے مترادف ہے۔'' (صحیح مسلم:3400)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تمہارے پاس ایسا آدمی (رشتہ مانگنے) آئے، جس کا اخلاق اور دین تمہیں پسند ہو تو اسے رشتہ دے دو۔ اگر تم یوں نہیں کرو گے تو زمین میں بہت زیادہ فتنہ وفساد پیدا ہو جائے گا۔'' (ابن ماجہ:1967)(ترمذی:1084)

جب کبھی نکاح کا پیغام دیا جاتا ہے تو ولی اس کو reject کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے مرد اور عورتیں نکاح کے بغیر رہ جاتے ہیں، جس کی وجہ سے معاشرے میں بے راہ روی پھیلتی ہے، آہستہ آہستہ معاشرہ قتل وغارت گری کا بازار بن جاتا ہے جب اغوا کی بہت سی وارداتیں ہوتی ہیں۔

نبی ﷺ نے بہترین نکاح اسے قرار دیا جو سب سے زیادہ آسان ہو، فرمایا: ''سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جو خرچ کے لحاظ سے زیادہ آسان ہو۔'' (مسند احمد:24529)

نکاح کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ پاک دامن رہنے کا ذریعہ ہے۔ پاکیزہ زندگی گزارنے کا نبیوں جیسا طریقہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے اس حکم میں کبھی تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ جب مرد اور عورت بغیر نکاح کے رہتے ہیں تو اخلاقی برائیوں کی کثرت ہو جاتی ہے، ذہنی الجھنیں اور نفسیاتی امراض بڑھ جاتے ہیں۔

عزت وآبرو کی حفاظت کے لیے منفی اقدامات کیے گئے ہیں جیسا کہ فحش اور بے حیائی پر پابندی عائد کی گئی ہے۔ کسی بھی معاشرے میں زنا اور اس سے متعلق خبروں کو جب عام کیا جاتا ہے شہر کے کسی حصے میں جب کوئی برا کام ہو رہا ہے تو اس خبر کو عام کر دیا جائے تو بیمار دل لوگ جب ایسی کوئی خبر پائیں تو ان کے حالات خراب ہو جاتے ہیں۔ اسی چیز کو اشاعت فاحشہ کے نام سے تعبیر کیا گیا۔

رب العزت نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

''بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں بے حیائی پھیلے بلاشبہ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں

جانتے۔'' (النور:19)

سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنی زبان سے اور حال یہ ہے کہ ایمان اس کے دل میں داخل نہیں ہوا ہے مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو، اس لیے کہ جو ان کے عیوب کے پیچھے پڑے گا، اللہ اس کے عیب کے پیچھے پڑے گا، اور اللہ جس کے عیب کے پیچھے پڑے گا، اسے اسی کے گھر میں ذلیل و رسوا کر دے گا۔"

(سنن ابوداؤد:4880)

تو یقیناً کسی کا عیب بیان کرنے سے اس کی عزت پامال ہوتی ہے۔ تو کمزور لوگ اس کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فحش گفتگو کرنے والا، اسے لوگوں میں پھیلانے والا دونوں گناہ میں برابر شریک ہیں۔ (صحیح الادب المفرد:324)

سیدنا عطاء کا قول ہے جو شخص زنا سے متعلق باتیں لوگوں میں عام کرے اسے سزا دینی چاہیے۔ (صحیح الادب المفرد:326)

فحش باتوں کو عام کرنے کی وجہ سے سوسائٹی میں بے حیائی پھیلتی ہے اسی وجہ سے نبی ﷺ ان ہیجڑوں کو گھر سے نکالنے کا حکم دیا۔

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ گھر میں ایک مخنث بھی تھا، اس نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا: عبداللہ! اگر کل تمہیں طائف پر فتح حاصل ہو جائے تو میں تمہیں بنت غیلان (بادیہ نامی) کو دکھلاؤں گا وہ جب سامنے آتی ہے تو (اس کے موٹاپے کی وجہ سے) چار سلوٹیں دکھائی دیتی ہیں اور جب پیٹھ پھیرتی ہے تو آٹھ سلوٹیں دکھائی دیتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اب یہ شخص تم لوگوں کے پاس نہ آیا کرے۔ (صحیح بخاری:5887)

ہمارے ماحول میں ایسے بہت سے لوگ ہیں جو بے حیائی اور برائی کو رواج دینے کے لیے کام کرتے ہیں۔ ہم اپنے ٹی وی چینل، ریڈیو، اخبار، میگزین کے توسط سے دیکھیں صرف فحش خبریں ہی نہیں فحاشی کے عملی مظاہرے بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح اشتہارات میں خواتین کو ایسے انداز میں پیش کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کے دل خاتون کی طرف مائل ہوں اور اس طرح ان کا پروڈکٹ بک جائے۔ فلموں میں ایسے ایسے گانے پیش کیے جاتے ہیں جس کی وجہ سے نوجوان ان چیزوں سے متاثر ہوتے ہیں اسی طرح ہمارے یہاں مخلوط نظام تعلیم (Co-education) ہے جو اشاعت فاحشہ کا کردار ادا کر رہی ہے۔ ہم جب اسلامی شریعت کو دیکھتے ہیں تو مرد وزن کے اختلاط پر پابندی ہے۔ اختلاط کا مطلب یہ ہے کہ غیر محرم مرد اور عورت ایک جگہ جمع ہوں ایک دوسرے کو دیکھیں جہاں پر ایک دوسرے کو چھونا بھی ممکن ہو۔

سیدنا حمزہ اپنے والد سیدنا ابو اسید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جب کہ آپ مسجد سے نکل رہے تھے اور مرد عورتوں کے ساتھ درمیان راستے میں گھس کر چل رہے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا: ''پیچھے پیچھے رہو۔ تمہیں مناسب نہیں کہ راستے کے عین درمیان میں چلو۔ بلکہ راستے (اور گلی) کے اطراف میں چلا کرو۔'' پھر تو ایسا ہو گیا کہ عورتیں دیوار سے چپک کر چلنے لگیں، یہاں تک کہ ان کے کپڑے (دوپٹے وغیرہ) دیوار میں پھنس جاتے تھے۔ (ابوداؤد:5272)

ایک اور حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''عورتوں کے لئے مناسب نہیں ہے کہ راستے کے درمیان میں چلے۔''

منع اس لیے کیا گیا تا کہ خواتین کی عزت محفوظ رہے تا کہ وہ سکون کے ساتھ اپنے معاملات انجام دے سکے۔اسی سلسلے میں آپ نے مسجد کے ایک دروازے کو عورتوں کی آمدورفت کے لیے خاص بھی کرلیا۔

امام ابوداؤد اپنی کتاب السنن میں باب باندھتے ہیں
مسجدوں میں عورتوں کا مردوں سے الگ تھلگ رہنے کا بیان

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر ہم اس دروازے کو عورتوں کے لیے چھوڑ دیں (تو بہتر ہے)۔“ (ابوداؤد:462)

نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عورتیں فرض نماز سے سلام پھیرنے کے فوراً بعد (باہر آنے کے لیے) اٹھ جاتی تھیں۔رسول اللہ ﷺ اور مرد نماز کے بعد اپنی جگہ بیٹھے رہتے۔جب تک اللہ کو منظور ہوتا۔پھر جب رسول اللہ ﷺ اٹھتے تو دوسرے مرد بھی کھڑے ہو جاتے۔(صحیح بخاری:866)

اسی طرح خلوت پر پابندی عائد کرتے تھے۔کسی اجنبی مرد کو کوئی حق نہیں کہ کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرے خواہ کتنے ہی پاک مقصد کے لیے ہو۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کوئی مرد کسی (غیر محرم) عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے اور کوئی عورت اس وقت تک سفر نہ کرے جب تک اس کے ساتھ کوئی اس کا محرم نہ ہو۔“ اتنے میں ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ! میں نے فلاں جہاد میں اپنا نام لکھوا دیا ہے اور ادھر میری بیوی حج کے لیے جارہی ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر تو بھی جا اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔“ (صحیح بخاری:3006)

خلوت خواہ کتنے ہی پاکیزہ مقصد کے لیے جیسے تعلیم کے لیے، علاج کے لیے کوئی اور ضرورت پوری کرنے کے لیے ہو، اس کے جواز کی کوئی سند نہیں دی جاسکتی۔

آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق نظر کی حفاظت کا حکم دیا۔

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ﴾

''اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔'' (النور:31)

یہ ہے اسلام کا طریقہ کار کس طرح سے اپنے آپ کو پاکیزہ رکھنے کے لئے وہ طرز عمل اختیار کرنا جو اللہ اور اس کے رسول نے بتایا۔

نظر کی حفاظت اور شرمگاہ کی حفاظت کے ساتھ ساتھ عورتوں کو خاص حکم دیا گیا کہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔ عورت کی طرف سے اس بات کا خیال رکھا جائے کہ زینت اس کا حق تو ہے لیکن اس کا مردوں کے سامنے اظہار کرنا ناحق ہے، اس سے گریز کرنا چاہیے۔

اسی طرح بلا ضرورت گھروں سے باہر نکلنے پر پابندی عائد کی ہے کیونکہ اس طرح سے مرد وزن کا اختلاط ہوتا ہے۔

اللہ پاک نے فرمایا:

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى﴾

''اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور جاہلیت کی پہلی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔''

(الاحزاب:33)

پھر اسی طرح سے گھر سے باہر جاتے ہوئے حجاب کا اہتمام کرنے کے لیے رب العزت نے حکم دیا۔

﴿وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ مَتَاعًا فَسۡـَٔلُوۡهُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِكُمۡ وَقُلُوۡبِهِنَّ﴾

''اور جب تم اُن (ازواج) سے کوئی چیز مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کے لیے پاکیزہ تر ہے۔'' (سورۃ الاحزاب:53)

یہ آیت حجاب کہلاتی ہے جس میں پہلے ازواج مطہرات کو حجاب کا حکم دیا گیا اور بالواسطہ تمام مسلمان عورتوں کو حکم دیا گیا۔

حجاب کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزۡوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ يُدۡنِيۡنَ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِيۡبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدۡنٰۤى اَنۡ يُّعۡرَفۡنَ فَلَا يُؤۡذَيۡنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا﴾

''اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مؤمنہ عورتوں سے آپ کہہ دیں اپنے اوپر اپنی چادر کا کچھ حصّہ لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں، چنانچہ ستائی نہ جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔'' (الاحزاب:59)

چادروں کے پلو لٹکانے کے معنی وہی ہیں جس کو ہماری زبان میں پلو لٹکانا کہا جاتا ہے۔ اس آیت میں چادر کے لیے جلباب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

امام ابن تیمیہ کہتے ہیں: جلباب سے مراد وہ کپڑا ہے جو سر سمیت پورے بدن کو ڈھانپ لے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ عورت اپنی آبرو، اپنی عزت کی حفاظت کیسے کرے گی۔ جس سے جسم چھپانا ہے وہ جاذبِ نظر نہ ہو کہ دیکھنے والوں کو دعوتِ نظارہ دے، موٹا اور دبیز ہو، کشادہ ہو، تنگ نہ ہو کیونکہ تنگی کی وجہ سے جسم نمایاں ہو جائے گا۔ پھر خوشبودار اور عطر نہ ہو

کیونکہ خوشبوئیں شہوت ابھارتی ہیں اور مزاج میں خوشی پیدا کر دیتی ہیں۔ آبرو اور عزت کی حفاظت کے لیے لباس کے بارے میں بھی ایسا سلسلہ رکھا گیا کہ وہ مردوں کے مشابہ نہ ہو پھر کافر عورتوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو۔ لباس شہرت اور نمائش کے لئے نہ ہو ستر پوش ہو، پھر حجاب کی حدود مقرر کی گئی تا کہ عزت وآبرو کی حفاظت رہے۔

اللہ پاک نے عورتوں کے سامنے بھی زینت کا اظہار کرنے کے لیے ایک طریقہ کار مقرر کیا ہے۔ ایسی عورتوں کے سامنے اجازت ہے جو مردوں کے سامنے حسن کے قصیدے بیان نہ کریں کو زینت کا اظہار کریں جو خواتین اس چیز کا احساس نہ رکھ سکیں تو ان سے بھی احتیاط رکھنے کا حکم دیا ہے۔ پھر عورتوں کو عصمت وعزت کی حفاظت کے لیے حکم دیا گیا کہ وہ خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں کیونکہ وہ جنسی جذبات کو بھڑکاتی ہیں۔

اسی طرح اپنی زینت کو، اپنے سنگھار کو، زیورات اور خوبصورت لباس کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے سے روکا گیا تا کہ عزت وآبرو کی حفاظت ہو۔ اسلام اس سلسلے میں اس قدر محتاط ہے کہ بغیر محرم کے سفر پابندی عائد کرتا ہے۔

عزت وآبرو کے تحفظ کے لیے ناگزیر ہے کہ عورت نرم اور شیریں انداز میں بات نہ کرے کیونکہ اس کی آواز بھی دوسروں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ٹیلی فونک کلام ہو، Net chat ہو یا کوئی اور سلسلہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کیونکہ اسی طرح سے عزت وآبرو کی حفاظت ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ہر مسلمان بچی کو اور خواتین اور مسلمان مردوں کو مسلمان خواتین کی عزت وآبرو کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عقل کی حفاظت میرا حق ہے

عالمی ادارہ صحت (W.H.O) کی ایک رپورٹ کے مطابق تیسری دنیا خصوصاً ایشیاء میں ذہنی امراض کی شرح میں اضافہ ہو چکا ہے۔ جس کی بڑی وجوہات غربت، صحت کی سہولتوں کا فقدان، بے روزگاری، منشیات وغیرہ ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ معاملہ صرف غریب ملکوں تک محدود ہے ترقی یافتہ مما لک بھی ایسے ہی حالات سے دوچار ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں ایک ارب مرد اور پچیس کروڑ خواتین سگریٹ نوشی کرتے ہیں جب کہ یومیہ پندرہ ارب سگریٹ پھونکے جاتے ہیں اور پاکستان میں 30 سے 39 فیصد مرد اور تقریباً 9 فیصد خواتین سگریٹ نوشی کرتی ہیں جن میں اکثریت نوجوان لڑکیوں کی ہے۔

گزشتہ صدی میں تقریباً دس کروڑ افراد تمباکو نوشی کی وجہ سے ہلاک ہوئے اور اس صدی میں یہ تعداد 10 گنا ہونے کا خدشہ ہے۔ نوجوان نسل میں نشے کا رجحان بڑھتا چلا جا رہا ہے اور کم عمری میں ہی نوجوانوں میں نشے کے برے اثرات نمودار ہونے شروع ہو رہے ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ہاں بعض تعلیمی اداروں میں لڑکیاں بھی نشے جیسی لعنت کی زد میں ہیں۔ ریسرچز سے پتہ چلتا ہے کہ لڑکیاں زیادہ تر نشہ ذہنی دباؤ، ڈپریشن اور احساس کمتری کی وجہ سے کرتی ہیں۔

نوجوان نشہ کیوں کرتے ہیں؟

ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن نے اس کی پانچ بنیادی وجوہات بتائی ہیں

وہ نشے میں اپنے آپ کو اچھا مطمئن محسوس کرتے ہیں

اس دوران وہ اپنے آپ کو طاقت ور یا ہوا میں اڑتا ہوا محسوس کرتے ہیں

اپنے فیصلوں کو خود کرنا چاہتے ہیں

عام طور پر اگر آپ دیکھیں تو جو لڑکیاں منشیات کا استعمال کرتی ہیں وہ پر اعتماد نہیں ہوتیں شکی مزاج ہوتی ہیں۔ان کے مزاج خوشی اور غمی میں بدلتے رہتے ہیں۔ چیزوں کو یاد رکھنے میں مشکل درپیش ہوتی ہے۔ وہ کام میں سست ہوتی ہیں۔ بہت زیادہ سوتی ہیں۔ پھر ہر وقت کھاتی رہتی ہیں اور جب یہ حد سے زیادہ نشہ استعمال کرنا شروع کر دیتی ہیں تو بہت زیادہ حساس ہو جاتی ہیں۔ اکیلے رہنا پسند کرتی ہیں۔ ریسرچز کرنے والے بتاتے ہیں کہ لڑکیاں نشہ تب کرتی ہیں جب ان کی عام طور پر لڑکوں سے دوستیاں ہو جاتی ہیں۔ بات لڑکیوں کی یا لڑکوں کی نہیں بات انسان کی ہے۔

نشہ کیا کام کرتا ہے؟

نشہ عقل کو ڈھانپ دیتا ہے

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ﴿الْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ﴾ ''خمر (شراب) وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ لے۔'' (سنن نسائی:5581)

عقل تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی نعمت ہے، بڑی دولت ہے اس عقل کی حفاظت کی ضرورت ہے۔ عقل کو جو چیزیں برباد کرتی ہیں ان میں نشہ پہلے نمبر پر ہے۔

عقل کو خراب کرنے والی دیگر چیزیں جیسے میوزک ہے

انسان کی حد سے بڑھی ہوئی خواہشات ہیں

پھر باطل نظریات اور شبہات ہیں

عقل کی حفاظت ذمہ داری ہے

شریعت کے 5 بنیادی مقاصد میں سے ایک عقل کی حفاظت ہے۔ اگر عقل محفوظ نہ ہو تو درست سمت میں کام نہیں کرتی۔ عقل کا مسئلہ یہ ہے کہ بظاہر تو لگتا ہے لیڈر شپ رول ادا کرتی ہے لیکن عقل ہمیشہ Slave hard disk کا سا کام کرتی ہے۔ اگر عقل پر غصہ غالب آ جائے تو عقل غصہ والی چیزوں کے لیے آپ کو دلیلیں سجھاتی ہے۔ اگر شہوات اور خواہشات غالب آ جائیں تو وہ اس کے لیے ساری قوت لگا دیتی ہے، دلیلیں دیتی ہے اور انسان کو مطمئن رکھتی ہے۔

کیا کچھ عقل کو مغلوب نہیں کرتا؟

شراب عقل کو مغلوب کرتی ہے

جو اعقل پر حاوی آجاتا ہے

اور جادو انسان کی عقل کو مغلوب کر دیتا ہے

جس پر جادو کیا جائے وہ مسحور ہو جاتا ہے، مغلوب ہو جاتا ہے

میوزک انسان کی عقل مغلوب کر لیتا ہے

میوزک کیا کرتا ہے؟

انسان کو اپنے اندر محو کر لیتا ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق حادثات کی بہت بڑی وجہ پسندیدہ میوزک ہے کیونکہ جب کوئی اپنا پسندیدہ میوزک لگاتا ہے وہ اس میں ڈوب جاتا ہے اور جب کوئی تیز میوزک سنتا ہے اس کے ساتھ خود بھی شامل ہو جاتا ہے اس کے لیے اپنی رفتار قابو میں رکھنا ممکن نہیں رہتا۔ جتنا ہی زیادہ میوزک بڑھتا چلا جاتا ہے اتنا ہی زیادہ حادثات بھی بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

شراب انسان کی عقل پر اثر انداز ہوتی ہے، جادو انسان کی عقل کو مغلوب کر دیتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں پر پابندی عائد کی کیونکہ یہ عقل کے لیے نقصان دہ ہیں۔

میوزک کے حوالے سے یہ quote تو آپ نے سنی ہوگی۔

Depressed, airphonesin, volume up and ignore the world.

اس سے پتہ چلتا ہے کہ **میوزک انسان کو اپنی ذات میں گم کر دیتا ہے۔** انسان حال مست ہو جاتا ہے، اپنے ہی حال میں جیتا ہے اور چوائس کا میوزک سننے والے hands free لگا کر کیسے رشتے کاٹ ڈالتے ہیں۔ نہ کسی کی آواز آئے نہ کسی کے پاس آواز جائے۔ لگتا تو ایسا ہے کہ آپ ہلکے پھلکے ہو گئے، غموں سے آزاد ہو گئے آپ کو کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا پورا جسمانی وجود ہوتا ہے لیکن ذہنی دنیا تو کہیں اور ہی ہوتی ہے

کیا آپ کو ایسے کردار آج نظر نہیں آتے؟

حقیقت یہ ہے کہ میوزک عقل کو خراب کرتا ہے کلی توازن خراب کرتا ہے۔ انسان کو جسم، روح اور دماغ کا توازن چاہیے۔ اس توازن کو خراب کرنے کے لیے میوزک انسان کے حواس، اس کی حسیات کو کنٹرول کر لیتا ہے۔

میوزک کے سر کے ساتھ کیا آپ کا دل نہیں چاہتا کہ سُر ملا دیں

جتنا جتنا میوزک بڑھتا ہے تو انسان کا بدن بھی اس کے ساتھ ہلنا شروع ہو جاتا ہے

میوزک کے لمحات تو انسان کو اپنی شناخت بھی بھلا دیتے ہیں

پھر جو کچھ میوزک چاہتا ہے جو میسج میوزک کے اندر ہوتا ہے بندہ لاشعوری طور پر وہی حرکتیں کرنی شروع کر دیتا ہے۔ آپ ان حرکتوں کا نام رقص رکھ دیں، ڈانس رکھ دیں تو اس کی وجہ سے وہ انسانی عقل کے لیے کوئی محفوظ پناہ گاہ تو نہیں ہو جاتا۔

رقص کیا ہے؟

دراصل انسان کی بے عقلی کا تماشہ تو ہے

اس کو سمجھ نہیں آتی وہ ویسی حرکت نہیں کر رہا جیسی اس کو کرنی چاہیے اس کی عقل کو

مغلوب کر کے اسی لائن پر لگا دیا جاتا ہے جس لائن پر میوزک لگانا چاہتا ہے۔ کبھی کسی جگہ پر بہت تیز میوزک ہو کسی Mall میں کسی جگہ پر آپ کو مجبوری کے ساتھ وہاں رہنا پڑ جائے تو آپ محسوس کریں گے آپ کا اپنے جسم پر کنٹرول ختم ہونا شروع ہو جائے گا۔ کتنی جگہوں پر آپ دیکھتے ہیں کہ میوزک کے ساتھ بچے بھی ڈانس کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

سیٹیاں بجانا، تالیاں بجانا یہ کیسی عبادت ہے؟

یہ ابلیس کی عبادت کے سوا اور کیا ہے

تو میوزک تبدیلی لاتا ہے انسان کے جسم میں، اس کے ذہن میں، اس کی روح پر کیسے اثرات مرتب کرتا ہے۔ میوزک تو زہر سے زیادہ تیزی کے ساتھ انسان کے اوپر اثر انداز ہوتا ہے، سرایت ہی کر جاتا ہے۔ جیسے سانپ کے کاٹے کا آپ کچھ نہیں کر سکتے ایسے ہی میوزک کے کاٹے کا بھی آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جس کے اندر میوزک اتر چکا تو جیسے شہد کی مکھی کاٹتی ہے تو کاٹنے کے بعد کسی اور نے کچھ بھی نہیں کرنا ہوتا۔ اگلا کام اندر جانے والا کرتا ہی رہے بخار ہو جائے گا۔ شہد کی مکھی کسی کو کاٹے تو پتہ چلتا ہے کہ کاٹنے کے بعد کیا کیفیت ہوتی ہے۔ شہد کی مکھی کاٹے تو پھر کس طرح سے انسان پہلے تو اس کی جو لوکل تکلیف ہوتی ہے اس میں کھویا رہتا ہے بعد میں سارے جسم پر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اسی طرح کا معاملہ میوزک کا ہے کان میں میوزک کی جو چیز پڑ چکی ہے اس سے آپ پیچھا چھڑوا کر دیکھیں۔ آپ بھول جائیں گے آپ کو یاد بھی نہیں آئے گا اچانک کسی وقت پر وہ الفاظ ذہن میں گونجنا شروع ہو جائیں گے۔

آپ اس حصار سے نکل نہیں سکتے

کیا کریں؟ اللہ تعالیٰ سے بہت استغفار کی ضرورت ہے

میوزک کے اثر سے نکلنا بہت مشکل ہے

میوزک ہمارے حواس کنٹرول کرتا ہے
حواس بھی اپنا کام کرنا بھول جاتے ہیں
انسان کسی اور ہی دنیا میں پہنچ جاتا ہے

ہر میوزک سننے والا کہتا ہے کہ ہم لائٹ ہو جاتے ہیں کیونکہ یاد ہی نہیں رہتا۔شراب پی کر بھی یہی کیفیت ہوتی ہے۔اردگرد کی باقی چیزوں کے بارے میں بھی بھول جاتے ہیں،عقل مختل ہو جاتی ہے اسی لیے تو اللہ پاک نے عقل کو خراب کر دینے والی چیزوں سے روکا ہے۔

ان چیزوں کی حقیقت کو سمجھنے کی کتنی زیادہ ضرورت ہے

سیدنا انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:”دو آوازیں ملعون ہیں: خوشی کے وقت بانسری کی آواز اور مصیبت کے وقت ہلاکت و بربادی کی آواز۔“ (سلسلہ احادیث صحیحہ:427)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”میں نے رونے سے نہیں روکا۔میں نے تو احمقانہ اور فاجرانہ آوازوں سے روکا ہے۔ایک آواز جو شیطانی راگ ،ساز اور باجے کی ہے،دوسری وہ آواز جو غم میں چہرے کو نوچنے ،کپڑے پھاڑنے اور اس وقت بین کی شیطانی آواز ہوتی ہے۔“ (سنن بیہقی:4/69،صحیحہ:2157)

میں جب دیکھتی ہوں کہ عقل کی حفاظت کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیا کیا کرتے تھے؟

تو یہ سمجھ آتی ہے کہ وہ اپنی عقل کی حفاظت کے لیے کس قدر محتاط تھے

سیدنا نافع کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بانسری کی آواز سنی تاہم اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں اور راستے کی دوسری سمت کافی دور نکل گئے اور مجھ سے پوچھا ”اے نافع !کیا کچھ سن رہے ہو؟“میں نے عرض کیا ”نہیں

''تب انھوں نے اپنی انگلیاں کانوں سے نکالیں اور فرمایا'' میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا رسول اللہ ﷺ نے بانسری کی آواز سنی اور ایسے ہی کیا (جیسے میں نے اب کیا) سیدنا نافع نے یہ بھی بتایا اس وقت میں چھوٹی عمر کا لڑکا تھا۔''

(سنن ابی داؤد: 4116)

تو سوچیں ایسی آواز کے دل پر اثرات تو ہوتے ہیں، دماغ پر بھی اثرات ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو موسیقی کی آواز سخت ناپسند تھی۔

موسیقی شیطانی کام ہے

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے

موسیقی پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے خود بھی موسیقی سے بچنے کی توفیق دے اور اپنی نسلوں کو بھی بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نبی ﷺ نے فرمایا: جب کوئی راگ کے ساتھ گاتا ہے تو اس پر دو شیطان مسلط ہو جاتے ہیں جو اپنے پاؤں کے ساتھ اس کے سینے پر ناچتے ہیں۔ (طبرانی)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گانا سننا گناہ ہے اس کے لیے بیٹھنا شرک ہے۔ (نیل الاوطار: 100)

موسیقی بے ہودہ کام ہے

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾

''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو غافل کر دینے والی باتیں خریدتا ہے تاکہ وہ علم کے بغیر ہی (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دے اور اس کا مذاق بنائے۔ یہی

لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔'' (لقمان:6)

جہاں موسیقی ہوتی ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے

موسیقی تو شیطان کی اذان ہے

سیدنا ابو مالک اشعری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میری امت کے کچھ لوگ شراب کا نام بدل کر اسے پئیں گے اور گانے والیاں ساز کا نام بدل کر ساز سنائیں گی تو اللہ تعالیٰ اس جرم کی وجہ سے زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو سؤر بنا دے گا۔ (ابن ماجہ:4020)

نبی ﷺ نے فرمایا: جو گانے بجانے کی مجلس میں بیٹھے گا قیامت کے روز اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ (الجامع الصغیر)

موسیقی کے زہر کی وجہ سے دماغی صلاحیت کا ضیاع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حواس کی بھی تنظیم کی ہے اور دماغ کی بھی۔ حواس کے راستے سے بات دماغ تک پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دماغی صلاحیت سے بھرپور فائدہ اٹھانے کا حکم دیا ہے۔ گانے والا اپنے دماغ کی محنت سے، جسمانی تھرتھراہٹ سے، ناز و انداز سے اور پھر ان کے درمیان کار دھم، ان کی رعنائی، گلے کا رسیلا پن طرح طرح کے نغمات ذہن میں رکھنے سے اور زیادہ ہجوم کو اپنی طرف توجہ کرنے سے کتنے طریقے ہیں جن پر محنت کرتا ہے اور معاشرے کے ساتھ ساتھ اپنے خالق کی ناراضگی بھی مول لیتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر (Aesthetic sense) رکھی ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ ہم اچھی آوازیں سنیں، خوب صورت آوازیں ہم پر اثر انداز بھی ہوتی ہیں لیکن دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کوئی چیز ہم پر مثبت طور پر اثر انداز ہو رہی ہے یا منفی طور پر۔

میوزک کی وجہ سے انسان کے حواس اس کے کنٹرول میں نہیں رہتے۔ اردگرد کی دنیا

سے وہ غافل ہو جاتا ہے۔ انسان کو یہ غفلت کبھی فائدہ نہیں دیتی۔ جیسے شراب، میوزک، جادو سب پر ہی پابندی عائد کی گئی کیونکہ یہ سارے سلسلے عقلی اور فطری ارتقاء کی بجائے، عقلی اور فکری زوال کا باعث بنتے ہیں۔ دماغی صلاحیت کس قدر ضائع ہوتی ہے۔ دیکھئے تو سہی، میوزیکل نائٹس، میوزیکل evening کی وجہ سے کیسے لوگوں کے دل میں حسرت پیدا ہوتی ہے لوگ شہوات میں مبتلا ہوتے ہیں حسن پرستی ایسے لوگوں کا شیوا بن جاتی ہے پھر کتنے بڑے بڑے کاروبار وجود میں آتے ہیں۔

دنیا میں کتنے ہی ایسے کام ہیں جو میوزک کی وجہ سے، شراب کی وجہ سے لوگوں کو attract کرنے کی وجہ سے بڑے پیمانے پر انجام دیئے جاتے ہیں۔ کتنے ہی ایریاز مختص کیے جاتے ہیں۔ آپ سوچیے تو سہی لوگ کس جانب اپنی توجہ مبذول کر لیتے ہیں۔ شریف گھرانوں کی بچیاں، کیسے انہیں مجبور کیا جاتا ہے کہ سب کے سامنے اپنے جسم کو نمایاں کریں۔ پھر میوزک کی جو ٹریننگ دی جاتی ہے اس کی اکیڈمیز بنتی ہیں بڑے پیمانے پر کام ہوتا ہے پھر کس طرح اسے بڑے پیمانے پر پہنچانے کے لیے کام کیا جاتا ہے پھر اس کو کس طرح سے عام کیا جاتا ہے، شراب کی فیکٹریاں بنتی ہیں، کہیں بنتی ہے، کہیں بکتی ہے، کہیں لیبل بنتے ہیں، کہیں بوتلیں بنتی ہیں، کہیں جا کر اسے seal کیا جاتا ہے، کہیں لوگ اسے استعمال کرتے ہیں، کہیں مجالس میں پی جاتی ہیں۔ کتنے ہی لوگ اپنی زندگیاں اسی مقصد کے لیے لگا دیتے ہیں۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ جادو کے ساتھ کوئی صنعت وابستہ ہے لیکن صنعت اس کی خدمت ضرور کرتی ہے جب وہ اشتہار دیتی ہے ایسی چیزوں کو سامنے لے کر آتی ہے۔

اب آپ خود دیکھئے جس سوسائٹی میں ہم رہتے ہیں جادو کے بارے میں کتنی آگاہی دی گئی ہے

کتنے ہی پروگرام ہیں جو میڈیا کے توسط سے پیش کیے جاتے ہیں

ایک طرف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے

دوسری طرف جادو کا کلام ہے

دوسری طرف ایسی گنگناہٹیں ہیں

جو انسان کو رب ہی سے غافل کر دیتی ہیں

محنت کہاں ہوتی ہے؟

تیاری کہاں کی جاتی ہے؟

لوگ اپنا سرمایہ کس کے لئے لگاتے ہیں؟

ایسی انڈسٹری میں جس میں سرمایہ لگانے والے، کام کرنے والے، جس سے فائدہ اٹھانے والے بھی رب سے غافل ہو جاتے ہیں۔ نغمگیت، گنگنانا، مسکراہٹ کس کو اچھی نہیں لگتی؟ پیاری پیاری آوازیں، گنگناہٹیں ہمارے دل کو بھی موہ لیتی ہیں اور کانوں کو بھی، ہم سننا چاہتے ہیں لیکن ایسا کلام ہی کیوں سنیں جس سے رب ناراض ہو جائے۔ ایسا طریقہ کیوں نہ اختیار کریں جس کی وجہ سے ہماری حسی جمالیات کو بھی تسکین ملے اور دوسری طرف ہمارا رب بھی ہم سے راضی ہو جائے۔

ہمارا دین دینِ فطرت ہے

انسان کی فطری ضروریات سے اسے روکنا نہیں چاہتا

صرف جذبات کا رخ موڑتا ہے

جہاں آگے کھائی ہے، جہاں آگے خطرہ ہے

ہمارا رب ہمیں اس سے روکتا ہے

رک جاؤ کہ آپ اس کھائی میں گر جاؤ گے

رک جاؤ آگے جاؤ گے تو تمہاری زندگی کا خطرہ ہے

آپ کی آواز خوب صورت ہے

یا آپ خوب صورت آواز سننا چاہتے ہیں

تو اللہ کے کلام سے بڑھ کر کون سی چیز ہے جو انسان کو نفع دے سکتی ہے

نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن کو خوبصورت آواز میں نہیں پڑھتا۔'' (ابوداؤد:1469)

تو اپنی آواز کو قرآن سے زینت دیں

آپ بھی خوبصورت انداز میں اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھ سکتے ہیں

خوبصورت آواز میں تلاوت کر سکتے ہیں

یہ کلام آپ کے دل کو سکون دے گا

یہ کلام حیات بخش ہے

حقیقت یہ ہے کہ یہ کلام حق رکھتا ہے کہ ہم اس کلام پر اپنی ذہنی قوت لگائیں، اس پر غور کریں، اس کو اپنی زبان میں سیکھیں۔

یہ ہماری زندگی کی کتاب ہے

زندگی کا کلام ہے

یہ ہماری زندگی کی کتاب ہے

اس میں ہماری زندگی کا پروگرام ہے

جب آپ اپنا وقت بچائیں گے جب آپ اپنے آپ کو عقل کو مختل کرنے والی چیزوں سے بچائیں گے، باطل نظریات اور شبہات سے بچائیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس وقت کو آپ اللہ تعالیٰ کے کلام کے لیے لگائیں گے۔

یہ علم سیکھنا ہم پر فرض ہے

اس علم کے ساتھ ہی ہم اپنی زندگی کو اپنی فطرت کے مطابق گزارنے کے قابل ہو سکتے ہیں

یہ علم حاصل کرنا ہمارا حق ہے

یہ علم حاصل کرنا اگر مردوں کے لیے حق ہے تو خواتین کے لیے، بچیوں کے لیے بھی حق ہے

حقیقت یہ ہے کہ یہی علم ہے جو ہمیں عقل کی حفاظت کرنا سکھاتا ہے اور یہ عقل ہے جس کے ساتھ ہم نے اپنی زندگی کے فیصلے کرنے ہیں۔ یہ عقل ہے جس کے ساتھ ہم نے اپنی زندگی کے تمام اعمال انجام دینے ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ ہم اپنے آپ کو ہر خطرے سے، ہر نقصان سے بچانے کی کوشش کر سکیں اور ہم اپنے آپ کو ہر نفع پہنچانے کی بھرپور کوشش کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دین کی حفاظت میرا حق ہے

اسلام سے پہلے دنیا نے جتنی ترقی کی تھی سب کی سب مرد کی دماغی قوتوں کا کرشمہ تھی۔ یونان میں دیکھئے، مصر میں، بابل میں، ایران میں، ہندوستان میں ہر جگہ پر مرد کی اخلاقی اور دماغی قوتیں کام کرتی نظر آتی ہیں۔ اگر ہم یہ دیکھنا چاہیں کہ صنف نازک کا بھی اس میں کوئی دخل تھا تو ایسا نہیں تھا کیونکہ اسلام آنے سے پہلے عورت کی حالت دگرگوں تھی۔

یاد کریں وہ وقت!

جب عورت کو انسان نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چوتھی صدی عیسوی میں ایک کونسل میں طے کیا گیا کہ عورت انسان ہے مگر مرد کی غلام ہے۔ تو غلام تخلیقی کام تھوڑی کرتے ہیں غلام حکم مانتے ہیں جیسے ان کا جسم غلام ہوتا ہے ایسے ہی ان کا دماغ بھی غلام ہوتا ہے۔

اسلام آیا تو عورت کو اس کا حق ملا

اسلام نے مرد اور عورت دونوں کو ہی ترقی کے وسائل میں شامل کر لیا۔ اسی وجہ سے جب تمدن کے باغ میں بہار آئی تو ایک نیا رنگ پیدا ہو گیا۔

عورت کو دنیا نے جس نظر سے دیکھا تھا وہ نظر کیسی تھی؟

مشرق میں عورت کو سمجھا گیا کہ وہ مرد کے پاکیزہ دامن کا داغ ہے، یونان اسے شیطان کہتا تھا، تورات اس کو ابدی لعنت کا مستحق قرار دیتی ہے۔ روما اس کو گھر کا اثاثہ سمجھتا ہے، کلیسا اس کو انسانیت کے باغ کا کانٹا تصور کرتا ہے، یورپ اس کو خدا یا خدا تعالیٰ

کے برابر مانتا ہے۔

لیکن اسلام کا نقطہ نظر ان سب سے مختلف ہے

اسلام نے عورت کو اخلاق کی خوشبو اور انسانیت کے چہرے کا غازہ سمجھا ہے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے

مکہ میں ہم عورتوں کو بالکل ہیچ سمجھتے تھے۔ مدینہ میں ان کی نسبتاً قدر تھی۔ جب اسلام آیا اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق آیات نازل کیں تب ہمیں ان کی قدر و منزلت کا اندازہ ہوا۔ (صحیح بخاری:5843)

عرب جاہلیت میں بچیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا

اس کے مقابلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر غور کر کے دیکھئے!

اے انجشہ! دیکھنا یہ نازک آبگینے ہیں (Handle with care)

(مسند احمد:176/3)

عورت کی جو قدر و منزلت ہے وہ اسلام کی وجہ سے ہے

اسلام نے عورت کو مواقع دیے کہ وہ دنیا میں عظیم الشان کارنامے سرانجام دے سکے۔ اسی وجہ سے صحابیات نے اس سلسلے میں سب سے پہلے قدم اٹھایا۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ بات بھی جاننی بہت ضروری ہے کہ دنیا میں جیسے باقی امور انجام دینے کے لئے عورت کی طرف دیکھا تک نہیں گیا دین کے معاملے میں تو عورت کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسے ایسا مقام دیا جا سکتا ہے کہ وہ دین کی سربلندی کے لئے، اس کی حفاظت کے لئے کوئی کام کرے۔

ہم سب جانتے ہیں کہ دین کی حفاظت دو طرح سے ممکن ہے

ایک دین کی تعلیم اور اس کی تبلیغ سے

دوسرے جہاد فی سبیل اللہ سے

جو کام خواتین سہولت اور آسانی سے انجام دے سکتی ہیں وہ تعلیم وتربیت کا اور دین کی تبلیغ کا کام ہے۔

تعلیم کے میدان میں خواتین نے کیا کارنامے انجام دیئے؟

دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو چند خواتین کے نام ملتے ہیں مثال کے طور پر تورات میں سیدہ مریم علیہا السلام اور انجیل میں سیدہ مریم عذرا اور مصر کی سیدہ آسیہ کا تذکرہ ہمیں ملتا ہے ۔مقدس خواتین جنہوں نے مذہبی اور اصلاحی کارنامے انجام دیئے آج تاریخ کے اوراق میں ان کا تذکرہ نہیں ملتا۔اس کے مقابلے میں مسلم خواتین نے جو کارنامے انجام دیئے خاص طور پر ازواج مطہرات نے،تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

سید سلیمان منصور پوری نے اپنی معرکتہ الآرا کتاب رحمت للعالمین کے صفحہ 160 پر ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنھن کے کاموں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے

تین بنیادی کام تھے جوانہوں نے انجام دیئے

1۔امت کی خواتین کوتعلیم دینا۔

2۔ان کے معروضات نبی ﷺ کو پہنچانا پھر جواب خواتین کوسمجھانا۔

3۔نبی ﷺ کے اقوال،افعال،آپ کی عبادات جو وہ حجرات کے اندر کرتے تھے حفظ اور اتقان کے ساتھ امت تک پہنچانا اور علمی مشکلات میں امت کے فرزندوں کی رہبری کرنا۔

یوں ہم دیکھتے ہیں ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن **نے تعلیمی سلسلے کا آغاز کیا اور علمی مشکلات کو دور کرنے کے لئے کس طرح سے انہوں نے امت کے افراد کے لئے آسانیاں**

پیدا کیں۔

اگر ہم یہ دیکھنا چاہیں کہ ان کا علم کیسا تھا؟

ہم قرآن حکیم، حدیث، فقہ اور دیگر علوم کے حوالے سے دیکھ سکتے ہیں کہ انہوں نے کیا علوم حاصل کیے۔

قرآن حکیم کے حوالے سے ہم دیکھتے ہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدہ ام حفصہ رضی اللہ عنہا، اُم ورقہ رضی اللہ عنہا ان سب نے پورا قرآن حفظ کیا ہوا تھا۔ (فتح الباری:52/9)

سیدہ ام ورقہ بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا چونکہ قرآن پڑھی ہوئی تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عورتوں کی جماعت کرنے کی اجازت دی تھی اس لئے انہوں نے درخواست کی تھی کہ ہمارے لئے ایک مؤذن بھی مقرر کر دیجئے۔ مؤذن اذان دیتا تھا اور وہ عورتوں کی امامت کرتی تھیں۔ (اُسد الغابہ:626/5)

اسی طرح سے تفسیر میں ہم دیکھتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کمال حاصل تھا۔ صحیح مسلم میں ان کی تفسیر کا کثیر حصہ موجود ہے۔

ہند بنت اُسید رضی اللہ عنہا، اُم ہشام بنت حارثہ رضی اللہ عنہا، رائطہ بنت حیان رضی اللہ عنہا اور اُم سعد بنت سعد ابن ربیع رضی اللہ عنہا بعض حصوں کی حافظہ تھیں۔ ام سعد رضی اللہ عنہا قرآن کا درس بھی دیتی تھیں۔ (الاصابہ:456/8، اسد الغابہ:86/5)

حدیث کے حوالے سے اگر ہم دیکھیں تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن تمام صحابیات سے ممتاز تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نمبر ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی باقی صحابیات سے ممتاز تھیں۔ (طبقات الکبریٰ:126/2)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات 2210 ہیں اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے 378 احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے علاوہ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا، سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا، سیدہ اسماء بنت

ابو بکر رضی اللہ عنہا، سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بھی کثیر الراویہ گزری ہیں۔

اگر ہم یہ دیکھنا چاہیں کہ حدیث کی روایت کرنے والے پانچ طبقات میں سے خواتین کہاں کہاں شامل ہیں؟

1۔ پہلے طبقہ میں وہ راویان آتے ہیں جن کی روایات 1000 سے زیادہ ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار پہلے طبقہ میں ہوتا ہے۔

2۔ دوسرے طبقہ میں وہ راویان آتے ہیں جن کی روایات کی تعداد 500 یا اس سے زیادہ ہے۔ ان میں کوئی اور صحابیہ شامل نہیں ہے۔

3۔ تیسرے طبقہ میں وہ راویان آتے ہیں جن کی روایتیں 100 یا اس سے زیادہ ہیں لیکن پانچ سو سے کم ہیں۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اسی میں شامل ہیں۔

4۔ چوتھا طبقہ وہ ہے جن کی روایتیں چالیس سے سو تک ہیں۔ اس میں بہت سی صحابیات شامل ہیں مثال کے طور پر سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا، سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا، سیدہ اسماء بنت ابی ابو بکر رضی اللہ عنہا، سیدہ اُم عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا، سیدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا وغیرہ شامل ہیں۔

5۔ پھر پانچواں طبقہ ان کا ہے جن کی روایات کی تعداد چالیس یا چالیس سے کم ہے اس میں کثیر خواتین شامل ہیں۔ سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا، سیدہ ام کلثوم بنت حصین غفاری رضی اللہ عنہا، سیدہ ام قیس رضی اللہ عنہا وغیرہ اس میں شامل ہیں۔

فقہ کی بات کریں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ اس قدر ہیں کہ کئی ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔ (اعلام الموقعین :12/1)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کے بعد 48 برس بیوگی میں بسر کئے، ان کی زندگی کا واحد مقصد قرآن وحدیث کی تعلیم دینا تھا۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب بھی کوئی مسئلہ

درپیش ہوا تو عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا تو ان کے پاس اس کے بارے میں ہم نے ضرور علم پایا۔(ترمذی:3883)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالمہ تھیں۔اکابر صحابہ انہی سے پوچھا کرتے تھے۔(الطبقات:2/126)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ہے کہ اگر تمام مردوں کا اور امہات المومنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم وسیع تر ہوگا۔(مستدرک حاکم:4/12)

عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ فقہائے سبعہ میں خاص مقام رکھتے تھے۔ وہ کہتے ہیں میں نے قرآن، فرائض، حلال وحرام، فقہ، شاعری، عرب کی تاریخ، طب اور نسب کا عالم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔(مستدرک حاکم:4/12)

اگر ادبی حیثیت سے دیکھیں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا شیریں کلام، فصیح اللسان تھیں۔

سیدنا موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی ایک کو فصیح اللسان نہیں دیکھا۔(ترمذی:3884)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود تو ماہر تھیں دوسروں کو بھی ماہر بنا دیتی تھیں۔ان سے تربیت پا کر نکلنے والوں کی تعداد دوسو کے قریب ہے لیکن ان میں سے کچھ کو خاص مقام حاصل تھا جن میں قاسم بن محمد، عروہ بن زبیر، ابوسلمہ بن عبدالرحمان، عمرہ، مسروق، عائشہ بنت طلحہ اور معاذہ عدویہ، صفیہ بنت شیبہ یہ مرد اور خواتین شامل ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: انصار کی عورتیں کس قدر اچھی ہیں تفقہ فی الدین ان کو حیا سے باز نہیں رکھ سکتی۔(مسلم، کتاب الحیض)

فرائض کے علم میں سیدہ عائشہ کو خاص مہارت حاصل تھی۔ بڑے بڑے صحابہ ان سے اس کے بارے میں مسائل دریافت کرتے تھے۔(طبقات ابن سعد:2/126)

یہ ہمارا دین ہے جس میں عورت کو اس کا جائز مقام دیا گیا۔ کسی نے عیب محسوس نہیں کیا کہ علم کے میدان میں کسی خاتون سے کیوں پوچھا جائے۔ آج اگر یہ کہا جائے کہ خواتین اس قابل ہوں تو ان سے پوچھا جائے میں سمجھتی ہوں کہ اس بارے میں بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ خواتین کو آخر دین کے میدان میں جان بوجھ کر کیوں پیچھے رکھا جائے۔

اگر ہم یہ دیکھنا چاہیں کہ دیگر خواتین نے کس طرح سے علمی معاملات میں اپنا حصہ ڈالا تو اگر چہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج تو علم کا مخزن تھیں ان کا تو کوئی حریف نہیں تھا۔

مروان بن حکم کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج کے ہوتے ہوئے ہم دوسروں سے کیوں پوچھیں۔ (مسند احمد:6/317)

لیکن دوسری خواتین نے بھی اس میدان میں اپنے آپ کو منوایا ہے جیسے طب اور جراحی میں اگر ہم دیکھیں رفیدہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا، اُم مطاع رضی اللہ عنہا اُم کبشہ، حمنہ بنت جحش، معاذہ، لیلیٰ، امیمہ، اُم زیاد، ربیع بنت معوذ، اُم عطیہ اور اُم سلیم رضی اللہ عنہا کو زیادہ مہارت حاصل تھی۔ رفیدہ رضی اللہ عنہا کا خیمہ جس میں جراح خانہ بھی تھا مسجد نبوی ﷺ کے پاس تھا۔

(ابن سعد:8/213، الاصابہ:4/396)

مذہبی خدمات کے حوالے سے اگر ہم دیکھیں دین کی اشاعت دین کی حفاظت کے لئے بھی ہے اور انسانوں کو نفع پہنچانے کے لئے بھی خواتین اس میدان میں پیچھے نہیں رہیں۔

سیدہ فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کی دعوت پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تھا۔

(اسد الغابہ:5/519)

سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی ام حکیم رضی اللہ عنہا کے سمجھانے پر مسلمان ہوئے تھے۔

(مؤطا، کتاب النکاح:1143)

ام سلیم رضی اللہ عنہا کی ترغیب سے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تھا۔ (الاصابہ:8/461)

ام شریک دوسیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے قریش کی عورتوں میں اسلام پھیلا جو خفیہ طور پر اسلام کی دعوت دیتی تھیں ۔قریش کو ان کی کوششوں کا حال معلوم ہوا تو انہیں مکہ سے نکال دیا۔ (الاصابہ:466/8)

ایک بار ایسا ہوا کسی غزوہ میں صحابہ پانی کی تلاش میں بے تاب ہو کر نکلے راستے میں انہیں ایک عورت مل گئی۔ اس کے پاس پانی تھا۔وہ اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔آپ کی اجازت سے پانی استعمال کیا اگرچہ آپ نے اسی وقت پانی کی قیمت ادا کردی پھر بھی صحابہ رضی اللہ عنہم پر اس کے احسان کا اثر تھا۔جب اس کے گاؤں کے آس پاس حملہ کرتے اس کے گھرانے کو چھوڑ دیتے ۔اس نے یعنی ایک عورت نے اپنے پورے خاندان کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا۔وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

(بخاری: کتاب التیمّم344)

عورت دین کی تبلیغ کر سکتی ہے

دین پہنچا سکتی ہے

دین کی حفاظت کرنا اگر مرد کا حق ہے تو عورت کا حق بھی ہے

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ

مساجد کی خدمت میں بھی خواتین پیچھے نہیں تھیں

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کالی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی ، رسول اللہ ﷺ نے اسے نہیں دیکھا ، کچھ روز کے بعد اس کے متعلق پوچھا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ اس کا انتقال ہو گیا،آپ ﷺ نے فرمایا:”پھر مجھے خبر کیوں نہ دی،اس کے بعد آپ اس کی قبر پر آئے ،اور اس پر نماز جنازہ پڑھی۔“ (ابن ماجہ:1527)

ایک بار کسی نے مسجد نبوی ﷺ میں تھوک دیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے دیکھا

تو اس قدر برہم ہوئے کہ چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا۔ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا اٹھیں اور اس کو صاف کر دیا اور اس کی جگہ خوشبو لگائی۔آپ ﷺ نہایت خوش ہوئے اور فرمایا: خوب کام کیا۔(نسائی، کتاب المساجد)

میدان جنگ میں صحابیات کی خدمات کو دیکھنا چاہیں دین کی حفاظت کے لئے جب مرد پہنچتے تھے تو خواتین بھی ساتھ ہوتی تھیں۔ وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں، پانی پلاتی تھیں، مقتولوں اور زخمیوں کو اٹھا کر میدان جنگ سے باہر لے جاتی تھیں، تیر اٹھا کر دیتی تھیں، کھانے پینے کا انتظام کرتی تھیں، قبریں کھودتی تھیں، فوج کو ہمت دلاتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے غزوہ احد میں مشکیں بھر بھر کے زخمیوں کو پانی پلایا تھا۔(بخاری:4064)

اُم سلیم رضی اللہ عنہا اور انصار کی چند عورتیں زخمیوں کی تیارداری کرتی تھیں اور اس مقصد کے لیے وہ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوا کرتی تھیں۔(ابوداؤد:2531)

ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے شہداء اور زخمیوں کو میدانِ جنگ سے اٹھا کر مدینہ پہنچایا تھا۔(بخاری، کتاب الطب:5679)

اگر سیاسی اعتبار سے دیکھنا چاہیں تو سیدہ شفابنت عبداللہ رضی اللہ عنہا صائب الرائے تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اُن سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بعض اوقات بازار کا انتظام بھی ان کے سپرد کیا ہے۔(اسد الغابہ:487/5)

اسی طرح سے رقیقہ بنت سیفی رضی اللہ عنہ جو عبدالمطلب کی بھتیجی تھیں ان کا تذکرہ ملتا ہے کہ ہجرت سے پہلے جب قریش نے آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ کو ان کے ارادے کی اطلاع رقیقہ نے دی تھی۔(الاصابہ:302/8)

اُم شریک رضی اللہ عنہا کا گھر تو گویا مہمان خانہ ہی بن گیا تھا۔ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو ان

کے یہاں عدت بسر کرنے کی اجازت اسی لئے نہیں دی گئی تھی کہ مہمانوں کی وجہ سے پردہ کا انتظام نہیں ہو سکے گا۔ (مسلم، کتاب الطلاق)

سیدہ دُرہ بنت ابی لہب رضی اللہ عنہا بھی نہایت فیاض تھیں اور مسلمانوں کو کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ (الاصابہ)

اگر ہم تابعات کو دیکھنا چاہیں تو انہوں نے بھی اپنے دور میں دین کی حفاظت کے لئے بڑی خدمات انجام دیں۔ عائشہ بنت طلحہ کو ثقہ راویہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ خواتین میں وہ ثقہ و حجت ہیں۔ ایک دفعہ سیدہ عائشہ بنت طلحہ دمشق میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے ہاں تشریف لے گئیں۔ ہشام نے کہا کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگیں آسمان سے بارش آنا بند ہو گئی ہے اور حکمران نے حق بات پر پابندی لگا دی ہے۔ ہشام نے کہا میں آپ کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آؤں گا میں آپ کے حقوق کو پہچانتا ہوں۔ ہشام نے موقع غنیمت جانتے ہوئے بنو امیہ کے علماء کو اطلاع کر دی کہ عائشہ بنت طلحہ میرے پاس تشریف لائی ہیں آپ سب آ جائیں تا کہ علمی گفتگو ہو سکے۔ دربار سج گیا عرب کے حالات، اشعار، تاریخی واقعات پر گفتگو شروع ہوئی۔ ہر موضوع پر سیدہ عائشہ بنت طلحہ کا پر مغز، بصیرت افروز تبصرہ ہوتا۔ فلکیات کے بارے میں انہوں نے اپنی ماہرانہ رائے کا اس انداز میں اظہار کیا کہ انہوں نے ہر طلوع اور غروب ہونے والے ستارہ کا باقاعدہ نام لیا۔

ہشام یہ سن کر حیران رہ گیا بڑے تعجب سے پوچھنے لگا یہ ساری معلومات آپ نے کہاں سے حاصل کیں؟ کہنے لگیں اپنی خالہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ (طبقات ابن سعد، تہذیب التہذیب)

فقیہ ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ہند بنت مہلب سے زیادہ عقلمند کوئی اور خاتون نہیں دیکھی۔

ابن حبان اپنی کتاب ''الثقات'' میں کہتے ہیں کہ صفیہ بنت ابی عبید ثقہ راویہ ہیں۔

اسی طرح سے ہم دیکھتے ہیں عمرہ بنت عبدالرحمان سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم حدیث کی سب سے زیادہ واقفیت رکھتی تھیں جنھوں نے علم کی حرص رکھی انہوں نے علم سیکھا اور علم پہنچایا۔ (تہذیب التہذیب)

اُمام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں عمرہ بنت عبدالرحمان کے پاس حاضر ہوا وہ واقعی علم کی ناپیدا کنار سمندر تھیں۔ (طبقات ابن سعد، تہذیب التہذیب)

سیدہ حفصہ بنت سیرین کے بارے میں مشہور تابعی ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے تابعین میں کوئی ایسا دکھائی نہیں دیتا جسے میں حفصہ بنت سیرین پر ترجیح دے سکوں۔

(طبقات ابن سعد)

خواتین نے علم سیکھا تو میدان علم میں قابل تعریف اثرات بھی چھوڑے۔ انہی میں خیرہ ام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بہت فہم وفراست رکھنے والی قوی الحافظہ خاتون تھیں۔ فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہ بچپن سے ہی علم کے ساتھ گہری وابستگی رکھتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر احادیث یاد کرنے کا شرف انہیں حاصل ہوا۔ اور عاتکہ بنت یزید رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی علم و ادب کا دامن نہیں چھوڑا۔ صحابہ اور اکابر تابعین نے انہی سے دینی علوم حاصل کئے۔ ام کلثوم بنت ابی بکر نے حدیث اور فقہ کا علم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کیا اور کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے علم حاصل کیا۔ (طبقات ابن سعد)

اگر ہم یہ دیکھنا چاہیں کہ
اس دور کی خواتین نے کس قدر علم سے محبت رکھی؟

جب وہ علم میں پختہ ہو گئیں تو انہوں نے اس علم کو آگے پہنچایا۔ سرزمین شام کی خواتین میں سے جس نے حدیث بیان کرنے کا اعزاز حاصل کیا وہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک ہیں۔

خواتین نے دین کی حفاظت کے لئے علم کی حفاظت کی ،سینوں میں محفوظ کیا،محفوظ رکھنا سکھایا۔اس طرح یہ علم قلم بند بھی ہوا سینہ بہ سینہ بھی پہنچا۔

آج ہم نبی ﷺ کی زندگی کے بارے میں جو کچھ جانتے ہیں اس میں خواتین کا بہت بڑا حصہ ہے۔آپ کی تعلیمات،آپ کا لایا ہوا دین اگر مردوں نے پہنچایا اگر مردوں نے اس کی حفاظت کی تو خواتین نے بھی کی۔

ہاں!

یہ خواتین کا بہت بڑا امیدان ہے
خواتین کو دین کا علم حاصل بھی کرنا چاہئے
اور اسے پہنچانا چاہئے
اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اللہ تعالیٰ کی معرفت میرا حق ہے

تاریخ کے اوراق پلٹ کر دو واقعات سامنے رکھنا چاہتی ہوں

مسلمان 5 نبوی میں ہجرت کر کے حبشہ پہنچے تھے اور ان کے پیچھے اہل مکہ واپس لانے کے لیے پہنچ گئے۔ نجاشی نے حقیقت حال جاننے کے لیے دربار سجایا۔ مکہ والوں کو بھی بلایا جو کافر تھے اور مسلمانوں کو بھی بلالیا۔ اب اس نے سوال شروع کیے۔

ایک سوال یہ تھا کہ جس نے آپ میں سے نبوت کا دعویٰ کیا ہے کیا اس پر کوئی کلام بھی نازل ہوتا ہے؟

اس پر سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی تلاوت کی۔

وہ بھی کیا تلاوت تھی؟ الفاظ تو وہی تھے جو ہم بھی سنتے ہیں، ہم بھی پڑھتے ہیں، لیکن اس دربار کے لوگوں میں کتنی بڑی تبدیلی آئی۔

رب العزت نے فرمایا:

﴿وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾

اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہم ایمان لے آئے ہیں۔ چنانچہ

ہمارا نام گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔(المائدہ:83)

تلاوت کیا تھی گویا ان کے دل کے اندر کی بات تھی جو لفظوں میں بیان کر دی گئی۔جلد نرم پڑ گئی، آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگیں، وہ پکار اٹھے کہ انہوں نے پہچان لیا اور انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے ایمان قبول کیا تھا

وہ ایمان اور روایتی ایمان کتنا فرق ہے؟

فرق لانے والی چیز معرفت ہے

معرفت شخصیت میں کیسی تبدیلی لاتی ہے؟

رب العزت نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾

بلاشبہ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ اُن کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔(الانفال:2)

ایمان انسان کو کتنا بدل دیتا ہے؟

جب ایک انسان کو یہ یقین آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا خالق ہے، اس کا مالک ہے

جب اس کے دل کے اندر اللہ تعالیٰ کی عظمت کا یقین بیٹھ جاتا ہے

تو اس کی پوری شخصیت اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگی جاتی ہے

کیسے وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا بن جاتا ہے

کیسے وہ اپنے رب کی پکڑ سے بچنا چاہتا ہے

کیسے وہ انعام کا حریص بن جاتا ہے

یہ یقین کیسے انسان کے اندر اتنی بڑی تبدیلی لے آتا ہے

دوسرا واقعہ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر کی خلافت میں قحط پڑ گیا، لوگ سخت پریشان ہو گئے۔ سیدنا ابوبکر نے فرمایا: گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ جلد ہی آپ کے لیے کشادگی کی کوئی صورت پیدا کر دے گا۔ اس کے بعد یوں ہوا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا تجارتی قافلہ شام سے چلا۔ اس میں سب کے سب گیہوں کے اونٹ تھے۔ اناج سے لدے ہوئے تھے۔

یہ خبر مدینہ میں پھیل گئی تو شہر کے تاجر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ گھر پہنچ کر انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ باہر نکلے، ان کے پاس ایک چادر تھی جس کو انہوں نے کندھے پر ڈال رکھا تھا۔ جس کا ایک سرا سامنے کی طرف لٹک رہا تھا اور دوسرا پیچھے کی طرف۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ لوگ یہاں کیوں آئے ہو؟ تاجروں نے کہا: ہمیں یہ پتہ چلا ہے کہ آپ کے پاس ایک ہزار اونٹ گیہوں اور غذائی سامان سے لدے ہوئے ہیں۔ ہم انہیں خریدنا چاہتے ہیں۔ آپ ہمارے ہاتھ یہ سامان بیچ ڈالیے تاکہ ہم اس کو مدینہ کے ضرورت مندوں کے ہاتھ بیچ ڈالیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اندر آ جائیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔

جب وہ گھر کے اندر داخل ہوئے تو دیکھا غذائی اشیاء کے ایک ہزار ڈھیر گھر کے اندر پڑے ہوئے ہیں۔ **سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میری شام کی خریداری پر تم مجھے کتنا زیادہ نفع دو گے؟ انہوں نے کہا: دس درہم پر بارہ درہم۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: مجھے اس کی زیادہ قیمت مل رہی ہے۔ انہوں نے کہا: دس درہم پر چودہ درہم۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا:**

مجھے اس سے زیادہ قیمت مل رہی ہے۔ انہوں نے کہا: اچھا دس درہم پر پندرہ درہم لے لیجئے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس سے بھی زیادہ مل رہی ہے۔ انہوں نے کہا: وہ کون ہے جو اس سے زیادہ قیمت دے رہا ہے جب کہ مدینہ کے بڑے بڑے تاجر تو یہاں آپ کے پاس جمع ہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے ہر درہم کے بدلے دس درہم مل رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: کیا تم اس سے زیادہ دے سکتے ہو؟ انہوں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: جو شخص نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے اس کا دس گنا زیادہ اجر ہے۔ رب العزت نے فرمایا:

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾

جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہوگا (الانعام:160)

تو یہ بتاؤ اے مدینہ کے تاجرو! کون ہے جو اس سے بڑھ کر نفع دے سکتا ہو؟

مدینہ کے تاجرو! گواہ رہنا میں نے یہ سارا سامان اللہ تعالیٰ کے لیے شہر کے ضرورت مندوں پر صدقہ کر دیا ہے (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: 4/305,306)

اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین انسان کے حوصلے کتنے بلند کر دیتا ہے اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینا مشکل نہیں رہ جاتا

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے یقین کو دیکھیں کیا چیز تھی جس کی وجہ سے انہوں نے دنیا میں نفع حاصل کرنا نہیں چاہا اور دنیا میں کوئی اتنا نفع دے نہیں سکتا۔ ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ وہ دنیا میں ہی اس مال سے فائدہ اٹھا لیتے لیکن آخرت کا یقین اس کو کس مقام تک پہنچا دیتا ہے۔

وہ ایسے مقام تک جا پہنچتا ہے کہ سب کچھ قربان کر سکتا ہے۔

یہ قربانی قرب دیتی ہے۔ رب کے قرب کے بغیر اور اس کے قرب کی خواہش کے بغیر انسان یہ قربانیاں نہیں دے سکتا۔

اور رب کا قرب اور اس کی خواہش اس دل کے اندر پیدا ہوتی ہے جسے اپنے رب کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان پیدائشی طور پر ہی معیار پسند ہے اور تجربہ بتاتا ہے کہ کوئی شخص اس دنیا میں اپنے آئیڈیل کو نہیں پا سکتا۔

ہر انسان تلاش میں ہے

انسان کس چیز کی تلاش میں ہے؟

اپنی جنت کی تلاش میں ہے

اپنے رب کی تلاش میں ہے

رب کی طلب، معبود کی طلب ہر انسان کے اندر موجود ہے

روس کے خلائی مسافر اگست 1962 میں ایک خلائی پرواز سے واپس ہوئے تو انہوں نے ماسکو میں ایک پریس کانفرنس میں یہ الفاظ کہے کہ جب میں زمین پر اترا تو میرا جی چاہتا تھا کہ میں زمین کو چوم لوں۔ انسان جیسی مخلوق کے لیے جو زمین پر موافق حالات موجود ہیں وہ کائنات میں کہیں اور نہیں۔ روسی خلا باز جب زمین سے دور خلا میں چلا گیا تو اس نے انسان کے لیے فقط حیرانی پائی۔ خلا میں انسان کے سکون کے لیے کوئی سامان نہیں ہے۔ اس تجربے کے بعد جب وہ زمین پر اترا تب اسے زمین کی قدر و قیمت کا احساس ہوا۔ ایسے ہی جیسے دن بھر کا روزہ رکھنے کے بعد انسان کو پانی کی قدر و قیمت کا احساس ہوتا ہے۔ زمین اس کو اتنی محبوب محسوس ہوئی کہ اس کا جی چاہا کہ اس سے لپٹ جائے۔ اپنی محبت اس کے لیے نثار کر دے یہی چیز ہے جس کو شریعت میں الہ بنانا کہا گیا۔ انسان اپنے معبود کو نہیں دیکھتا اس لیے وہ مخلوق کو اپنا معبود بنا لیتا ہے۔

ایمان والا وہ ہے

جو ظاہر سے گزر کر باطن تک پہنچ جائے

جو یہ جان لے کہ زمین پر جو کچھ ہے وہ خالق کا پیدا کیا ہوا ہے

وہ مخلوق کو دیکھ کر اس کے خالق کو پا لے

وہ اپنے تمام بہترین جذبات اس کے لیے نچھاور کر دے

روسی خلاباز پر جو کیفیت زمین کو پا کر گزری وہی کیفیت مزید اضافے کے ساتھ انسان پر تب گزرتی ہے جب وہ اپنے رب کی معرفت حاصل کرتا ہے۔

یہ معرفت انسان کو کیسے نصیب ہوتی ہے؟ اس معرفت کا کیا درجہ ہے؟

یہ معرفت کیا ہے؟

یہی کہ انسان غیب میں ہونے کے باوجود اس کو پہچان لے اور دیکھے بغیر اسے دیکھ لے

ہر چیز کی ایک قیمت ہوتی ہے اور معرفت کے حصول کی بھی ایک قیمت ہے اور یہ قیمت انسان ادا کر سکتا ہے

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے یوں ظاہر نہیں ہے جیسے کائنات کی اشیاء ظاہر ہیں، وہ ہماری نگاہوں سے چھپا ہوا ہے اور انسان کا کام کیا ہے؟ یہی کہ وہ غیب میں چھپے ہوئے اپنے رب کو پا لے۔ اور کتنی چیزیں ہیں جو انسان کی توجہ اس مقصد سے ہٹا دیتی ہیں۔

کبھی اس کے اندر اپنی برتری کا احساس ابھرتا ہے

کبھی خواہشات کی پیروی کرتا ہے

کبھی نفرت میں مبتلا ہو جاتا ہے

کبھی کسی تعصب میں گرفتار ہو جاتا ہے

جس کی وجہ سے وہ اپنے رب کو پہچان نہیں پاتا۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم جب اپنے رب پر ایمان لاتے ہیں تو ہمارا رب ہم سے کہتا ہے:

﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

دیہاتیوں نے کہا: ''ہم ایمان لائے ہیں۔'' کہہ دو: ''تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔'' اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ خوب بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے۔ (الحجرات:14)

ایک طرف ہم اللہ تعالیٰ کے مطالبے کو دیکھتے ہیں اور دوسری طرف ایمان لانے والوں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ

ایمان کی حقیقت کیا ہے؟

اور کون خوش نصیب لوگ ہیں جن کے ایمان کو اللہ تعالیٰ کے یہاں قبولیت حاصل ہوگی

جہاں وہ کبھی ختم نہ ہونے والی خوشیوں میں اپنی حیات جاوداں کو گزاریں گے

مطلوب ایمان تو وہی ہے جو دل کے اندر داخل ہو جائے

ایسا ایمان انسان کو کیسے نصیب ہوتا ہے؟

یہ ایمان انسان کو معرفت حق سے نصیب ہوتا ہے۔

معرفت تب نصیب ہوتی ہے جب انسان اپنے خالق کو صحیح طور پر پہچانے اور شعور کی گہرائیوں سے پہچان لے کہ ہر قسم کی بڑائی اور سارا کمال صرف اللہ تعالیٰ کو

حاصل ہے

پھر یہ کام اسے اتنا متاثر کرے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے آگے ڈال دے

گہرے ایمانی تجربے کے ساتھ یہ معرفت نصیب ہوتی ہے

یہی معرفت ایمان کا آغاز ہے۔

یہ معرفت ہر انسان کا حق ہے

اس کا تجربہ انسان کو اس طرح ہوتا ہے کہ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ پڑتا ہے۔ یہ تصدیق ہے کہ انسان کو معرفت نصیب ہوئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان غیب کی حالت میں اپنے رب کو پہچان سکتا ہے۔ ایسا تب ہوتا ہے جب کسی انسان کو اپنے رب کی موجودگی کا حسی تجربہ ہونے لگے۔

انسان جب غور کرتا ہے تو اپنے پاس اپنے رب کو موجود پاتا ہے

احساس زندہ ہو تو سورج کی سنہری کرنوں میں اللہ تعالیٰ کا نور جگمگاتا محسوس کرتا ہے۔

اپنے رب کے نور کو جھلکتا ہوا محسوس کرتا ہے

ہواؤں کے لطیف جھونکوں میں اس کو رب کے لمس کا تجربہ ہوتا ہے

جب اپنی پیشانی زمین پر رکھتا ہے تو اس کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا اس نے اپنا سر رب کے قدموں میں رکھ دیا ہو

ایسا تب ہی ہوتا ہے جب انسان کو دیکھنے والی نگاہ حاصل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کسی چیز کا ہوش نہ رہے

وہ اسی پر اعتماد کرنے لگے

وہ اسی سے امید باندھنے لگ جائے اور اسی کا خوف رکھے

وہ اسی کے لیے جینے کے قابل ہو جائے

رب کی معرفت انسان کو کتنا بدل دیتی ہے

رب کی معرفت کتنی بڑی دولت ہے

عورت کا بھی یہ حق ہے کہ وہ اپنے رب کی گہری معرفت حاصل کرے

ہاں رب کی معرفت جینے کا ایک نیا ڈھنگ سکھاتی ہے

اسی معرفت سے محبت جنم لیتی ہے

جیسے انسان کے اندر بھوک اور پیاس کا قوی جذبہ موجود ہے اسی طرح سے انسان کے اندر محبت کا یہ نہایت طاقت ور جذبہ بھی موجود ہے۔ اور انسان کی فطرت تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنے محسن کے احسانات کا اعتراف کرے۔ اپنی فطرت کے اعتبار سے انسان اس چیز کا تحمل کر ہی نہیں سکتا اس کو کسی سے کوئی بڑی چیز ملے اور وہ اس کا اعتراف نہ کرے۔ یہ انسان کا فطری مزاج ہے جب اس کو کسی سے بڑا فائدہ پہنچتا ہے تو اس کی فطرت یہ چاہتی ہے چیخ کر اس کا اعتراف کرے۔ یہ انسان کی ایسی صفت ہے جس سے کوئی مرد، کوئی عورت خالی نہیں ہے۔

انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے خواہ وہ اس کا اپنا وجود ہو یا وجود سے باہر پورا نظام جسے لائف سپورٹ سسٹم کہتے ہیں سب اللہ تعالیٰ کی طرف عطیے کے طور پر ملا ہوا ہے۔ اور انسان کی فطرت چاہتی ہے کہ وہ ان blessings کا پورا اعتراف کرے جو اپنے رب کی طرف سے اسے مل رہے ہیں۔ مثال کے طور پر ہوا ہے، پانی ہے، روشنی ہے، کون نہیں جانتا کہ یہ سب کچھ اسی کی جانب سے عطا کردہ ہے۔ یہ عطیات تقاضا کرتے ہیں کہ انسان دل اور دماغ کے ساتھ ان کا اعتراف کرے۔

اگر ہم دیکھنا چاہیں کہ تاریخ انسانی میں انسانوں سے کیا غلطی ہوئی تو basically سب لوگوں نے دینے والے کو حذف کر دیا اور اس کو کسی اور نام سے منسوب کر دیا۔ اسی

تضاد میں تو آج سب جی رہے ہیں۔یہی تو ہمارے زمانے کا سب سے بڑا مسئلہ ہے جس کو ٹینشن اور سٹریس کہتے ہیں، یہ اسی داخلی تضاد کا نتیجہ ہے۔اسی حقیقت کو قرآن حکیم میں اس انداز میں بیان کیا گیا۔

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔(الرعد:28)

ہاں یہ دل اسی کی یاد سے، اسی کے ذکر سے، اسی کے ساتھ تعلق سے درست رہتے ہیں

زندگی اسی کی ہے، زندگی اسی کے لیے ہے

زندگی کی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے

جو اپنے رب کو پہچان لیتا ہے وہ اس زندگی کے راز کو پالیتا ہے

حقیقت یہ ہے کہ انسان تو اپنی ذات کی دلدل سے نکل نہیں پاتا۔اس کو اپنی خواہشات، اپنے مطالبات ہی یاد رہتے ہیں وہ اسی گھنے جنگل میں گم رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو موت آجاتی ہے۔اسے رب کی طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں ملتا۔اپنے رب کے بارے میں جاننا چاہیں تو کیا مشکل ہے؟

کسی نے مجھ سے سوال کیا کہ رب کی محبت کی تو ہمیں ضرورت ہے مگر یہ سمجھ نہیں آتی کہ اس کے بارے میں

کیسے جانیں؟ کیسے اس کو پہچانیں؟ کیسے اس سے محبت کریں؟

تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کا کوئی بچہ ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں تو میں نے ان سے پوچھا کہ جب وہ پیدا ہوا تھا تب آپ نے کسی سے سیکھا تھا کہ میں اس سے کیسے محبت کروں؟ میں اسے کیسے چاہوں؟ اتنا فطری معاملہ ہے رب کی ذات کا۔ہم خود اسی کی

ذات کے پیدا کردہ ہیں۔ جو کچھ ہمیں ملا اسی کی وجہ سے۔ اس کو جاننا چاہتے ہیں تو اس کے اچھے ناموں سے اس کو جان سکتے ہیں۔ یہی وہ طریقہ ہے جو ہمارے رسول نے ہمیں سکھایا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے اچھے نام ہیں خود اس نے فرمایا

﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾

اور تمام اچھے نام اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ چنانچہ اُسے تم ان ہی سے پکارو۔ (الاعراف:180)

کیسے اپنے رب کو پکاریں؟

اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف اپنے اسمائے حسنیٰ سے کروایا ہے

اسمائے حسنیٰ انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ کھولنے والے ہیں

ان ہی ناموں سے اس کو پکار سکتے ہیں، ان ہی ناموں سے ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں

تنہائیوں میں رو رو کر دعائیں کر سکتے ہیں

جو اپنے رب کو پہچان لیتا ہے اسے ہاتھ پھیلا کر اسے پکارنے میں کوئی مشکل نہیں رہ جاتی

اس کو پکارنا ہی تعلق کی انتہا ہے

یہی دعا ہے اور معرفت دعا تک لے جاتی ہے

دعا دل کی حقیقی تڑپ ہے

یہی تڑپ ہماری ضرورت ہے

یہی ہمارا اپنے رب سے تعلق ہے

یہی دعا اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے ہمیں اپنی معرفت نصیب فرمائے۔ آمین

رسول اللہ ﷺ کو راہ نما بنانا میرا حق ہے

امریکہ سے ایک انسائیکلو پیڈیا چھپی ہے جس کا نام ہے ''Man and His Gods'' انسان اور اس کے معبود۔ اس کتاب میں مختلف مذاہب کے بارے میں مقالے لکھے گئے ہیں۔ اسلام کا جو مقالہ ہے اس کے عیسائی مقالہ نگار نے اسلامی انقلاب کے بعد جو عظیم نتائج پیدا ہوئے ان کے بارے میں یہ الفاظ لکھے ہیں

Its advent changed the course of human history

''اسلام کے ظہور نے انسانیت کے رخ کو بدل دیا''

یہ ایک مستشرق کا اعتراف ہے۔ وہ انقلاب جو محمد ﷺ لے کر آئے اس نے تاریخ میں کیسے دور رس امکانات کھولے جن کے بعد اسلام کو دوسرے مذاہب پر غالب کرنا اتنا آسان ہو گیا ہے جیسے بارش آ جائے تو کھیت سے فصل اگانا آسان ہو جاتا ہے۔ نبی ﷺ نے جو انقلاب برپا کیا اس کو سادہ لفظوں میں دیکھنا چاہیں تو آپ ﷺ نے انسان کو بدل دیا۔ پورے کا پورا انسان اندر سے بدل گیا، گھر سے لے کر مدرسے تک، بازار سے لے کر عدالت تک، ایک عام انسان کے معاملات سے لے کر حکومتی ایوانوں تک، سب کچھ ہی بدل گیا۔

اتنی بڑی تبدیلی آئی جس نے معاشی اور اجتماعی نظام کو پورے طور پر بدل ڈالا۔

اس انقلاب میں کل 1018 لوگ ہلاک ہوئے۔ اس انقلاب کی تکمیل 23 برس

میں ہوئی۔23 سالوں میں جو جنگیں ہوئی ان کی تعداد 81 ہے۔ نبی ﷺ ستائیس غزوات میں شریک ہوئے۔ مجموعی طور پر ہلاک ہونے والوں کی کل تعداد 1018 ہے جس میں سے 789 غیر مسلم اور 259 مسلمان مقتولین ہیں۔ اتنے بڑے انقلاب میں مقتولین کی تعداد اتنی کم ہے کہ اسے ''Bloodless Revolution'' یعنی غیر خونی انقلاب کہا جا سکتا ہے۔

اس انقلاب کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ توہمات کا دور ختم ہو گیا

مثال کے طور پر کوئی یہ فرض کر لے کہ جب کسی بڑے آدمی کی موت ہوتی ہے تو سورج گرہن یا چاند گرہن لگتا ہے ایسا ذہن جو مفروضات کی بنیاد پر بنتا ہے، ایسا ذہن اسلام کی طرف بڑھنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ پھر وہ کون سا ذہن ہے جو اس انقلاب کی لہروں کو محسوس کر سکتا ہے؟ یہ سائنسی ذہن ہے جس نے کائنات کو تجربے اور مشاہدے کی روشنی میں جاننے کی کوشش کی۔ تو یہ قلبی تبدیلی تو تھی ہی، یہ ذہنی تبدیلی تھی جس نے ایک اللہ کو ماننے کا راستہ صاف کر دیا۔

آج تو انسانی علم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان کا علم محدود ہے محدود ہی رہے گا۔ انسان جب کائنات کی کھوج میں لگ جاتا ہے تو اس پر یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ کائنات اس سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہے کہ انسان کا محدود ذہن اس کا احاطہ کر سکے۔ سائنس کی یہ دریافت بے حد اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس سے رسالت کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔ ایک طرف دیکھیں انسان کا یہ حال ہے کہ وہ حقیقت کو آخری حد تک جا کر جان لینا چاہتا ہے، دوسری طرف انسان ایسی محدودیت کا شکار ہے کہ وہ کبھی بھی حقیقت کی آخری حد تک نہیں پہنچ سکتا۔ انسانی زندگی کا یہ خلا بتاتا ہے کہ اس کو ایک برتر راہ نما کی ضرورت ہے اسی برتر راہ نما کا دوسرا نام نام پیغمبر ہے۔ آج کی سائنس نے پیغمبر کی ضرورت کو علمی سطح پر ثابت کر دیا

ہے حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان کو پیغمبروں کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔

یہ پیغمبر کون ہوتے ہیں؟

کیوں آتے ہیں؟

کون ان کا انتخاب کرتا ہے؟

دنیا میں وہ کیا کام کرتے ہیں؟

پیغمبروں کے آنے کی کیا ضرورت ہے؟

دیکھنا چاہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبر ایسا انسان ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی نمائندگی کے لیے چن لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب ایک انسان کو اپنا پیغمبر بناتا ہے تو فرشتہ آتا ہے اور اس کو رب کے انتخاب کی خبر دیتا ہے پھر اسے یقین ہو جاتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔ اس کے بعد فرشتہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو اس پر اتارتا ہے تاکہ وہ رب کی تعلیم سے سب لوگوں کو باخبر کر دے۔ پیغمبر اللہ اور بندے کے درمیان ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے لیتا ہے اور انسانوں تک پہنچاتا ہے۔

پیغمبر کیا کام کرتے ہیں؟

ہم دیکھتے ہیں کہ ہر انسان کے پاس عقل ہے وہ اس کے ذریعے بہت سی باتوں کو جان سکتا ہے، سمجھ سکتا ہے لیکن دنیا میں جاننے اور سمجھنے کے لیے صرف ظاہری علم تو کافی نہیں ہے۔ کتنی ہی گہری حقیقتیں ہیں جو ہماری عقل کے احاطے میں نہیں آتیں جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات، آخرت کا معاملہ، وہ دنیا جس کو ہم نہیں دیکھ سکتے ہماری عقل کے احاطے سے باہر ہیں۔ ہماری عقل اس دنیا کا ادراک نہیں کر سکتی۔

پیغمبر یہی کام کرتا ہے

انسان کی اس کمی کو پورا کرتا ہے

وہ چیزوں کی حقیقت کو بتاتا ہے

وہ آخرت کی دنیا کی خبر دیتا ہے

اس طرح وہ انسان کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ علم کی روشنی میں اپنی زندگی کا نقشہ بنائے اور وہ کامیاب زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان جب سے اس دنیا میں آیا اللہ تعالیٰ نے اس کی کمی کو پورا کرنے کے لیے پیغمبروں کو بھیجنا شروع کر دیا۔ ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اس کی باتیں بتاتے رہے لیکن پہلے پیغمبروں کا کوئی ریکارڈ باقی نہیں ہے۔

اگر ہم دیکھنا چاہیں تو جب رب العزت نے محمد ﷺ کو اپنا پیغمبر بنایا تو اس کے بعد آپ کو ایسے اسباب ملے جس کی وجہ سے آپ کی شخصیت کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہ گیا۔ آپ کی لائی ہوئی کتاب میں کبھی تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں اور قیامت تک دنیا میں اللہ تعالیٰ کے واحد نمائندہ ہیں۔

کیوں نہ راہ نما بنائیں محمد ﷺ کو!

کہ ان کی حیات اور ان کی تعلیمات کے بارے میں جاننا آج ہمارے لیے آسان ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات مکمل ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی سارے جہان والوں کے لیے نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے جو کچھ اپنے رب سے لیا من وعن پہنچا دیا۔ آج آپ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات میں سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔ آج جو بھی رب کی پسند کی زندگی گزارنا چاہتا ہے اس کے لیے نبی ﷺ کی حیات بہترین نمونہ ہے۔

آپ ﷺ نے جیسے زندگی گزاری، آپ نے جیسی معاشرت رکھی، جیسے کمایا، جیسے خرچ کیا، جیسا آپ کا اخلاق تھا، جیسے آپ کے معاملات تھے سب کچھ ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

کیوں نہ آپ ﷺ کی حیات کو رہنمائی کا سبب بنائیں!

آپ ﷺ کی زندگی تاریخ میں ان الفاظ میں ملتی ہے:

ایک بار آپ سفر میں تھے آپ نے اپنے ساتھیوں سے ایک بار ایک بکری تیار کرنے کا حکم دیا۔ایک بولا میں اس کو ذبح کروں گا۔دوسرے نے کہا میں اس کی کھال اتاروں گا۔تیسرے نے کہا میں اس کو پکاؤں گا۔آپ نے فرمایا: میں لکڑیاں جمع کروں گا۔لوگوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ ہم سارے کام کرلیں گے۔آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم لوگ کرلوگے مگر میں امتیاز کو پسند نہیں کرتا۔اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ اس کا کوئی بندہ اپنے ساتھیوں کے درمیان امتیاز کے ساتھ رہے۔(الزرقانی:4/306،سیرت النبی ﷺ)

آج دنیا میں کسی کے پاس مال آجائے وہ امتیاز سے رہنا چاہتا ہے،کسی کے پاس اقتدار آجائے تو وہ اپنے آپ کو دوسروں سے برتر مخلوق سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔اور محمد ﷺ کی عبدیت کا یہ حال تھا۔

﴿وَاللّٰہِ مَا أَدْرِی وَأَنَا رَسُولُ اللّٰہِ مَا یُفْعَلُ بِی﴾

”اللہ کی قسم! مجھے خود اپنے متعلق بھی معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔“(بخاری:1243)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ میں اور ایک صاحب میں تکرار ہوگئی تھی تو ان کی ماں عجمی تھیں، میں نے اس بارے میں ان کو طعنہ دے دیا انہوں نے جا کر یہ بات نبی کریم ﷺ سے کہہ دی۔نبی کریم ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا: کیا تم نے اس سے جھگڑا کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔دریافت کیا: تم نے اسے اس کی ماں کی وجہ سے طعنہ دیا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارے اندر ابھی جاہلیت کی بو باقی ہے۔میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس بڑھاپے میں بھی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں یاد رکھو یہ (غلام بھی) تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہاری ماتحتی

میں دیا ہے، پس اللہ تعالیٰ جس کی ماتحتی میں بھی اس کے بھائی کو رکھے اسے چاہیئے کہ جو وہ کھائے اسے بھی کھلائے اور جو وہ پہنے اسے بھی پہنائے اور اسے ایسا کام کرنے کے لیے نہ کہے، جو اس کے بس میں نہ ہو اگر اسے کوئی ایسا کام کرنے کے لیے کہنا ہی پڑے تو اس کام میں اس کی مدد کرے۔ (بخاری:6050)

یہ تھا آپ کا طریقہ کار جس میں انسانوں کی حقیقی مساوات تھیں۔

سیدنا ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کوڑے سے، ایک آواز میں نے پیچھے سے سنی جیسے کوئی کہتا ہے: "جان لے ابو مسعود!" میں غصے میں تھا، کچھ نہیں سمجھا جب وہ آواز قریب پہنچی میں نے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ فرما رہے ہیں: "جان لے ابو مسعود! جان لے ابو مسعود!" میں نے اپنا کوڑا ہاتھ سے پھینک دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: "اے ابو مسعود! جان لے کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر زیادہ قدرت رکھتا ہے اس سے جتنی تو اس غلام پر رکھتا ہے۔" میں نے کہا: اب میں کبھی کسی غلام کو نہ ماروں گا۔ (مسلم:4306)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: رسول اللہ ﷺ کی اپنے گھر میں کیا مصروفیت ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا: جیسے ایک عام آدمی گھریلو کام کرتا ہے، جوتا سی لیتے اور کپڑے کو پیوند لگا لیا کرتے۔ (اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ، ص:62)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے قرض کا تقاضا کیا اور سخت سست کہا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو سزا دینی چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے کہنے دو۔ صاحب حق کے لیے کہنے کا حق ہوتا ہے اور اسے ایک اونٹ خرید کر دے دو'' لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے اونٹ سے (جو اس نے آپ کو قرض دیا تھا) اچھی عمر ہی کا اونٹ مل رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہی خرید کے اسے دے دو کیونکہ تم میں

اچھا وہی ہے جو قرض ادا کرنے میں سب سے اچھا ہو۔'' (بخاری:2390)

یہ ہے ایک عظیم انسان کا کردار

ایک پیغمبر کا کردار

کیوں نہ رہنما بنائیں ایسی ہستی کو

جو عدل کرنے والی ہے

آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی ہیبت اتنی طاری رہتی کہ آپ عاجزی کی تصویر بنے رہتے۔ بہت کم بولتے، چلتے تو جھک کر چلتے، تنقید سے کبھی خفا نہ ہوتے، کپڑا پہنتے تو کہتے میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور بندوں کی طرح لباس پہنتا ہوں، کھانا کھاتے تو ادب کے ساتھ کھانا کھاتے اور فرماتے میں بندوں کی طرح کھاتا ہوں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے، ٹیک لگا کر کھا لیا کریں، کیونکہ اس میں آپ کے لیے زیادہ آسانی ہے۔ (یہ سن کر) آپ ﷺ نے اپنا سر اس قدر جھکایا کہ قریب تھا کہ آپ کی پیشانی زمین کو چھونے لگتی اور فرمایا: ''میں تو بندے کی طرح کھاؤں گا اور بندے کی طرح ہی بیٹھوں گا۔'' (صحیحہ:2588)

سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک بکری ہدیہ کے طور پر بھیجی، آپ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اسے کھانے لگے، اس پر ایک اعرابی (دیہاتی) نے کہا: بیٹھنے کا یہ کون سا انداز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مہربان و شفیق بندہ بنایا ہے، نا کہ مغرور اور عناد رکھنے والا۔''

(ابن ماجہ:3263)

آپ ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بے حد عقیدت تھی۔ عقیدت انسان کے مزاج

کو بگاڑ کر رکھ دیتی ہے۔ بندے کے لیے اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھنا کتنا آسان ہو جاتا ہے مگر محمد ﷺ لوگوں کے درمیان بالکل عام انسان کی طرح رہتے، کوئی تنقید، کوئی تلخ اور اشتعال انگیز رویہ آپ کو آپے سے باہر کرنے والا نہ ہوتا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک پر (یمن کے) نجران کی بنی ہوئی موٹے حاشیے کی ایک چادر تھی۔ اتنے میں ایک دیہاتی آ گیا اور اس نے نبی کریم ﷺ کی چادر کو پکڑ کر اتنی زور سے کھینچا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے مونڈھے پر دیکھا کہ اس کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے نشان پڑ گیا تھا۔ پھر اس نے کہا: اے محمد! مجھے اس مال میں سے دیئے جانے کا حکم کیجئے جو اللہ تعالیٰ کا مال آپ کے پاس ہے۔ نبی کریم ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرائے اور آپ نے اسے دیئے جانے کا حکم فرمایا۔ (بخاری:5809)

آپ ﷺ کا احساس اس قدر تیز تھا کہ ایک بار آپ کے ساتھی نے آپ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ایک بار کہا: ﴿مَا شَآءَ اللّٰهُ وَ شِئْتَ﴾ جو کچھ اللہ چاہے اور آپ چاہیں۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ''کیا تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کر دیا ہے، صرف (وہ ہوتا ہے) جو اکیلا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔'' (مسند احمد:10)

آپ ﷺ کے تین بیٹے پیدا ہوئے جو بچپن میں انتقال کر گئے۔ چار بیٹیاں بڑی عمر کو پہنچیں۔ سب بچے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے سوائے ایک بیٹے کے۔ آپ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت کرتے تھے جب کبھی سفر پر جاتے واپسی پر دو نفل مسجد میں ادا کرتے اور اس کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے۔ (سیرۃ النبی، سیر الصحابیات) ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اٹھنے بیٹھنے کے طور وطریق اور عادت وخصلت میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا، وہ

کہتی ہیں: جب وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آتیں تو آپ اٹھ کر انہیں بوسہ لیتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے، اور جب نبی اکرم ﷺ ان کے پاس آتے تو وہ اٹھ کر آپ کو بوسہ لیتیں اور آپ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ (ترمذی:3872)

رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی گواہ ہے آپ نے کبھی عدل کا دامن نہیں چھوڑا اور اولاد کے ساتھ آپ کے معاملات ایسے تھے جو ان کی آخرت کے لیے بہتر تھے۔

ابن عبد کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: کیا میں تمہیں اپنے اور رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی جو آپ کو اپنے تمام کنبے والوں میں سب سے زیادہ محبوب اور پیاری تھیں کے متعلق نہ بتاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، ضرور بتائیے، آپ نے کہا: فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چکی پیسی یہاں تک کہ ان کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے، اور پانی بھر بھر کر مشک لاتیں جس سے ان کے سینے میں درد ہونے لگا اور گھر میں جھاڑو دیتیں جس سے ان کے کپڑے خاک آلود ہو جاتے، نبی اکرم ﷺ کے پاس کچھ غلام اور لونڈیاں آئیں تو میں نے ان سے کہا: اچھا ہوتا کہ تم اپنے ابا جان کے پاس جاتی، اور ان سے اپنے لیے ایک خادمہ مانگ لیتی، چنانچہ وہ آپ ﷺ کے پاس آئیں تو دیکھا کہ وہاں کچھ لوگ آپ سے گفتگو کر رہے ہیں تو لوٹ آئیں، دوسرے دن آپ ﷺ خود فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے آئے اور پوچھا: ”تم کس ضرورت سے آئی تھیں؟“، وہ چپ رہیں تو میں نے کہا: اللہ کے رسول! میں آپ کو بتاتا ہوں، چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھ میں نشان (گٹھا) پڑ گیا، مشک ڈھوتے ڈھوتے سینے میں درد رہنے لگا اب آپ کے پاس خادم آئے ہیں تو میں نے ان سے کہا کہ وہ آپ کے پاس جائیں، اور آپ سے ایک خادم مانگ کر لائیں، جس کے ذریعہ اس شدت و تکلیف سے انہیں نجات ملے جس سے وہ دو چار ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”فاطمہ! اللہ سے ڈرو اور اپنے رب کے فرائض ادا کرتی رہو، اور اپنے گھر کے کام کیا کرو، اور جب سونے چلو تو (۳۳) بار سبحان اللہ، (۳۳) بار الحمد للہ، اور (۳۴) بار اللہ اکبر کہہ لیا کرو، یہ کل سو

ہوئے یہ تمہارے لیے خادمہ سے بہتر ہیں"۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے خوش ہوں۔ (سنن ابوداؤد:2988)

آپ ﷺ پر جو حقیقت کھولی گئی تھی وہ یہ کہ یہ جہان بغیر کسی چلانے والے کے نہیں چل رہا۔اس کا چلانے والا ایک اللہ ہے۔ وہی خالق ہے، وہی مالک ہے۔ سب اس کے بندے ہیں۔ سب انسانوں کو مر جانا ہے اور مرنے کے بعد لوگ ختم نہیں ہو جاتے۔ دوسری زندگی میں، دوسری دنیا میں زندگی شروع کرنے کے لیے داخل ہو جاتے ہیں۔ نیک آدمیوں کے لیے وہاں جنت ہے اور برے لوگوں کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس حقیقت کا علم دیا تو آپ ﷺ سے یہ بھی کہا کہ سب انسانوں کو اس سے آگاہ کر دو۔

مکہ کے کنارے ایک صفا نامی پہاڑی تھی جو قدرتی سٹیج کا کام دیتی تھی۔

نبی کریم ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور پکارنے لگے۔ اے بنی فہر! اور اے بنی عدی! اور قریش کے دوسرے خاندان والو! اس آواز پر سب جمع ہو گئے اگر کوئی کسی وجہ سے نہ آسکا تو اس نے اپنا کوئی چودھری بھیج دیا، تاکہ معلوم ہو کہ کیا بات ہے۔ ابولہب قریش کے دوسرے لوگوں کے ساتھ مجمع میں تھا۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں خطاب کر کے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے، اگر میں تم سے کہوں کہ وادی میں (پہاڑی کے پیچھے) ایک لشکر ہے اور وہ تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات سچ مانو گے؟ سب نے کہا کہ ہاں، ہم آپ کی تصدیق کریں گے ہم نے ہمیشہ آپ کو سچا ہی پایا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر سنو، میں تمہیں اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو بالکل سامنے ہے۔ (صحیح بخاری:4770)

آپ ﷺ سب انسانوں کو آگ سے بچانا چاہتے تھے

اللہ رب العزت کے سامنے دعا کرتے تھے

﴿اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾

''اے اللہ! میری قوم کو معاف کر دے کیونکہ وہ جانتے نہیں'' (بخاری:3477)

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں قرآن میں یہ ارشاد ربانی ہے

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾

اور بلاشبہ آپ عمدہ اخلاق پر ہیں۔ (القلم:4)

بات ہے عظیم اخلاق کی، عظیم انسان کی، عظیم رہنما کی، جو خود صاحب قرآن تھے انہوں نے قرآنی اخلاقیات کو اپنایا۔ وہ کہتے تھے: جو تم سے کٹے تم اس سے جڑو،، جو تمہیں محروم کرے تم اسے عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کرو۔ (صحیحہ:2942) آپ ﷺ اعلیٰ اخلاق رکھتے تھے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے، اللہ تعالیٰ کی بہت اطاعت کرنے والے اور اللہ رب العزت کے قریب تھے۔ آپ ﷺ نے انسانوں کو کامیابی کا راستہ دکھایا۔

آپ ﷺ کی زندگی قریبی لوگوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ زندگی تھی۔ فرانس کے مشہور فلسفی نے کہا کہ کوئی شخص اپنے قریبی لوگوں میں ہیرو نہیں ہوتا کیونکہ ان کی نظر میں انسان کی شخصی زندگی ہوتی ہے اور نجی زندگی میں کوئی بھی کامل نہیں ہوتا۔ دور والوں کو ایک شخص اچھا لگتا ہے اور قریب کے لوگوں کو اتنا اچھا نہیں لگتا، اسی وجہ سے قریب کے لوگوں میں ہیرو کے لیے جذبات پیدا نہیں ہوتے مگر یہ کلیہ رسول اللہ ﷺ پر صادق نہیں آتا کیونکہ تاریخ بتاتی ہے جو شخص آپ سے جتنا قریب تھا اتنا ہی وہ آپ ﷺ کی خوبیوں کا شیدائی تھا۔ محمد رسول اللہ ﷺ ایسی خوبیوں کے مالک تھے کہ اس دور کے لوگوں نے بھی آپ ﷺ سے محبت کی اور آپ ﷺ کے بعد آنے والے بھی شیدائی ہیں۔ آپ ﷺ نے جو کچھ اپنے پیچھے چھوڑا ہے وہ ہمارے لیے قابل اتباع ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو رہنما بنانا ہم سب کا حق ہے
اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس حق کو پورا کرسکیں۔ آمین

صلہ رحمی میرا حق ہے

نبی ﷺ کی دعوت کے بنیادی نکات میں سے ایک صلہ رحمی ہے

صلہ رحمی انبیاء کے اوصاف میں سے ہے

صلہ رحمی ایک انسان کو انفرادی طور پر کیا دیتی ہے؟ اور اجتماعی طور پر اس پر کیسے اثر انداز ہوتی ہے؟

صلہ رحمی سے سکون ملتا ہے، برکت ملتی ہے

صلہ رحمی سے ہی بھائی چارہ قائم ہوتا ہے

معاشرے کی مضبوطی کے لیے صلہ رحمی انتہائی ضروری ہے

صلہ رحمی کی اہمیت کے حوالے سے نجاشی کے دربار میں پیش آنے والا واقعہ کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں جب اپنے جاہلیت کے دور میں تھا تو سمجھتا تھا کہ لوگ گمراہ ہیں اور جب وہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں تو ان کے پاس خیر اور نیکی کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ پھر میں نے مکہ کے ایک آدمی کے بارے میں سنا کہ وہ بہت سی باتوں کی خبر دیتا ہے، میں اپنی سواری پر بیٹھا اور ان کے پاس آ گیا، اس زمانے میں رسول اللہ ﷺ چھپے ہوئے تھے، آپ کی قوم (کے لوگ) آپ کے خلاف دلیر اور جری تھے۔ میں ایک لطیف تدبیر اختیار کر کے مکہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے پوچھا: آپ کیا

ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نبی ہوں۔ پھر میں نے پوچھا: نبی کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ نے بھیجا ہے۔ میں نے کہا: آپ کو کیا (پیغام) دے کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے صلہ رحمی، بتوں کو توڑنے، اللہ تعالیٰ کو ایک قرار دینے، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانے (کا پیغام) دے کر بھیجا ہے۔ (مسلم:1930)

آزادی بڑی نعمت ہے، آزاد انسان اپنے فیصلے خود کر سکتا ہے، آزاد انسان اپنی زندگی کے راستوں کا تعین کر سکتا ہے، آزاد انسان ہی صلہ رحمی کر سکتا ہے۔

تمام انبیاء کی بعثت کا پہلا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کی اطاعت اور شرک کی جڑ کاٹنا تھا۔ دوسری چیز جو انسانوں کے ساتھ حسن سلوک سے متعلق ہے، وہ صلہ رحمی ہے۔ یہ بھی انبیاء کی تعلیمات میں سے ایک ہے۔ انبیاء نے تمام انسانیت کو اس کی جانب توجہ دلائی۔ نبی ﷺ نے جب نبوت کا اعلان کیا۔ قریش پر جب توحید کی دعوت پیش کی تو قریش نے آپ پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھا دیئے۔ کچھ لوگ ہجرت کر کے حبشہ پہنچ گئے۔ قریش نے نجاشی کے دربار میں اپنی سفارت روانہ کی تا کہ وہاں سے بھی مسلمانوں کو باغی اور بے دین کہہ کر نکلوا دیں۔ اس وقت سیدنا جعفر بن ابی طالب نے مسلمان مہاجروں کی طرف سے امیر کی حیثیت سے اپنا موقف پیش کرتے ہوئے بہت سی بات چیت کی۔ ان میں یہ بھی تھی کہ اے بادشاہ! ہم مردار کھانے والے لوگ تھے۔ ہم بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ ہم بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ ہم رشتے داری کا حق ادا نہیں کرتے تھے۔ غلاموں پر ظلم و ستم روا رکھتے تھے۔ پھر ہم میں سے ایک شخص اٹھا اس نے ہمیں کہا: کہ ایک اللہ کی عبادت کرو۔ اس نے ہمیں نماز، نیکی اور صلہ رحمی کا حکم دیا۔ اس نے ہمیں سچائی کا، امانت کی ادائیگی کا، پڑوسیوں سے بھلائی کا حکم دیا۔

اگر صلہ رحمی نہ ہو تو لوگ تنہا اور بے سہارا رہ جائیں

لوگ اپنی زندگیوں سے برکت کھو بیٹھیں، ان کا سکون چھن جائے

جب صلہ رحمی نہیں ہوتی تو آوارگی لوگوں کو کس طرح اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے

دیکھنا یہ ہے کہ صلہ رحمی کیسے ہوتی ہے؟

صلہ رحمی کے لیے برداشت، صبر اور تحمل چاہیے کیونکہ صبر کے بغیر صلہ رحمی نہیں ہو سکتی۔

رب کریم نے مسلمانوں کے ان اوصاف کی تعریف فرمائی ہے:

﴿ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾

وہ لوگ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(آل عمران:134)

قریش مکہ کے رویے پر آپ ﷺ کو تاکید کی گئی کہ کیسا طرز عمل اختیار کریں؟ یہی تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴾

آپ درگزر اختیار کریں اور نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔

(الاعراف:199)

عفو و درگزر کو اپنا شیوہ بنالیں، نیکی کا حکم دیتے رہیں اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔

تاریخی اعتبار سے ہابیل اور قابیل کے واقعہ میں ہمارے لیے بڑی عبرت ہے

قابیل نے اگر قطع رحمی کا مظاہرہ کرنا چاہا تو اس کے جواب میں ہابیل اللہ تعالیٰ کے بندے نے اپنے بھائی سے کمال درجے کی برداشت، صبر، اور صلہ رحمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر تو مجھ پر اپنا ہاتھ اٹھائے گا کہ مجھے قتل کر ڈالے تو میں تجھ پر اپنا ہاتھ اٹھانے کا

جرم نہیں کروں گا، میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

یہ صلہ رحمی کی انتہا ہے۔ ایک بھائی دوسرے کو قتل کرنے کے درپے ہے اور دوسرا بھائی کہتا ہے کہ میں تو تجھے قتل نہیں کروں گا اگرچہ تو مجھے مار ڈالے۔ میں تیرے ساتھ یہ معاملہ نہیں کروں گا کیونکہ میں اللہ رب العزت سے ڈرتا ہوں۔

سیدنا نوح کی صلہ رحمی کو یاد کریں اپنے بیٹے کو غرق ہونے سے بچانے کے لیے کہا کہ تم کشتی میں سوار ہو جاؤ اور بیٹے نے ان کی بات نہیں مانی۔ پھر جب وہ غرق ہو گیا تو پھر رب العزت کو پکارا:

﴿وَنَادٰی نُوۡحٌ رَّبَّہٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَہۡلِیۡ ۚ وَاِنَّ وَعۡدَکَ الۡحَقُّ وَاَنۡتَ اَحۡکَمُ الۡحٰکِمِیۡنَ﴾

اور نوح نے اپنے رب کو پکارا تو کہا: ''اے میرے رب! یقینا میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور بلاشبہ آپ کا وعدہ سچا ہے اور آپ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔'' (سورہ ھود:45)

ہمیں سیدنا نوح علیہ السلام کی جو دعا، جو فریاد ملتی ہے یہ صلہ رحمی کی وجہ سے تھی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے صلہ رحمی کس طرح سے ممکن ہے۔ سادگی سے اگر ہم دیکھیں تو اس کے لیے برداشت، صبر، تحمل چاہیے۔ صبر کے بغیر صلہ رحمی نہیں ہو سکتی۔ اگر ہم ان مسلمانوں کے اوصاف کو دیکھیں جن کی رب کریم نے تعریف فرمائی ہے تو وہ یہ ہیں

﴿وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ﴾

''وہ لوگ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' (آل عمران:134)

تاریخی اعتبار سے ہم دیکھیں تو سب سے پہلے ہمیں سیدنا آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل

اور قابیل کا واقعہ ملتا ہے، ایک نے اگر قطع رحمی کا مظاہرہ کرنا چاہا، تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کے بندے ہابیل نے اپنے بھائی سے کمال درجے کی برداشت، صبر اور صلہ رحمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا،

﴿لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ﴾

''یقیناً اگر تو نے میری جانب اپنا ہاتھ بڑھایا تا کہ تو مجھے قتل کر دے تو میں اپنا ہاتھ تیری جانب بڑھانے والا نہیں کہ میں تجھے قتل کر دوں''

اور وجہ کیا بتائی:

﴿اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''یقیناً میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔'' (المائدہ:28)

اگر سیدنا ابراہیم عَلَیہِ السَّلام کو دیکھیں تو سیدنا ابراہیم عَلَیہِ السَّلام نے اپنی جان کے دشمن اپنے ہی والد کے بارے میں کتنی بردباری کا مظاہرہ کیا۔ بدترین رویے کے باوجود سیدنا ابراہیم عَلَیہِ السَّلام نے کہا

﴿قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا﴾

''اس نے کہا: آپ پر سلام ہو! میں ضرور ہی اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش کی دُعا کروں گا، یقیناً وہ مجھ پر ہمیشہ سے بہت مہربان ہے۔'' (مریم:47)

اور پھر سیدنا یوسف عَلَیہِ السَّلام کو دیکھیے ان کے بھائیوں نے انہیں اندھے کنویں میں پھینک دیا تھا، پھر جب قحط کے ہاتھوں مجبور ہو کر بھائی ان کے پاس پہنچے تو صدیق بھائی نے انہیں غلہ بھی دیا، ان کی تواضع بھی کی اور جب حقیقت کھل گئی تو انہیں کہا:

﴿قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ ؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ﴾

''یوسف نے کہا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے گا اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔'' (یوسف:92)

سبحان اللہ! سارے ہی انبیاء علیہم السلام کس قدر رشتہ داری کا احترام کرنے والے تھے۔
صلہ رحمی کا انداز سیدنا موسیٰ علیہ السلام میں دیکھنا چاہیں، تو جس وقت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تو پیچھے قوم بچھڑے کی محبت میں مبتلا ہوگئی، تو واپسی پر انہوں نے اپنے بڑے بھائی سیدنا ہارون علیہ السلام کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچا، تو انہوں نے رشتے داری کا ہی حوالہ پیش کرتے ہوئے کہا تھا

﴿قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي ز صلے فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾

''اے میری ماں کے بیٹے! لوگوں نے مجھے بے حقیقت سمجھا، قریب تھا کہ وہ مجھے مار ہی ڈالیں، میرے اوپر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو مجھے ان ظالم لوگوں کے ساتھ نہ سمجھنا۔'' (الاعراف:150)

جس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ماں کا تعلق سامنے رکھ کر وہ حقیقت حال واضح کرتے ہیں کیونکہ انسان رشتے کی محبت پہ پگھل جاتا ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق میں صلہ رحمی اس قدر رچی بسی تھی کہ جب آپ پہلی وحی کے نزول کے بعد گھر واپس آئے تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے اخلاق کی گواہی دیتے ہوئے کہا:

﴿كَلَّا وَاللهِ مَا يُخْزِيكَ اللهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ﴾

''ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، یقینا آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں اور آپ درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور آپ تہی دامن لوگوں کا انتظام کرتے ہیں اور آپ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور حق کے مصائب لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔'' (بخاری:3)

نبی ﷺ نبوت سے پہلے بھی صلہ رحمی میں اپنی انتہا پر تھے، آپ ﷺ کو ام ایمن رضی اللہ عنہا نے اپنی گود میں کھلایا۔ آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو انہوں نے آپ کے لئے جو شعر کہا وہ آپ ﷺ کی صلہ رحمی کی صفت کا مظہر ہے۔ سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کہتی ہیں

میں جانتی ہوں کہ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے تھے اور آپ ﷺ رحمت کے ساتھ روشنی بن کر آئے تھے۔ (طبقات ابن سعد)

یہ صلہ رحمی کیا ہے؟ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ نسبی اور سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ احسان کیا جائے، ان کے ساتھ شفقت اور ہمدردی کا معاملہ کیا جائے ان کے حالات کی دیکھ بھال اور پاسداری کی جائے۔ (مرقاۃ المفاتیح:645/8)

صلہ رحمی کی اہمیت کے پیش نظر قرآن حکیم میں رشتہ داروں کے لیے مختلف قسم کے الفاظ آئے ہیں: اقربون، نسب، صھر، اولوالارحام وغیرہ۔ یہ قریبی رشتہ داروں کے لئے مخصوص الفاظ ہیں جب کہ رشتے دار قریبی بھی ہوتے ہیں اور دور کے بھی۔

صلہ رحمی کا ذکر قرآن مجید میں سورہ البقرہ، سورہ النساء، سورہ المائدہ، سورہ الانعام، سورہ الانفال، سورہ التوبہ، سورہ بنی اسرائیل، سورہ النحل، سورہ روم، سورہ فاطر، سورہ الحشر میں یعنی بار بار آیا ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ”رحم اللہ تعالیٰ کے آثار رحمت میں سے ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جو تجھے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا، اور جو تجھے کاٹے گا میں اسے اپنی رحمت کاٹ دوں گا۔“ (صحیح بخاری:5988)

سنن ترمذی کی روایت بہت ہی اہمیت کی حامل ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي

السَّمَاءِ، الرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعَهُ اللّٰهُ ﴾

"رحم کرنے والوں پر رحمن رحم کرتا ہے، تم لوگ زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا، رحم، رحمان کی شاخ ہے، جس نے اس کو جوڑا اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) جوڑے گا اور جس نے اس کو توڑا اللہ اس کو اپنی رحمت سے کاٹ دے گا۔" (ترمذی:1924)

اس حدیث سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ رحم کا تعلق رحمان کی صفت سے ہے اور یہ کہ رشتے داری کو جوڑنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جوڑتا ہے، کاٹنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کاٹ دیتا ہے اور زمین والوں پر رحم کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس انسان پر رحم فرماتے ہیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: "رحم، یعنی رشتے داری عرش سے لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے جو مجھے ملائے اللہ تعالیٰ اسے ملائے، اور جو مجھے کاٹے اللہ تعالیٰ اسے کاٹ ڈالے۔"

(صحیح مسلم، صحیح بخاری)

اس سے پتہ چلتا ہے صلہ رحمی کو اللہ تعالیٰ نے زبان عطا کی اور بولنے کی اجازت بھی دی۔ جو رب مخلوق کو زبان دے سکتا ہے وہ رحم کو بھی زبان دے سکتا ہے۔ دیکھنے کی بات تو یہ ہے کہ صلہ رحمی کیا ہے؟

نبی ﷺ نے فرمایا: "صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں، جو بدلے میں صلہ رحمی کرے بلکہ وہ ہے کہ جب سے قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔" (صحیح بخاری:5991)

صلہ رحمی معروف نیکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نیکی کا جذبہ ہر انسان کے اندر رکھا ہے۔ صلہ رحمی مقاصد بعثت انبیاء میں سے ہے۔ صلہ رحمی عمدہ اخلاق میں سے ہے ہمارے یہاں

یہ بات کہی جاتی ہے پنجابی میں ''پڑ پیاتے ساک گیا'' یعنی رشتہ جب تیسرے درجے پر پہنچ جائے تو ختم ہو جاتا ہے لیکن اسلام میں یہ رشتے داریاں بہت دور تک پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ میں ایک عجیب مثال آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔ نبی ﷺ نے صحابہ کو رشتے داریوں کو جوڑنے کی تاکید کی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا

''تم عنقریب ایسا علاقہ فتح کرو گے جس میں قیراط کا ذکر ہوتا ہے (یہ سکے کا نام ہے اور مصر میں اس کا رواج بہت تھا) تم اس کے باشندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا کیونکہ ان کا (ہم پر) حق بھی ہے اور رشتہ بھی۔'' اور دوسری روایت میں فرمایا: ''ان سے دامادی کا بھی رشتہ ہے۔'' (صحیح مسلم:6494,6493)

علماء کہتے ہیں کہ جس رشتے کا حوالہ نبی ﷺ نے دیا، وہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کا رشتہ ہے اور آپ کا ان میں سے ہونا ہے۔ اور سسرالی تعلق سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کے صاحبزادے تھے، ان کی والدہ ماریہ قبطیہ کا اہل مصر میں سے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس رشتے داری کا لحاظ رکھا۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر فتح کرنے گئے تو کئی دن لڑائی سے رکے رہے۔ ان کے نمائندہ پادریوں سے کہا کہ ہمیں آپ لوگوں کے ساتھ بھلائی کا حکم دیا گیا ہے، کیوں کہ آپ لوگوں کے ساتھ ہمارا رحم کا تعلق ہے۔ پادریوں نے سنا تو بول اٹھے: انبیاء کے سوا اتنی دور کی رشتے داری کا کوئی پاس نہیں رکھتا۔ (حیات صحابہ)

ایک بدو نے رسول اللہ ﷺ سے کہا:

﴿يَا ابْنَ الذَّبِيحَيْنِ﴾

''اے دو ذبح ہونے والوں کے بیٹے!''

آپ ﷺ نے یہ سنا تو مسکرا دیے۔ (مستدرک حاکم:2/604) دو ذبح ہونے والوں سے

مراد ایک تو سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہیں جنہیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ذبح کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے مینڈھا ذبح کرنے کا حکم دیا، دوسرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ ہیں جن کے والد عبدالمطلب، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا نے یہ منت مانی تھی کہ اگر میرے دس بیٹے ہوئے جو میری زندگی میں جوان ہو گئے تم ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح کروں گا، تو قرعہ فعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم کے نام نکلا، لیکن ان کے بدلے میں سو اونٹ قربان کیے گئے اور وہ ذبح ہونے سے بچ گئے۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اولاد کی نسبت اس کے آباء میں سے کسی کی طرف بھی کی جاسکتی ہے اور آباء میں صرف باپ دادا نہیں، چچا اور دادوں کے چچا بھی شامل ہیں اور ننھیالی رشتے داروں کی نسبت ماموں کے وسیع لفظ سے ظاہر کی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن مالک بن وقاص بن وہب کو اپنا ماموں کہا کرتے تھے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ میرے ماموں ہیں، تو مجھے دکھائے کوئی اپنا ماموں۔" (ترمذی:3752) نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ماموں! کہو: لا الٰہ الا اللہ۔ مریض نے کہا: چچا یا ماموں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ چچا نہیں ماموں ہی ہیں۔ اس کے بعد مریض نے کہا: کیا لا الہ الا اللہ پڑھنا میرے لیے بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! (مسند احمد: 3007) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں وہ ایسے تھے، کہ بنو نجار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پردادی سلمہ کے میکے والے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہاشم کی بیوی تھیں۔ اس نسبت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو نجار کو اپنا ننھیال کہا کرتے تھے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رشتے داری کی حدود کسی علاقے اور خاندان دونوں میں ہی دور دور تک پھیلی رہتی ہیں اسلام میں رشتے داری کی حدود اور حقوق اپنے قریبی رشتے داروں کے دوستوں تک

وسیع ہیں، ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الْوَلَدِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ﴾

''بڑی نیکی آدمی کا اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔'' (صحیح مسلم:2552)

صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر خوب عمل کرتے تھے۔

اسلام میں رشتے داری کی حدود و قیود بہت دور تک چلی جاتی ہیں، اسی لیے صلہ رحمی کرنا اگر واجبات میں سے ہے تو اس واجب کی ادائیگی کے لیے انساب یعنی رشتے داریوں کا علم سیکھنا بہت ضروری ہے تاکہ صلہ رحمی کی جا سکے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنا اپنا نسب سیکھو، تاکہ رشتے داروں کے ساتھ بہترین سلوک کر سکو، کیونکہ بہتر سلوک اہل تعلق میں محبت پیدا کرنے، دولت بڑھانے اور عمر میں برکت کا باعث بنتا ہے۔'' (ترمذی:1001) انساب کا سیکھنا صلہ رحمی کرنے کے لئے ضروری ہے۔

رشتے داری میں ترتیب کا خیال رکھنا بھی بڑا ضروری ہے، اس لیے کہ ترتیب میں سب سے پہلے تو والدین آتے ہیں اور اللہ پاک نے بھی اسی کا حکم دیا ہے

﴿قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾

''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دو کہ جو مال تم خرچ کرو وہ والدین اور رشتے داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے اور جو بھلائی تم کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے۔'' (البقرة:215)

اس لحاظ سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ قریبی لوگوں میں سے بھی سب سے پہلے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے اور والدین میں سے بھی پہلے ماں کے ساتھ۔

حکیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں

کس سے نیکی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ماں سے، میں نے دوبارہ عرض کیا: اس کے بعد کس سے؟، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ماں سے۔ میں نے دوبارہ عرض کیا: اس کے بعد کس سے؟، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ماں سے۔ میں پھر عرض کیا: پھر کس سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے باپ سے، پھر آپ ﷺ نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا: پھر دوسرے قریبی رشتہ داروں سے پھر اور قریبی رشتہ داروں سے درجہ بدرجہ۔'' (ترمذی:1897)

مرتبے کے لحاظ سے کچھ رشتے دار والدین کے مرتبے پر ہوتے ہیں، کچھ اولاد کے مرتبے پر اور کچھ بہن بھائیوں کے مرتبے پر ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے کچھ رشتے دار محرم ہوتے ہیں، کچھ نا محرم ہوتے ہیں، رشتہ داری کا خیال رکھنا ہر اعتبار سے ضروری ہے، اس لیے کہ رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک اللہ تعالیٰ کی معاونت کا سبب بنتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے کچھ رشتے دار ہیں اور وہ عجیب طبیعت کے ہیں۔ میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں، میں ان سے نیکی کرتا ہوں وہ مجھ سے جہالت سے پیش آتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو واقعی ایسا ہے جیسا کہ تو کہتا ہے تو گویا ان کے منہ میں گرم گرم راکھ ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان پر تیری مدد کرتا رہے گا جب تک تو اس صفت پر قائم رہے گا۔'' (صحیح مسلم:2558)

رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک جنت میں داخلے کا سبب بنتا ہے اور اس کی وجہ سے انسان کا حساب آسان ہو جاتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص میں تین سے صفات ہوں گی اس کا آسانی سے حساب لیا جائے گا اور

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا۔'' کسی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ وہ صفات کیا ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو تمہیں محروم کرے اسے دو، جو تم سے رشتہ توڑے اس سے جوڑو۔ جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کردو۔ جب تم یہ سب کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں لے جائے گا۔'' (طبرانی، حاکم، صحیح)

پھر رشتے داری کے لیے انسان خرچ کرتا ہے تو یہ خرچ کرنا دوہرے اجر کا باعث بنتا ہے جیسا کہ سیدنا سلیمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسکین پر صدقہ کرنے سے صرف صدقے کا ثواب ملتا ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنے سے دو اجر ملتے ہیں، ایک صلہ رحمی کا اور دوسرا صدقے کا۔'' (مسند احمد: 3625)

نبی ﷺ سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:
''اس قریبی رشتے دار کو دینا جو اپنے پہلو میں دشمنی چھپائے ہوئے ہو۔'' (مسند احمد: 9058)

تو جو جتنا زیادہ بدسلوکی کرتا ہے اس کے ساتھ حسن سلوک اتنا ہی فائدہ دیتا ہے۔

جو صلہ رحمی کرتا ہے وہ قطع رحمی سے دور رہتا ہے

جانتے ہیں رشتہ کب کٹتا ہے؟ جب کوئی رشتے داروں سے بدگمان ہوجائے، ان کی غیبتیں کرے، چغلیاں کرے، بدزبانی سے پیش آئے، بروقت رشتے داروں کی ضرورت میں مدد نہ کرے، رشتے کا لحاظ نہ رکھے، سخت گوئی سے کام لے، خوشی غمی میں شرکت نہ کرے، تحائف قبول نہ کرے، دعوت کو قبول نہ کرے، بیماری کے موقع پر عیادت نہ کرے، حسد کرے اور اس طرح سے انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوجاتا ہے۔

قطع رحمی کرنے والے پر جنت حرام ہوجاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ (بخاری: 5984)

اگر ہم دیکھنا چاہیں کہ صلہ رحمی کے عملی رویے کون سے ہیں جو ہمیں ہمارے رب نے سکھائے اور نبی ﷺ نے سکھائے تو ان میں سے پہلی چیز حق کی ادائیگی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا

﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾

''رشتہ داروں کو ان کا حق دے دیا کرو۔'' (الروم:38)

اگر دیکھنا چاہیں کہ رشتہ دار کا حق کیا ہے اور کیسے ادا کیا جائے تو پہلی بات یہ ہے کہ جس کا جو بھی حق ہو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حق ادا کرنا چاہیے۔ اسی طرح سے حقِ قرابت میں سے چھوٹے، بے سہارا، معذور، یتیم افراد اور خواتین کا حق یہ ہے کہ رشتے دار مردان کی کفالت کریں اور بچیوں کی کفالت کے علاوہ ان کی تعلیم و تربیت اور ان کی ہر قسم کے اخراجات اٹھائے جائیں اور یتیموں کی سرپرستی کی جائے، میراث کی تقسیم مناسب انداز میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کی جائے اور اس میں کہیں سے بھی کسی کے ساتھ زیادتی نہ کی جائے۔

اسی طرح سے رشتے داریوں کا حق ادا کرنے والے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ادا کرنا چاہیں تو احسان کریں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے عدل احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں جو قرابت والوں پر مال خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنا قیمتی ترین مال اللہ تعالیٰ کے لیے نکالتے ہیں۔

نبی ﷺ صلہ رحمی کے لئے کیا راستہ بتاتے ہیں؟

آپ ﷺ سے جب سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بیرحاء باغ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے انہیں کہا تھا: تم اسے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دے دو۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ایسا ہی کروں گا یا رسول اللہ ﷺ! چنانچہ انہوں نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچا کے لڑکوں کو دے دیا۔ (صحیح بخاری:1461) اس سے ہمیں پتہ چلتا

ہے کہ آپ ﷺ نے کیسے لوگوں کو صلہ رحمی سکھائی۔

اسی طرح بڑوں کا ادب اور احترام کرنا، چھوٹوں پر شفقت کرنا، ہدیہ دینا، کسی کی وفات پر تعزیت کرنا، جنازوں میں شرکت کرنا، ہبہ کرنا، رشتے داروں کی دعوتیں کرنا، یہ سب صلہ رحمی کے عملی راستے ہیں۔ اسی طرح کوئی بیمار ہو جائے تو اس کی تیمارداری کرنا بھی صلہ رحمی کا راستہ ہے۔ یہ مسلمان کے مسلمان پر حقوق بھی ہیں اور رشتے داری میں یہ حقوق اور زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ یہ حقوق اسی صورت میں ادا ہو سکتے ہیں کہ رشتے داروں سے محبت کی جائے اور ان سے ہمدردی رکھی جائے۔ رشتے داروں کو اکٹھا رہنے کے لئے اس کی بھی ضرورت ہے کہ رشتے داروں میں نکاح کریں کیونکہ نکاح تعلق داری کو مضبوط کرتا ہے۔

رشتے داری کو جوڑنا اگر مردوں کا حق ہے تو عورتوں کا حق بھی ہے

حقیقتاً صلہ رحمی جنت جانے کا راستہ اور زندگی کے سکون کا راستہ ہے

ایک آزاد انسان ہی رشتوں کو خوب نبھا سکتا ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے

حجاب میرا حق ہے

حجاب ساری دنیا میں موضوع بحث ہے، کبھی آپ نے سوچا کیوں؟

ساری دنیا کے ممالک حجاب پر پابندی عائد کر کے اپنے آپ کو فاتحین میں شامل کر کے فخر محسوس کرتے ہیں، آخر وجہ کیا ہے؟

حجاب کا لفظ سنتے ہی ذہن پر دھندسی کیوں چھانے لگتی ہے؟

کیا حجاب پر پابندی انسانی حقوق کی پامالی ہے یا پاسداری؟

حجاب کے بارے میں غیر مسلم اتنے پریشان کیوں ہیں؟

حجاب سے کس کا نقصان ہے اور کس کا نفع ہے؟

کیا آپ حجاب کے بارے میں کسی الجھن میں ہیں؟

کیا آپ حجاب کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں حجاب کیا ہے؟

حجاب پردہ ہے، آڑ ہے۔ حجاب روکنے والی چیز ہے۔ حجاب دو چیزوں کے مابین حائل ہونے والی چیز ہے۔ حجاب کن دو چیزوں کے مابین حائل ہونے والا ہے؟ حجاب کس سے روکنے والا ہے؟ روکنا کیوں ہے؟ روکا کیوں جاتا ہے؟ کیا روکنا نقصان سے بچا سکتا ہے؟ آپ بھی تو کسی ٹریفک سگنل پر رکتے ہیں۔ کیوں رکتے ہیں آپ؟ اس لیے کہ آپ جانتے ہیں کہ حادثات سے بچانے کے لیے روک لگائی گئی ہے۔ ٹریفک کے بہاؤ کو روکنے کے لیے یہ سب ضابطے بنائے گئے ہیں اور اگر لوگ ان کی پابندی نہیں کرتے تو ٹریفک قوانین

کے مطابق سرخ بتی پر نہ رکنے والے کا چالان کیا جاتا ہے۔بس زندگی کی مثال ایسی ہی ہے۔ یہاں انسانی بہاؤ کو برقرار رکھنے کے لیے رب العزت نے جو ضابطے دیئے ہیں ان ہی میں سے ایک ضابطہ حجاب ہے۔

حجاب ہماری پہچان ہے

حجاب ہمارے رب کا حکم ہے

حجاب ہمارے لیے عزت اور فخر کا نشان ہے

انسانی صحت کے لیے دواؤں کی ضرورت ہے۔ڈاکٹرز دوا تجویز کرتے ہیں۔ یہ ساری دوائیں میڈیکل سٹورز سے جب گھر پہنچتی ہیں تو بچوں کے بارے میں احتیاط کے پیش نظر دوا کے اوپر آپ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ اس دوا کو بچوں کی پہنچ سے دور رکھیں۔کیوں روک لگا دی؟ بچوں کی آزادی کیوں سلب کر لی؟ یہ روک بچوں کو اس دوا کے نقصان سے بچانے کے لیے ہے جو کسی کی تو صحت کا سبب بن سکتی ہے اور کسی کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔سب اس بات کو سمجھتے ہیں کہ بچوں کو نقصان سے بچانا چاہیے اس لیے دوائیں بچوں کی پہنچ سے دور رکھی جاتی ہیں۔بس یہی معاملہ زندگی کا بھی ہے۔زندگی میں اگر ہر چیز ہر ایک کی دسترس میں ہو تو کتنے بڑے بڑے سانحے رونما ہو جائیں۔اسی لیے اصول، ضابطے اور قوانین بنائے جاتے ہیں۔ جہاں پر شخصی حقوق کو تسلیم کیا جاتا ہے وہاں پر اس کی حد بندی بھی کی جاتی ہے

اسی طرح مردوں اور خواتین کے بارے میں رب العزت نے حد بندی کی ہے تاکہ معاشرے اور افراد کو نقصان سے بچایا جا سکے۔معاشرے کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی چیز بے حیائی اور فحاشی ہے۔جس پر ہر الہامی مذہب نے روک لگائی ہے۔جس معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی رواج پاتی ہے وہاں زنا عام ہو جاتا ہے اور نکاح کرنے سے لوگ

گھبراتے ہیں۔ زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد یا توقتل کر دی جاتی ہے یا حقوق سے محروم انسان نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔ فحاشی انسانی رشتوں کو قتل کرتی ہے۔ فحاشی کے نتیجے میں انسانی اقدار پر زد پڑتی ہے۔ لوگ اپنی اولاد کے قاتل اور ماں باپ کے نافرمان بن جاتے ہیں۔ فحاشی کے نتیجے میں ماں، باپ گھروں سے نکالے جاتے ہیں، بچے کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیئے جاتے ہیں۔ فحاشی عزت کی دھجیاں اڑانے کے لیے رواج دی جاتی ہے۔ انسانیت کو نقصان اور خسارے سے بچانے کے لیے رب العزت نے فحاشی کو حرام قرار دیا ہے۔ فحاشی اور بے حیائی کے سیلاب کو روکنے کے لیے رب العزت نے حجاب کا حکم دیا ہے۔

یہ حجاب کیا ہے؟

حجاب جبر نہیں ہے

حجاب آزادی ہے

حجاب آزادی ہے ان نظروں سے جن میں حیا نہیں، جو آپ کی طرف بری نیت سے اٹھتی ہیں۔ حجاب عورت کا حق ہے۔ حجاب عورت کی زندگی ہے۔ حجاب عورت کے لیے رب العزت کی پسند ہے۔ حجاب محض ایک کپڑا نہیں ہے جس سے عورت خود کو چھپاتی ہے۔ حجاب میں اس کے سوچنے کا انداز، اس کی نظر، اس کا چلنا پھرنا شامل ہے۔ حجاب حفاظت ہے۔ کیا آپ نے دیکھا؟ ہر پھل، ہر سبزی پر ایک محافظ ہوتا ہے۔ اس کا چھلکا اس کا حجاب ہوتا ہے جو اس کو محفوظ کرتا ہے۔ اگر آپ کو بغیر چھلکے کے پھل ملیں اور آپ حفظان صحت کے اصولوں کو جانتے ہوں تو کیا آپ ایسے پھل استعمال کر سکتے ہیں؟ کوئی ایسے پھل استعمال نہیں کرنا چاہتا کیونکہ ہر ایک جانتا ہے کہ چھلکے کے بغیر گودے پر جراثیم آ گئے ہوں گے۔ چھلکے کے بغیر اس کو کھانے سے ہر ایک طبعی طور پر اس سے کراہت بھی محسوس کرتا ہے۔

حجاب توحسن کی حفاظت ہے۔کیا ہر قیمتی چیز کی حفاظت نہیں کی جاتی ہے؟ کون ہے جو اپنا سرمایہ، اپنی چیک بک، اپنی جیولری کی حفاظت کرنا نہیں جانتا۔ ہر قیمتی چیز کی حفاظت کی جاتی ہے۔رب العزت نے عورت کو قیمتی بنایا ہے۔وہ ہیروں اور جواہرات سے زیادہ قیمتی ہے کیونکہ وہ ماں ہے، وہ بیوی ہے، وہ بہن ہے، وہ بیٹی ہے۔عورت قیمتی ہے۔اس دنیا میں اصول بھی یہی ہے کہ ہر قیمتی چیز کی حفاظت کی جاتی ہے۔کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے بدن کے وہ اعضاء جو زیادہ قیمتی ہیں وہ زیادہ بڑے حجاب میں ہیں۔آپ کا دل پسلیوں کے اندر ہے، ہڈیوں کے ڈھانچے کے اندر، ہڈیوں کا پردہ ہے پھر اس کے اوپر جلد کا پردہ ہے ۔اللہ پاک نے کیا ہی خوب نظام بنایا۔آپ کا دماغ جھلیوں کے اندر ہے۔جھلی کیا ہے؟ حجاب ہی تو ہے۔اس جھلی کے اوپر اللہ پاک کے فضل و کرم سے کیسے ایک اور cover چڑھایا گیا ،اس محفوظ cover کے اندر دماغ ہوتا ہے جو جھلیوں کے اندر محفوظ ہوتا ہے۔پھر اس کے اوپر کھوپڑی ہوتی ہے، کھوپڑی کے اوپر جلد ہے، جلد کے اوپر بال ہیں۔ یوں دماغ کا ایک نہیں، کئی کئی حجاب ہیں۔آپ کا دماغ قیمتی ہے تو اس کی حفاظت کتنی خوب صورتی سے کی گئی۔

آپ خشک میوے دیکھتے ہیں، ان کے اوپر cover ہوتا ہے آپ بادام کو دیکھیں تو اس کے اوپر ایک پتلا ساCover ہوتا ہے اس پر اکتفا نہیں کیا گیا اس کے اوپر ایک اور مضبوط سا چھلکا ہوتا ہے یہ حجاب ہی تو ہے حفاظت کے لیے آپ اخروٹ کھاتے ہیں اخروٹ کو اللہ پاک نے کس طرح سے ایک مضبوط حجاب کے اندر چھپا دیا آپ انار کو دیکھیں اس کے دانوں کے اوپر کیسے ایک باریک جھلی ہوتی ہے پھر اس کے اوپر ایک پورا cover ہوتا ہے۔ چھلکا کیسا پردہ ہے کہ جس نے دانے دانے کو چھپا دیا آپ اگر دیکھنا چاہیں تو ایک ایک چیز کو دیکھتے چلے جائیں۔

ہر چیز کی اس رب نے کیسے حجاب کے ذریعے حفاظت کی ہے
اگر ہم عورت کے اعتبار سے دیکھیں تو

حجاب حیا کا آئینہ دار ہے
زندگی کے چمن کا نکھار ہے
حجاب تو حیا کی خوشبو ہے
حجاب تو وفا کی مہک ہے
حجاب تو ایمان کی پہچان ہے
حجاب رب کے قرب کا نشان ہے
حجاب اعتماد ہے
حجاب حیا کی بہار ہے
حجاب تو عورت کی عزت اور اس کا وقار ہے
عورت قیمتی ہے
آپ قیمتی ہیں
قیمتی ہیرا بنیں
وہ ہیرا جو نایاب ہوتا ہے
ایسا پتھر نہ بنیں جو پھینک دیا جاتا ہے
بیت اللہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے
اس پر بھی ایک حجاب ہے جسے بیت اللہ کا غلاف کہتے ہیں

کعبہ کا غلاف اس لیے ہے کہ پتہ چلے کہ یہ کوئی عام گھر نہیں ہے، یہ اللہ رب العزت کا گھر ہے۔ عورت کا حجاب اس لیے ہے کہ پتہ چلے کہ یہ کوئی عام عورت نہیں، یہ مسلمان

عورت ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے کتنی خوبصورت بات کی کہی ہے: حجاب آپ کے اور لوگوں کے درمیان رکاوٹ نہیں۔حجاب آپ کے اور لوگوں کی برائی کے درمیان رکاوٹ ہے۔

حجاب حیا کا نشان ہے۔حجاب ایمانی عمل ہے۔حجاب عزت کی علامت ہے۔حجاب عورت کی آزادی ہے۔اگر آپ کی تہذیب میں کوئی عورت یہ حق رکھتی ہے کہ اپنے بدن کو سب کے سامنے کھول دے تو آپ عورت کو یہ حق کیوں نہیں دیتے کہ وہ اپنے آپ کو ڈھانپ سکے۔

مدینہ کی عورت آزاد تھی

کیسے نبی ﷺ نے انہیں آزادی کا پروانہ دیا تو انہوں نے فوراً قبول کرلیا

ام المومنین سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ پہلی مہاجرات پر رحمت فرمائے جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا آیت کریمہ ﴿ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن﴾ ''اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں'' (سورۃ النور:۳۱) نازل فرمائی تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑا اور ان سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیا۔اس طرح سے عورت آزاد ہوئی تھی۔(ابوداؤد:4102)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اللہ تعالیٰ انصار کی عورتوں پر رحم کرے جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ''اے نبی! اپنی بیویوں بیٹیوں اور مومنہ عورتوں کو کہہ دیں اپنے آپ پر لمبی چادریں ڈال لیں'' تو انہوں نے اپنی چادریں پھاڑ کر اپنے آپ کو ڈھانپ لیا۔پھر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ایسے نماز پڑھتی تھی گویا ان کے سروں پر کوے ہیں۔(ابن مردویہ)

عبداللہ ابن عثمان سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک دن قریش کی عورتوں اور ان کی فضیلت کا ذکر کیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

کہنے لگیں: سچ ہے قریش کی عورتیں بڑی فضیلت والی ہیں لیکن میں انصار کی عورتوں سے زیادہ افضل، اللہ تعالیٰ کی کتاب کی بہت زیادہ تصدیق کرنے والی اور اترنے والے احکام پر بہت زیادہ عمل کرنے والی کسی کو نہیں دیکھا۔ جب سورۃ النور کی یہ آیت نازل ہوئی "اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں" (سورۃ النور: ۳۱) تو ان کے مردان کے پاس گئے جو حکم نازل ہوا اور اسے پڑھا اسی وقت ہر عورت نے اپنی لمبی سی چادر لے لی اور صبح جب نماز پڑھنے آئیں تو سب نے چادریں لپیٹی ہوئی تھیں گویا ان کے سروں پر سیاہ کوے ہیں۔ (فتح الباری)

وہ عورتیں کیسے مضبوط ایمان والی تھیں کہ ادھر حکم نازل ہوا تو راتوں رات حجاب تیار ہو گئے، چادریں بن گئیں۔ وہ کسی سے متاثر نہیں تھیں۔ وہ کسی کی پابند بھی نہیں تھیں۔ انہوں نے اس کے لیے کسی اور سے اجازت بھی نہیں لی کیونکہ وہ آزاد عورتیں تھیں۔ انہوں نے اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کے حکم کو مانا جس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا۔

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں عورتوں کو باہر نکالیں، دوشیزہ، حائضہ اور پردہ نشیں عورتوں کو باہر نکالیں، لیکن حائضہ نماز سے دور رہیں۔ وہ خیر و برکت اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے کسی عورت کے پاس چادر نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی (کوئی مسلمان) بہن اس کو اپنی چادر کا ایک حصہ پہنا دے۔ (صحیح مسلم:2056)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کسی کی اتنی بڑی مجبوری ہے کہ اس کے پاس چادر نہیں ہے تو دو عورتیں ایک چادر میں لپٹ کر جا سکتی ہیں لیکن حجاب ضرور کریں گی۔

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سوار ہمارے سامنے سے گزرتے اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احرام باندھے ہوتے، جب سوار ہمارے سامنے آ

جاتے تو ہم اپنے نقاب اپنے سر سے چہرے پر ڈال لیتے اور جب وہ گزر جاتے تو ہم اسے کھول لیتے۔ (ابوداؤد:1833)

دو فرائض آمنے سامنے آ گئے۔ ایمان والی عورت پر حجاب فرض ہے اور حالت احرام میں چہرے کو کھلا رکھنا واجب ہے۔ اس کا حل یہ نکالا کہ نقاب نہیں باندھا چادریں پاس رکھیں، جب کوئی اجنبی آ جائے تو پھر چہرے پر چادر لٹکا لیں۔ جب آپس میں ہوں تو چادر ہٹا لی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حالت احرام میں بھی بے پردگی کی اجازت نہیں دی گئی۔

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مردوں کی وجہ سے ہم احرام کی حالت میں چہرے ڈھانپ لیا کرتی تھیں۔ (ابن خزیمہ، مستدرک حاکم)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے اوپر بہتان لگائے جانے والا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ صفوان بن معطل سلمی الذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ جب (قریب آ کر) مجھے دیکھا تو پہچان گئے پردہ سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ مجھے جب وہ پہچان گئے تو انا للہ پڑھنا شروع کیا اور ان کی آواز سے میں جاگ اٹھی اور فوراً اپنی چادر سے میں نے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ (صحیح بخاری 4141)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد ابوالقعیس کے بھائی افلح رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ملنے کی اجازت چاہی، لیکن میں نے کہلوا دیا کہ جب تک اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل نہ لے لوں، ان سے نہیں مل سکتی۔ میں نے سوچا کہ ان کے بھائی ابوالقعیس نے مجھے تھوڑا ہی دودھ پلایا تھا، دودھ پلانے والی تو ابوالقعیس کی بیوی تھی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ابوالقعیس کے بھائی افلح رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ملنے کی اجازت چاہی، لیکن میں نے یہ کہلوا دیا کہ جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہ لے لوں ان سے ملاقات نہیں کر سکتی۔ اس پر

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے چچا سے ملنے سے تم نے کیوں انکار کر دیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابوالقعیس نے مجھے تھوڑا ہی دودھ پلایا تھا، دودھ پلانے والی تو ان کی بیوی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انہیں اندر آنے کی اجازت دے دو وہ تمہارے چچا ہیں۔ عروہ نے بیان کیا کہ اسی وجہ سے عائشہؓ فرماتی تھیں کہ رضاعت سے بھی وہ چیزیں (مثلاً نکاح وغیرہ) حرام ہو جاتی ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں۔ (صحیح بخاری:4796)

اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پردے کا کتنا زیادہ لحاظ رکھتی تھیں کہ اپنے رضاعی چچا سے اس وقت تک نہ ملیں جب تک رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں تسلی نہ کر لی۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ مسلمان عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز فجر پڑھنے چادروں میں لپٹ کر آتی تھیں۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر جب اپنے گھروں کو واپس ہوتیں تو انہیں اندھیرے کی وجہ سے کوئی شخص پہچان نہیں سکتا تھا۔ (بخاری:578)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "عورت (سراپا) پردہ ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔" (ترمذی:1173)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص تکبر سے اپنا کپڑا گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا"، ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: عورتیں اپنے دامنوں کا کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: "ایک بالشت لٹکا لیں"، انہوں نے کہا: تب تو ان کے قدم کھل جائیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک بالشت لٹکائیں اور اس سے زیادہ نہ لٹکائیں۔" (ترمذی:1731) اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ چادر کہاں تک ہونی چاہیے۔

حجاب ہمارے رب کا حکم ہے

حجاب عورت کی عزت کی علامت ہے

حجاب عبادت ہے

حجاب اللہ تعالیٰ کی عبادت کا مظہر ہے

آئیں اللہ تعالیٰ کی یہ عبادت کرلیں! اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوجائے۔

جنسی استحصال سے تحفظ میرا حق ہے

پاکستان آن لائن مددگار Helpline کے سربراہ نے انکشاف کیا ہے

پاکستان میں بسنے والی 93 فیصد خواتین کو جنسی تشدد کا سامنا ہے

ہاں یہ سچ ہے

عورت غیر محفوظ ہے

کہیں جنسی ہراسانی ہے

کہیں جنسی استحصال ہے

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جنسی ہراسانی کیا ہے؟

جنسی استحصال کیا ہے؟

جنسی ہراسانی کی شکار عورت اپنی مرضی کے خلاف ایسا ماحول پاتی ہے جس میں اس سے دست درازی کی جاتی ہے۔

اسے جو تکلیف پہنچتی ہے اس کا تعلق اس کے جسم سے زیادہ اس کے ذہن سے ہوتا ہے

عورت جب بھی اپنے آپ کو مرد کے ہاتھوں غیر محفوظ سمجھنے لگتی ہے تو اس کا اظہار دو صورتوں میں ہوتا ہے

ایک تو یہ کہ وہ کراہت محسوس کرتی ہے

دوسری صورت exploitation کی یا استحصال کی ہوسکتی ہے۔

ہراساں کرنے والے کے ساتھ عورت کا ظاہری عمل خوف زدگی ہوتا ہے۔

کام کی جگہ پر جنسی استحصال اور جنسی ہراسانی، کیا کچھ ہے جو آج کے دور میں عورت جھیل رہی ہے۔

عورت کسی جگہ، کسی رتبے میں بھی مرد کی طرف سے ایسی صورت حال کا شکار ہوسکتی ہے۔

اس کا تفصیل سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ عورت کا جنسی استحصال کیوں ہوتا ہے؟ اور اس سے تحفظ کیسے ممکن ہے؟

رب العزت نے فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا﴾

اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی فرمائے اور جو لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ تم راہِ راست سے ہٹ جاؤ، بہت بڑا ہٹ جانا۔

(النساء:27)

سیدنا مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے کہ یہاں جو رب العزت نے کہا کہ وہ لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اس سے مراد زنا کرنے والے لوگ ہیں۔ ''وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ تم راہِ راست سے ہٹ جاؤ، بہت بڑا ہٹ جانا'' اس سے مراد ہے کہ مسلمان بھی اسی طرح زنا کرنے لگ جائیں جیسے غیر لوگ کرتے ہیں۔ (جامع البیان:34/5)

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ایسا کیسے ہوتا ہے؟

رب العزت نے فرمایا:

﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾

وہ چاہتے ہیں کاش آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔(القلم:9)

یہ بات توجہ طلب ہے، سمجھنے والی ہے کیسے یہ سب کچھ ہو گیا؟

اسلام کی بیٹی کس طرح سے لوگوں کے ہاتھوں اور اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں غیر محفوظ ہو گئی؟

یہ کیسے ممکن ہو گیا کہ اس کی طرف میلی آنکھ سے دیکھا جائے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگوں پر گندی عادات کا غلبہ ہو جاتا ہے

لوگ اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے بڑھ جاتے ہیں

اللہ تعالیٰ کی پابندیوں کو پامال کرتے ہیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگوں کا مزاج ایک جیسا نہیں ہوتا لیکن عورت کیسے اس مقام تک پہنچی؟

اسلام کی بیٹی کو تو اللہ تعالیٰ نے چھپنے کا، چھپانے کا حکم دیا تھا۔ جسم کو بھی، چہرے کو بھی چھپانے کا حکم دیا تھا

پھر یہ کیسے ہو گیا کہ اس نے اپنے لباس کو بھی بہت کوتاہ کر لیا

اور ایسا لباس اس نے زیب تن کیا کہ اس کا وجود اس میں سے جھلکتا ہے

اگر ہم گھروں کے اندر دیکھنا چاہیں تو اجنبیوں سے میل جول کا سلسلہ ہے

اگر گھروں سے باہر دیکھنا چاہیں تو عورت اور مرد کو ایک کرنے کی دعوت ہے

تا کہ اللہ رب العزت پر یقین رکھنے والی عورت بھی عام راستوں میں، عام جگہوں میں بے حجاب ہو کر نکلے

کہاں تو یہ بات ہے کہ گفتگو میں بھی لچک اور نرمی نہ ہو

کہاں تو یہ بات ہو کہ اجنبی مردوں سے مصافحہ بھی نہ کرے
اور کہاں یہ صورت حال ہے کہ
نکاح سے پہلے ہی منگیتر سے مصافحہ
بات چیت اور ملاقات کرنے میں کوئی قباحت ہی محسوس نہ کرے
کیسا لباس ہے جو اسلام کی بیٹی اجنبی مردوں کے سامنے پہن کر نکلتی ہے
کیسے اپنے آپ کو بناتی ہے، سنوارتی ہے، کیسے خوشبو سے مہکتی ہے
پھر جب یہ سب کچھ ہو تو جذبات برانگیختہ نہ ہوں
ایسے فتنہ پرور وسائل سے مزین ہو کر عورت گھومے تو دوسری طرف کوئی ہل چل نہ ہو کیسے ممکن ہے؟
اگر دیکھنا چاہیں تو ہمارے یہاں خواتین کو کام کرنے کی آزادی ہے
ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی آزادی ہے
بات سفر کی ہو یا بزنس میٹنگ کی ہو
تنہا شرکت کرنے کے لیے
اپنے شہر میں، اپنے ملک میں کہیں دنیا میں کسی جگہ بھی عورت چلی جائے
اور پھر تنہا دوسروں سے ملاقاتیں بھی ہوں تو کس طرح سے جنسی مخالف کا اس پر اثر نہ ہو؟
جب ہم اسلام کی بیٹی کو گانے بجانے اور اداکاری کے جوہر دکھانے کی دعوت دیں گے
جب ہم اسلام کی بیٹی کو حسن کے مقابلوں میں شرکت کی دعوت دیں گے
جب ہم اسلام کی بیٹی کو اللہ تعالیٰ کا ناپسندیدہ لباس پہننے کی دعوت دیں گے

اور اسلام کی بیٹی اس کو اپنے لیے باعث فخر سمجھے گی

تو پھر دوسری جانب سے جب جذبات تپ جاتے ہیں تو تپش کا اثر تو آتا ہے

ہمارے یہاں کیا سبھی اس بات پر فخر محسوس نہیں کرنے لگ گئے کہ عورت ہر میدان میں حصہ لینے کے قابل ہوگئی؟

موٹر سائیکل پر سوار ہو جائے تو سب سمجھیں کہ عورت آزاد ہوگئی

اس کو سواری کا حق تو ہے لیکن دوسری طرف کے مقامات پر کنٹرول تو نہیں ہے

اگر مرد سوئمنگ پولز پر جائیں اور ان ہی مقامات پر عورت بھی جائے تو پھر کوئی صورت حال تو سامنے آ ہی سکتی ہے

اگر عورت اپنے چہرے کو سجائے، بالوں کو بنائے سنوارے

ایسا لباس پہنے جو مختصر ہو اور جس سے جسم جھلکے

تو دوسری طرف بھی ہل چل پیدا ہونے کے امکانات ہو سکتے ہیں

پھر ایک اور صورت دیکھئے اخبارات میں، میگزینز میں خواتین کی تصویریں شائع کی جاتی ہیں

ٹی وی سکرین پر آتی ہیں، فیشن شوز میں حصہ لیتی ہیں

ڈراموں میں غیر مرد اور غیر عورتوں کے درمیان کیسے مکالمات ہیں جو پروفیشن کی وجہ سے انہیں ادا کرنے پڑتے ہیں

عورت کو خوب صورت بننے کا اتنا زیادہ شوق دلا دیا گیا کہ اب وہ اپنی تصویر شائع کروانے میں فخر محسوس کرتی ہے

چاہے وہ بل بورڈ پر ہو، چاہے سکرین پر ہو، چاہے اخبار پر اور میگزین پر ہو

تجارتی اشتہارات میں جب عورت کو استعمال کیا گیا

جب نیٹ پر دوستیوں کی کال دی گئی

جب ریڈیو اور ٹی وی پر ایک دوسرے کو Songs Dedicate کیے جائیں

تو پھر ایسا کیسے ممکن ہے کہ ایک طرف سے دعوت کا سلسلہ جاری رہے اور دوسری طرف سے جواب نہ آئے

وہ معاشرہ جہاں بچپن سے ہی مخلوط تعلیم کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے

وہاں ایسا کون ہے جو Co-Education کے بارے میں کبھی دل میں میلا خیال بھی لے کر آئے

پھر آپ دیکھئے کہ مرد عورتوں کو تعلیم دیں اور عورتیں مردوں کو تعلیم دیں تو ہمارے ہاں ترقی اور آزادی تو اسی کو کہتے ہیں

اس آزادی کے نتیجے میں عورت کی طرف نگاہیں بھی اٹھتی ہیں اور دست سوال بھی دراز کیا جاتا ہے

اگر ہم میدان عمل میں دیکھیں تو صنف نازک کو مرد کے برابر کام کرنے کے مواقع دیئے گئے ہوٹلوں میں، ہوائی جہازوں میں، تجارتی اور تعمیراتی اداروں میں اور ٹورازم میں۔ پھر جو جسمانی پیشے ہیں، پلمبنگ اور الیکٹریشن جیسے پیشوں کے لیے بھی عورت کو ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ ان کو اختیار کرے۔

پھر جب ایک لڑکی کو سیل گرل بنایا جاتا ہے

ملٹری اور پولیس ڈیپارٹمنٹ میں لایا جاتا ہے

جب عورت کارخانوں اور فیکٹریوں میں پہنچتی ہے

جب عورت عدالتوں میں پہنچتی ہے

تو یہ کیسے ممکن ہے کہ

آگ اور پانی ایک ساتھ ہوں اس پر کوئی ردِ عمل بھی سامنے نہ آئے

اس میں کوئی شک نہیں

اس استحصال پر احتجاج عورت کا حق ہے

اسی لیے رب العزت نے توجہ دلائی ہے کہ وہ لوگ جو خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم جھک جاؤ

کیا اسلام کی بیٹی جھکے گی؟

آپ جھکیں گی

تو وہ اپنا ایجنڈا کچھ اور آگے لے کر آئیں گے

آج وہ لوگ کہاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی پکڑ، اس کے غصے اور انتقام سے ڈرتے ہوں؟

آج وہ لوگ کہاں ہیں جو یہ سمجھتے ہوں کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی غالب آنے والا نہیں؟

رب العزت نے فرمایا

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ﴾

اور خوب جان رکھو اللہ تعالیٰ یقینا جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے۔ لہٰذا اس سے ڈر جاؤ۔ (البقرہ:235)

رب العزت نے فرمایا

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (۱۱٦) مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

اور جن کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ گھڑتی ہیں، اُن کے بارے میں مت کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو یقینا جو لوگ

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔تھوڑا سا فائدہ ہے اور اُن کے لیے بڑا دردناک عذاب ہے۔(النحل:116،117)

اللہ تعالیٰ نے عورت کو معاشرے کا سب سے قابل عزت فرد قرار دیا ہے

ماں کی حیثیت سے قدموں تلے جنت ہے

بیٹی کی حیثیت سے وہ جہنم سے آڑ بن سکتی ہے

اور مرد کی اچھائی کا سرٹیفکیٹ یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ سب سے زیادہ اچھا ہو

اگر ہم دیکھنا چاہیں کہ اسلامی معاشرے میں عورت کی کیا حیثیت ہے؟

عورت اخلاقی اقدار کی محافظ ہے

آنے والی نسلوں کی موزوں تربیت کرنے کی ذمہ دار بھی ہے

ان ذمہ داریوں کے مقابلے میں دوسرے تمام کام کم تر اور ہیچ ہیں

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر حاکم ہے۔تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔

(صحیح بخاری:5200)

رب العزت نے فرمایا:

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾

اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔اے اہلِ بیت! درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ تم سے گندگی

کو دور کرے اور تمہیں پاک کر دے، پوری طرح پاک کرنا۔ (الاحزاب:33)

اسلام عورت کو تھکا دینے والے کاموں سے سبکدوش کرتا ہے تا کہ وہ گھر کی دیکھ بھال اور بچوں کی پرورش کا کام احسن طور پر ادا کر سکے

اسلام عورت پر معاش کے لیے کوئی ذمہ داری نہیں ڈالتا

معاش کے لیے دوڑ دھوپ کرنا مرد کا کام ہے

عورت کو معروف طریقے سے کھانا، کپڑا دینا مرد کی ذمہ داری ہے

اگر عورت معاشی طور پر کوئی کام کرنے کے لیے مجبور ہو جائے تو پھر اس کو ہر طرح کا تحفظ دینا ذمہ داری ہے

دوسری طرف اس بات کا دھیان رکھنا بھی ضروری ہے کہ اس کا خاندان انتشار کا شکار نہ ہو

تیسری طرف یہ بھی ضروری ہے کہ عورت کی حیا اور پاکیزگی متاثر نہ ہو

کام کے دوران وہ باوقار رویہ اختیار کرے

اللہ تعالیٰ کی حدود کی پابندی کرے

کام کے اوقات میں اس کو بھی ایسا ماحول دینا چاہیے کہ جس کی وجہ سے اس کی صلاحیتیں پوری طرح سے کام میں آ سکیں

کہیں بھی ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ حیا سے مطابقت نہ رکھنے والا ماحول ہو

اللہ پاک نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں ان کی بنیاد پر وہ پوری طرح سے اپنے معاملات کے لیے آزاد ہے

عورت کو ملکیت کا حق ہے

وراثت میں اس کا حق ہے

مہر اور نان ونفقہ اس کا حق ہے، اس کی ادائیگی میں بھی فرار کا راستہ نہیں کرنا چاہیے

عورت کمائے تو اس کی آمدن پر مرد اپنا حق نہ سمجھے، یہ عورت کا حق ہے

خواتین کو ہراساں کرنے والے ماحول سے بچانے کے لیے

حکومتی سطح پر ایسے قوانین بننے چاہئیں جس سے خواتین کو جنسی ہراسانی اور جنسی استحصال سے آزادی مل سکے

دوسری طرف اس بات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اگر اسے گھر سے نکلنا ہو تو اس کی work place اس کے گھر سے نزدیک ہو

اس کے کام کی وجہ سے اس کے گھر پر اثر نہ آئے

اس کو کام کے لیے نکلنا ہو تو اس کے محفوظ ہونے کا پورا انتظام ہو

اس کا ماحول مخلوط نہ ہو اور عورت کو تجارت کی جنس نہ بنایا جائے

بیرون خانہ ذمہ داریوں کے لیے اس کو ٹرانسپورٹ بھی مہیا کرنی چاہیے

ملازمتوں میں عورتوں کے لیے حصہ رکھنے کی بجائے جو بھی میرٹ پر آئے اسے اس کا حق ملنا چاہیے

جہاں خواتین کام کریں اس ماحول کو ذہنی دباؤ سے پاک بنایا جائے۔ یہ ذہنی دباؤ بہت ساری بیماریوں کا سبب ہے۔

ذاتی پسند ناپسند، ذاتی تعلقات، رشوت، اقربا پروری کی بنیاد پر کسی کی ترقی یا تنزلی نہیں ہونی چاہیے۔

جب کبھی کوئی بچی، کوئی عورت گھر سے باہر نکلے تو اس کا لباس، اس کا حلیہ، اور اس کا رویہ ایک مومنہ عورت جیسا ہونا چاہیے۔

ہمیں خود دیکھنا ہے کہ جب ہم باہر نکلیں تو دیکھنے والے ہمیں ایمان والی خواتین سمجھیں، ہماری عزت کریں، ہم پر آوازیں نہ کسیں

مگر عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ جیسے کپڑے گھر میں پہنتے ہیں ویسے ہی کپڑے پہن کر باہر بھی چلے جاتے ہیں۔

اور عموماً گھر میں تو سب سمجھتے ہیں کہ سیدھے سادے کپڑے بھی پہن لیے تو کوئی بات نہیں لیکن باہر نکلتے ہوئے ایسے نکلتے ہیں جیسے خود دعوت نظارہ دے رہے ہوں

ایسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے رزق کمائیں گے تو کیا وہ رزق حلال ہوگا؟

کیا قیامت کے دن ہم سے ہماری اولاد کی تربیت کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا؟

کیا معاش کے لیے اللہ تعالیٰ کے قانون کو پسِ پشت ڈال کر شوہر کا ہاتھ بٹانے پر نیکیاں ملیں گی یا اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ ہوگی؟

یہ مقام اپنا طرز عمل بدلنے کا ہے۔

یقیناً ہم نے یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہم نے وقت کی تقسیم برابر کی ہے؟

ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ کہیں ملازمت کرنا اضافی ذمہ دراری تو نہیں جس کو ہم نے اٹھا لیا ہے۔

ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ اگر محنت کر کے اپنے بچوں کے وقت کے behalf پر رزق کمایا ہے تو کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کو سوچے سمجھے بغیر بے جا بچوں پر خرچ کر رہے ہوں

ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ گھر سے باہر نکلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی تو مول نہیں لے رہے

اپنی جانب سے کوشش کرنا ہمارا فرض ہے اور work place پر آزاد ماحول اور تحفظ والا ماحول مہیا کرنا اداروں کی ذمہ داری ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض بہترین طریقے سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ استحصال سے پاک معاشرہ ترقی کی جانب رواں دواں ہو سکے۔ آمین

مساجد اور اسلامی تعلیمی اداروں کی خدمت میرا حق ہے

حمد ہے اس ذات کے لیے جس نے مساجد کو اپنا گھر قرار دیا

تمام تعریف اس ذات کے لیے ہے جس نے علم کی مجالس کو جنت کے باغیچے قرار دیا

مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے۔ مسجد صرف عبادت کا گھر ہی نہیں ہے بلکہ قرآن مجید، حدیث رسول پڑھنے پڑھانے، وعظ و نصیحت کرنے اور اسلام کی نشر و اشاعت کا مرکز بھی ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ''روئے زمین پر مساجد اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ پسندیدہ جگہیں ہیں۔'' (مسلم:671)

مسجد ہر متقی کا گھر ہے۔ مسجد میں آ کر نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اتنا خوش ہوتے ہیں جتنا کسی غائب شخص کے گھر واپس آنے پر گھر والے خوش ہوتے ہیں۔

نبی ﷺ کا مسجد سے گہرا تعلق تھا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ ﷺ گھر کے کام میں مشغول ہوتے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لیے مسجد تشریف لے جاتے تھے۔ (بخاری:6039)

سفر سے واپسی پر پہلے مسجد جاتے دو رکعت نماز ادا کرتے پھر گھر تشریف لاتے۔ (بخاری:3088)

خوف، گھبراہٹ، پریشانی کے موقع پر مسجد تشریف لے جاتے

آندھی، طوفان اور بارش کثرت سے ہوتی مسجد تشریف لے جاتے

سورج گرہن لگتا یا چاند گرہن لگتا تو مسجد چلے جاتے

موت کے مرض میں صرف چار یا پانچ دن مسجد تشریف نہیں لے جا سکے طبیعت بے چین ہو گئی، دو آدمیوں کا سہارا لے کر مسجد تشریف لے گئے اس طرح کہ پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ (بخاری:687) اگلے روز اتنی ہمت بھی نہیں تھی تھوڑا سا پردہ سرکایا اور مسجد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باجماعت نماز پڑھتے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ (بخاری:680)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ہر مومن کے لیے مسجد اس کے ذاتی گھر کی نسبت زیادہ اہم ہے۔ ذاتی گھر میں انسان جسمانی سکون حاصل کرتا ہے، مسجد میں مومن کی روح کو آرام اور سکون ملتا ہے، ملائکہ کی دعائیں پانے کا شرف ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایسے لوگوں کے ایمان کی گواہی دی ہے۔ فرمایا:

﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ ۫ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرا تو اُمید ہے کہ یہ لوگ ہدایت پانے والوں میں سے ہوں گے۔'' (التوبہ:18)

ہر مسلمان کو اس حق کے لیے کوشش کرنی چاہیے جہاں بھی زمین کا کوئی گوشہ ملے مسجد کی تعمیر کا ارادہ ضرور کریں، اہتمام ضرور کریں۔ اگر کسی علاقے میں مسجد موجود ہو تو اس کی دیکھ بھال اور اس کی ضروریات کا خیال رکھیں۔ پانچ اوقات میں مسجد میں حاضری کے بغیر کسی مسلمان کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ مسجد سے دلی تعلق، اس کی تعمیر اور اس کی دیکھ بھال

اور خدمت سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

حقیقت یہ ہے کہ مساجد صرف عبادت کے لیے تعمیر نہیں کی جاتی تھیں مسجد میں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی تھی دوسری طرف تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ایک ہی وقت میں مسجد عبادت اور مکتب کا کردار ادا کرتی تھی۔ ہمارے یہاں بعد کے ادوار میں مسجد سے مکتب کو ختم کر دیا گیا جہاں سے عبادت کی محبت ملتی تھی، جس تعلیم سے اللہ کے قریب ہونا سیکھنا تھا جب وہ علم ختم کر دیا گیا تو لوگوں کی عبادت سے محبت بھی ختم ہوگئی۔ عبادت اور علم کے بارے میں یہ ضرور جان لیجیے کہ اللہ پاک نے عبادت کے مقابلے میں علم کو زیادہ فضیلت دی ہے۔

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسے چاند کی فضیلت سارے ستاروں پر“۔

(ابن ماجہ:223)

مسجد کے بارے میں آپ ﷺ نے بہت آداب سکھائے اونچی آواز سے بات کرنے سے منع کیا تاکہ دوسرے نمازیوں کی توجہ اور یکسوئی میں خلل نہ پڑے۔ دنیاوی گفتگو کرنے سے اس حد تک منع کر دیا کہ اگر کوئی اپنی گم شدہ چیز کا اعلان کرے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کرے تمہیں یہ چیز نہ ملے اس لئے کہ مسجدیں اس واسطے نہیں بنائی گئیں۔

(مسلم:1260)

مسجد کا یہ حق ہے کہ دو رکعت پڑھنے کے بعد باقی سلسلہ جاری رکھا جائے۔ (بخاری، مسلم)

مساجد کو صاف ستھرا اور خوشبودار رکھنے کا حکم دے کر ہر نمازی کے دل اور دماغ میں اس کے ادب اور احترام کو نبی ﷺ نے دو چند کر دیا۔ (ابوداؤد:455) مسجد کی طرف آنا کس طرح سے باعث اجر و ثواب بنا دیا گیا اور مسجد میں آنا عام حالات میں بھی لیکن جمعہ کے دن خاص

طور پر اُس کی رونق کس قدر بڑھ جاتی ہے اور رمضان میں یہ رونقیں اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مسجد کے مناظر بہت سے غیر مسلموں کے لیے اسلام قبول کرنے کا سبب بن گئے

اٹلی کی مشہور فلم سٹار مارشیلا انجلو دوسری جنگ عظیم پر بننے والی فلم میں ہیروئین کا کردار ادا کرنے کے لیے مصر کے ایک معروف شہر میں گئی تو شہر سے گزرتے ہوئے ایک مقام پر اسے رکنا پڑا۔ مارشیلا کہتی ہیں میں نے دیکھا لوگ ایک چھوٹی سی عمارت کی طرف جا رہے ہیں جوتے اتارتے ہیں ہاتھ منہ دھوتے ہیں پھر کبھی اٹھتے ہیں، کبھی بیٹھتے ہیں۔ کہنے لگی مجھے یہ عمل کچھ بے معنی سا لگا لیکن میری دلچسپی بڑھ گئی میں گاڑی میں بیٹھے بیٹھے دیکھنے کی بجائے عمارت کے اندر چلی گئی میں نے نوٹ کیا وہاں کسی نے میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا لوگ بڑی سادگی کے ساتھ، عاجزی کے ساتھ مسجد کے صحن میں پہنچتے رہے اور صفیں بنا کر زمین پر ماتھا ٹیکتے رہے۔ میں کھڑی سوچنے لگی کتنے پرسکون ہیں یہ لمحات مجھے پوری زندگی میں یہ میسر نہیں آئے۔ میں نے باہر آ کر لوگوں سے عمارت اور لوگوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ عمارت مسجد کہلاتی ہے۔ یہ لوگ مسلمان ہیں جو اپنے خدا کی عبادت کر رہے ہیں۔ یہ میری زندگی کا پہلا موقع تھا کہ جب میں نے کسی مسجد کو دیکھا جس میں مختلف عمروں کے لوگ، سماجی اعتبار سے مختلف سطح کے لوگ ایک سطح پر کھڑے عبادت کر رہے تھے۔ ان کے سکون، ان کی برابری اور پاکبازی پر مجھے رشک آیا۔ ساتھ ہی مجھے وہ جگر پگھلا دینے والی وہ راتیں بھی یاد آنے لگیں جن میں میں کسی منزل کی تلاش میں سرگرداں رہتی تھی۔ میں دوسرے روز پھر مسجد گئی دروازے پر کھڑی رہی نمازیوں کو نماز پڑھتے دیکھتی رہی نماز ختم ہوئی میں نے ان میں سے ایک دو کے ساتھ بات چیت کی انہوں نے مجھے بہن اور بیٹی کہا مجھے ان کی گفتگو سے تحفظ کا احساس ہوا کیونکہ میں

نے زندگی بھر جھوٹی محبت کا ہی مشاہدہ کیا تھا۔ پھر یہ ہوا کہ میری فلم کی شوٹنگ ختم ہوگئی میں اٹلی واپس آ گئی لیکن میں اب اپنے گھر کے کسی تنہا حصے میں بیٹھ کر تنہا سوچتی ہوں گھوم پھر کر مصر کے ایک محلے کی چھوٹی سی مسجد کی تصویر بار بار میری آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔ ایک روز شہر میں گاڑی چلاتے چلاتے میری نظر مرکز اسلامی روم پر پڑی میں نے گاڑی روکی اندر جا کر ان سے اطالوی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ طلب کیا۔ اس کا مطالعہ کرنے لگی اور اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ہدایت کا دروازہ کھول دیا میں خود مرکز اسلامی پہنچی کلمہ شہادت کا اقرار کرلیا اس روز جو قلبی سکون مجھے ملا میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔

یوں ایک مسجد کے ایمان افروز منظر کا مشاہدہ کرنے والی فلم سٹار مارشیلا سے فاطمہ بن گئی۔

کتنے ہی لوگ مسجد میں جانے والے، مسجدوں کے مناظر دیکھنے والے کس طرح سے اپنے رب کے قریب ہو گئے!

ہماری مسجدوں کی اہمیت کتنی زیادہ ہے اس مسجد میں عبادت بھی ہوتی ہے اور تعلیم بھی مسجد اور اسلامی ادارے سے محبت کرنا واجب ہے اس لیے کہ یہ جگہیں ایسی ہیں جہاں سے انسان کو اپنے رب کا قرب ملتا ہے۔ تو جس کا دل مسجد سے، اسلامی تعلیمی ادارے سے ہر وقت اٹکا رہے اس کا مقام کتنا بڑا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سات طرح کے آدمی ہوں گے جن کو خدا اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا اول انصاف کرنے والا بادشاہ، دوسرے وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں جوانی کی امنگ سے مصروف رہا، تیسرا ایسا شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے، چوتھے دو ایسے شخص جو اللہ کے لیے باہم محبت رکھتے ہیں اور ان کے ملنے اور جدا ہونے کی بنیاد یہی للّٰہی محبت ہے، پانچواں وہ شخص جسے

کسی باعزت اور حسین عورت نے (برے ارادہ سے) بلایا لیکن اس نے کہہ دیا کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ شخص جس نے صدقہ کیا مگر اتنے پوشیدہ طور پر کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا، ساتواں وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور (بے ساختہ) آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ (صحیح بخاری:660)

مسجد کی اہمیت کا اندازہ ہم اس سے لگا سکتے ہیں کہ مکہ سے مدینہ ہجرت کرتے ہوئے نبی ﷺ نے راستے میں صرف چند دن کے لئے قبا میں قیام فرمایا۔ یہ سارے دن مسجد کی تعمیر میں صرف کیے اور مدینہ ہجرت کے بعد آپ نے پہلی فرصت میں مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی اور دوسرے صحابہ کے ساتھ ایک مزدور کی طرح خود بھی شرکت فرمائی۔

آپ ﷺ جب سفر کے لیے جاتے واپسی پر گھر آنے سے پہلے مسجد تشریف لاتے دو رکعت نماز ادا فرماتے (بخاری:3088) پھر گھر واپس تشریف لے جاتے۔ پریشانی اور گھبراہٹ کے وقت بھی آپ مسجد میں تشریف لے جاتے۔ آپ ﷺ نے ہر محلے میں مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے۔ (ابوداؤد:455)

مسجد میں آنا واجب ہے جو بھی اذان سن لے اسے فرض نماز مسجد میں ادا کرنی چاہیے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے اذان سنی اور نماز کے لئے شرعی عذر کے بغیر نہ آیا تو اس کی نماز نہیں ہوئی۔ (ابن ماجہ:793)

حقیقت یہ ہے کہ فرض نماز گھر میں ادا کرنا سراسر گمراہی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ فرمائے۔

نبی ﷺ نے مسجد میں حاضر نہ ہونے والوں کے گھروں کو جلانے کا ارادہ فرمایا تھا۔

(مسلم:1483)

مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں لوگوں کا کوئی گروہ اکٹھا نہیں ہوتا، وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کا درس و تدریس کرتے ہیں مگر ان پر سکینت (اطمینان و سکون قلب) کا نزول ہوتا ہے اور (اللہ تعالیٰ کی) رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقربین میں جو اس کے پاس ہوتے ہیں ان کا ذکر کرتا ہے۔'' (صحیح مسلم:6853)

روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی سب سے پسندیدہ جگہیں مساجد ہیں۔ یہ مساجد نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق امن اور سلامتی کی جگہیں ہیں۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں: ایک شخص مسجد نبوی میں آیا اور وہ تیر لیے ہوئے تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ ان کی نوکیں تھامے رکھو۔ (بخاری:451)

وہ شخص جو ایمان رکھتا ہے مسجد میں اسے ویسا ہی اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر جیسا اس کو اپنے گھر میں حاصل ہوتا ہے مسجد ہر ایمان والے کا گھر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مسجد ہر متقی کا گھر ہے۔'' (صحیحہ:556)

مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب گھر میں پڑھی جانے والی نماز کے مقابلے میں 25 سے 27 درجے زیادہ ہے۔ (بخاری:645,646)

مسجد جانا عبادت کے لیے ہو تو کس قدر اس کا اجر و ثواب ہے

مساجد اور دینی تعلیم کے اداروں سے محبت کرنی چاہیے

اللہ تعالیٰ مسجدوں سے محبت کرتے ہیں

مسجدوں سے محبت کرنا واجب ہے

ہر مسلمان کو مسجد سے اسی طرح محبت کرنی چاہیے جس طرح کوئی اپنے گھر سے محبت رکھتا ہے

انسان کو مسجد کو اپنانے میں گہرا قلبی تعلق مددگار ثابت ہوتا ہے۔ جو شخص بھی مسجد کو اللہ تعالیٰ کا گھر سمجھتے ہوئے اپنے گھر کی طرح، اس سے بڑھ کر عزیز رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس طرح اس کی قدر و منزلت ہوتی ہے۔ مسجد کو اپنانے والا مسجد اور مکتب کے سارے کاموں کو اپنا لیتا ہے۔ ان کا پہلا کام تعمیرِ مساجد اور دینی تعلیم کے اداروں کی تعمیر ہے جس کا بہت زیادہ ثواب ہے، پھر مسجد اور مکتب کی صفائی ہے، پھر مسجد میں آنا عبادت کے لیے بھی ہے اور علم حاصل کرنے کے لیے بھی ہے۔ پھر مسجد میں آنے والوں کے لیے اور دین کا علم سیکھنے کے لیے آنے والوں پر خرچ کرنے کا بڑا ثواب ہے۔ جو شخص مسجد سے محبت کرتا ہے، مکتب سے محبت کرتا ہے وہ اس کے لیے اپنی جان، اپنا مال، اپنی صلاحیتیں سب کچھ لگا دینا چاہتا ہے۔

پہلی بات ہم دیکھیں گے مساجد کی اور دینی تعلیم کے اداروں کی تعمیر کا مقصد کیا ہے؟

دینی تعلیم کے اداروں کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، قرآن مجید کی تلاوت کرنا، دین سیکھنا اور سکھانا ہے۔

مسجد کی تعمیر کا بڑا ثواب ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی بڑی گواہی دی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد تعمیر کرتے ہیں۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے مسجد بنائے، اللہ تعالیٰ اس کا گھر جنت میں بنائے گا۔'' (صحیح بخاری: 450)

سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس نے مسجد بنائی جس میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب المساجد:1/601)

مسجد کی تعمیر کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ شہرت اور دکھاوے کے بغیر خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد کی تعمیر کرے۔

جو شخص اللہ کی رضا کے لئے مسجد تعمیر کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر تعمیر کرتے ہیں۔(مسند احمد:1319)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ہمیں بھی مسجد کی اور دینی تعلیم کے اداروں کی تعمیر کی رغبت عطا فرمائے۔آمین

مسجد اور مکتب کی تعمیر میں کوئی تھوڑا حصہ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس سے بڑھ کر ثواب عطا فرماتے ہیں۔الحمد للہ!

تعمیر مساجد کے بعد مسجد کی صفائی ستھرائی کرنے کا کام اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر اور محلہ میں مسجدیں بنانے، انہیں پاک صاف رکھنے اور خوشبو سے بسانے کا حکم دیا ہے۔(ابوداؤد:455)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار پر لگا ہوا بلغم اپنے ہاتھ سے صاف کیا تھا۔(ابن ماجہ:764)

ہر ایمان والے کے لئے لازم ہے کہ وہ مسجد کی ،مکتب کی، دینی اداروں کی صفائی کا اسی طرح اہتمام کرے جس طرح وہ اپنے گھر کی دیکھ بھال اور صفائی کا اہتمام کرتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کی نماز جنازہ ادا کی تھی جو مسجد کی صفائی کرتی تھی۔

(ابن ماجہ:1527، بخاری:1337)

مسجد میں ،مکتب میں گندگی ڈالنا یا اس کو صاف نہ کرنا نمازی کے نامہ اعمال میں گناہ

کے طور پر لکھا جاتا ہے۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت کے اچھے اور برے اعمال مجھ پر پیش کیے گئے تو میں نے ان کے اچھے اعمال میں سے اچھا عمل راستہ میں سے تکلیف دینے والی چیز کا دور کر دینا پایا اور میں نے ان کے برے اعمال میں سے (سب سے بڑا عمل) مسجد میں تھوکنا اور اس کا دفن نہ کرنے کو پایا۔ (مسلم:1233)

مسجد یا دینی تعلیم کے ادارے میں علم حاصل کرنے کے لیے آنے والوں کو بڑا ثواب ملتا ہے

پہلی بات تو یہ کہ فرشتے ان سے محبت کرتے ہیں اور دین کا علم حاصل کرنے کے لیے آنے والے شخص کو حج کا ثواب ملتا ہے۔

سیدنا ابوامامہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص صرف اس لئے مسجد گیا تاکہ نیکی سیکھے یا سکھائے تو اس کے لئے ایک مکمل حج کا ثواب ہے۔ (الترغیب والترہیب:145)

دین کا علم سیکھنے اور سکھانے والوں کے لیے آنے والوں کو اللہ تعالیٰ چار نعمتوں سے نوازتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ان پر سکینت نازل فرماتے ہیں

رحمت نازل فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے فرشتے مودبانہ ان کے پاس کھڑے ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرشتوں کے سامنے کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

اگر کسی دور دراز مسجد کا، دینی ادارے کا سفر اس لیے کریں تاکہ علم حاصل کریں تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا حصول آسان فرما دیتے ہیں

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص حصول علم کے لیے کوئی راستہ طے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے، اور جس کو اس کے عمل نے پیچھے کر دیا تو اسے اس کا نسب آگے نہیں کر سکے گا۔" (ابوداؤد:3643)

جو شخص علم سیکھنے کے لیے مسجد میں یا تعلیمی ادارے میں آتا ہے اس کے قدموں کے نیچے فرشتے اپنے پر پھیلا دیتے ہیں

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص علم کی خاطر سفر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔ فرشتے طالب علم سے خوش ہو کر اپنے پر اس کے قدموں کے نیچے بچھاتے ہیں، طالب علم کے لئے دنیا کی ہر چیز حتیٰ کہ پانی کے اندر مچھلیاں بھی ان کے لئے رحمت طلب کرتی ہیں۔ (ابن ماجہ:223)

علم کے حصول کے لیے جو شخص آتا ہے اس کا درجہ مجاہد فی سبیل اللہ کے برابر ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھلائی سیکھنے یا سکھانے کی غرض سے میری اس مسجد میں آئے اس کا درجہ مجاہد فی سبیل اللہ کے برابر ہے اور جو شخص اس کے علاوہ کسی دوسرے دنیاوی مقصد کے لیے آئے اس کی مثال ایسی ہے جس کی نظر کسی دوسرے کے مال پر ہو۔ (ابن ماجہ:227)

قرآن وسنت کا علم حاصل کرنے والے پر اپنا مال خرچ کرنے والے کو سات سو گنا بڑھا کر اجر و ثواب دیا جائے گا۔

نبی ﷺ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

رب العزت نے فرمایا:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾

''جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال ایک دانے جیسی ہے جو سات خوشے اُگاتا ہے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (سورہ البقرہ:261)

نبی ﷺ نے فرمایا:

''جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں کچھ خرچ کیا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں سات سو گنا بڑھا کر لکھا گیا۔'' (نسائی:3188)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کی راہ میں جوڑا دے گا اسے جنت میں بلا کر پکارا جائے گا، اے اللہ کے بندے! یہ تیری نیکی ہے، تو جو شخص نمازی ہو گا وہ صلاۃ کے دروازے سے بلایا جائے گا، اور جو مجاہدین میں سے ہو گا وہ جہاد والے دروازہ سے بلایا جائے گا، اور جو صدقہ دینے والوں میں سے ہو گا وہ صدقہ والے دروازے سے بلایا جائے گا، اور جو روزہ داروں میں سے ہو گا وہ باب ریان سے بلایا جائے گا۔'' ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کسی کے لیے ضرورت تو نہیں کہ وہ ان سبھی دروازوں سے بلایا جائے، لیکن کیا کوئی ان سبھی دروازوں سے بھی بلایا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم انہیں لوگوں میں سے ہو گے۔'' (نسائی:2240)

اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے خرچ کرنے والے کے لیے فرشتے برکت کی دعا کرتے ہیں

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس وقت بندے صبح کرتے ہیں، دو فرشتے اترتے ہیں ایک تو یہ کہتا ہے کہ یا اللہ! خرچ کرنے والے کو اور دے، اور دوسرا کہتا ہے کہ یا اللہ! بخیل کو تباہ کر۔" (مسلم:2336)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لیے اس کو بڑھاتا ہے بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے یہاں تک کہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری:1410)

مساجد اور دینی تعلیمی اداروں پر خرچ کیا گیا مال ایسا صدقہ جاریہ ہے جس کا اجر وثواب قیامت تک جاری رہے گا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب انسان مرجاتا ہے تو تین اعمال کے علاوہ باقی تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے (مسلم:4223)

مسجد کو آباد کرنے کا اجر بہت بڑا ہے لیکن جو لوگ مساجد کو بے آباد رکھتے ہیں

نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوگ نماز با جماعت چھوڑنے سے ضرور باز آجائیں، ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا، پھر ان کا شمار غافلوں میں ہونے لگے گا۔'' (ابن ماجہ:1485)

مساجد اور دینی تعلیم کے اداروں کی تعمیر کرنا، ان کی صفائی ستھرائی کا انتظام کرنا، اس میں آنے والوں کے لیے تعلیم کا انتظام کرنا اجر وثواب کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یاارحم الراحمین ! جو تیرے گھروں سے محبت کرے تو اس سے محبت فرما

یااللہ ! جو تیرے گھروں کو آباد کرے تو اس کو آباد فرما

یااللہ ! جو تیرے گھروں کی تعمیر پر خرچ کرے تو اس پر خرچ فرما

یااللہ ! جو تیرے گھر میں آنے والوں کی سرپرستی کرے تو بھی اس کی سرپرستی فرما

یااللہ ! جو تیرے گھروں کی حفاظت کرے تو بھی اس کی حفاظت فرما

یاارحم الراحمین ! تو سب کی دعائیں سنتا ہے تو ہماری دعائیں قبول فرما

الٰہی ! ہم سب کو مساجد کی تعمیر کے لئے اور مساجد کی اور دینی تعلیمی اداروں کی آبادکاری کے لئے کوششیں کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

بچوں کی تربیت میرا حق ہے

اقبال نے کہا

تاریخ انسانی کا ایک اہم واقعہ ہے

ایک باپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے دودھ پیتے بچے کو اس کی ماں کے ساتھ بے آب و گیاہ وادی مکہ میں چھوڑ کر آتا ہے پھر بہت مدت تک اس کا چکر نہیں لگتا جب دوبارہ واپس جاتا ہے بچہ بھاگ دوڑ کی عمر کو پہنچ چکا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم آتا ہے کہ آپ بچے کو قربان کر دو، ذبح کر دو اور باپ اپنے بیٹے سے اس کا تذکرہ کرتا ہے بیٹا کہتا ہے آپ کو جو حکم دیا جا رہا ہے آپ کر ڈالیے۔ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

وہ کون سا بیٹا ہے جو اپنی زندگی ہار دینا چاہتا ہو اتنی محبت اور اطمینان سے؟

اسی سلسلے میں اقبال نے کہا

؎ وہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

اتنی عمدہ تربیت!

کیا وہ ابراہیمؑ کی نظر کا کمال تھا، اس کا فیض تھا؟

یا سکول کی کرامت تھی؟

اسماعیلؑ کو آداب فرزندی کس نے سکھائے؟

تو وہ ماں تھی

سیدنا ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! حسن سلوک (اچھے برتاؤ) کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہاری ماں“، پھر پوچھا: اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہاری ماں“، پھر پوچھا اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارا باپ“، پھر پوچھا: اس کے بعد کون حسن سلوک (اچھے برتاؤ) کا سب سے زیادہ مستحق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر ان کے بعد جو تمہارے زیادہ قریبی رشتے دار ہوں، پھر اس کے بعد جو قریبی ہوں“۔ (ابن ماجہ:3658)

اس سلسلے میں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ماں محنت کرتی ہے، مشقت کاٹتی ہے۔ ماں اور باپ دونوں ہی بچے کی تربیت کا حق رکھتے ہیں لیکن ماں کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ ماں مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ بچے کی تربیت تب کر سکتی ہے جب بچے کا باپ وسائل زندگی مہیا کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ذمہ داریوں کی تقسیم اسی طرح سے رکھی ہے کہ باپ کمائے گا اور ماں اس کی پرورش کے لیے، اس کی تربیت کے لیے زیادہ توجہ دے گی۔

آج صورت حال ایسی ہے کہ غیر اسلامی نظریات اور افکار کے گہرے دھوئیں چھائے ہوئے ہیں بچوں کی پیدائش، طریقہ پیدائش، تربیت اور طریقہ تربیت کے حوالے سے غیر فطری انداز اور طریقے جنم لے رہے ہیں اس اعتبار سے مسلمان ماں کا حق بڑھ جاتا ہے، اس کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔

مسلمان ممالک میں جو نصاب تعلیمی اداروں کے اندر پڑھایا جاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا تعلق، اس کی محبت، دین سے تعلق نہیں سکھایا جاتا اس لیے ماں کی یہ ذمہ داری اور

بڑھ جاتی ہے تاکہ وہ اپنے بچے کی تربیت ابتدا سے ہی درست انداز میں کرے۔اس کے لیے مسلمان ماں کا خود تعلیم یافتہ ہونا بہت ضروری ہے وہ خود اللہ تعالیٰ کے کلام کی ،اس کے قرآن کی اور اس کے رسول کی سنت کی تعلیم حاصل کرے گی تو اس کی وجہ سے اپنی اولاد کی بہتر تربیت کرنے کے قابل ہو جائے گی۔حقیقت یہ ہے کہ نسل انسانی کی تربیت کرنا فرض بھی ہے اور ہم پر قرض بھی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر پیدا ہونے والا بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی ،نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔اس کی مثال ایسی ہے جیسی جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے کیا تم نے ان میں ناک کان کٹا ہوا کوئی بچہ دیکھا ہے۔اس کے بعد آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی فطرة الله التي فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذلك الدين القيم ”اللہ کی اس فطرت کی اتباع کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے ،اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ،یہی سیدھا دین ہے۔“(صحیح بخاری:4775)

سب بچے صاف دل ،نیک فطرت پیدا ہوتے ہیں والدین کی تربیت اور ماحول اس بچے کے دل ودماغ پر اپنے افکار اور عمل کی چھاپ لگا دیتے ہیں۔

بچے کی تربیت کے حوالے سے مختلف مراحل ہیں پہلا مرحلہ دوران حمل کا ہے دوسرا مرحلہ پیدائش کے فورا بعد کا ہے اور تیسرا مرحلہ ابتدائی بچپن کا چوتھا مرحلہ تھوڑا بڑی عمر کے بچے کا ہے اور پھر جوان کا ہے ذمہ داری تو جاری رہتی ہے اسی لیے تو ماں کا لفظ زبان سے نکلتا ہے تو روح کے اندر تک تسکین اتر جاتی ہے کہ ماں ہے جو اخلاص کی انتہا ہے۔ماں کا درجہ عورت کے رول میں سب سے بڑا درجہ ہے۔

اپنے بچے کی اچھی تربیت کے لئے ماں باپ کو حمل سے پہلے، دوران حمل بھی پیدائش کے بعد بھی صالح اولاد کے لئے دعا کرنی چاہئے جیسے سیدنا زکریا نے دعا کی تھی

﴿رَبِّ هَبۡ لِيۡ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ﴾

اے میرے رب! مجھے صالحین میں سے اولاد عطا فرما۔'' (الصافات:100)

دعا بہت ضروری ہے۔ دعا ہی تو مومن کا ہتھیار ہے۔ پھر حمل ٹھہر جائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور پھر حمل کے بعد جو تکالیف آئیں ان تکالیف میں رب سے اجر پانے کی امید رکھنی چاہیے۔ یہ یقین رکھنا چاہیے کہ بچے کو رب نے اس سے وابستہ کیا ہے امانت کے طور پر رکھا ہے۔ اس بچے سے اسے اور زیادہ محبت ہو جائے گی، اس کے دیدار کا شوق بھی ہونا چاہیے۔ بچے کو دیکھنے کا شوق ہو تو اس موقع پر ماں کو رب کو دیکھنے کا شوق بھی رکھنا چاہیے۔

ماں نے سب سے پہلا کام جو کرنا ہے وہ دعا ہے

پھر صبر ہے

پھر شوق ہے

اسی شوق سے بچے کی پرورش اور تربیت کی تیاری ہو گی

پھر بڑی بات یہ ہے کہ بچے کی اچھی تربیت کا ارادہ کرنا چاہیے

یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی ہے کہ حمل اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے۔ اور اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ شخصیت کی تعمیر میں پہلے اٹھارہ ماہ بہت اہم ہوتے ہیں ان اٹھارہ ماہ میں ماں کو اپنے طرز عمل کی جانب بہت زیادہ توجہ کرنی چاہیے۔ دل، زبان اور اعضاء سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے یہ نعمت عطا کی ہے، یہ اعزاز عطا کیا ہے۔

ماں اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ یا اللہ! مجھے بھی نماز قائم کرنے والا بنا دے۔

﴿رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ٭ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ﴾

اے میرے ربّ! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد میں سے بھی۔ اے ہمارے ربّ! اور دُعا قبول فرما۔ (ابراھیم:40)

اور یہ دعا ضرور کرنی چاہیے

﴿وَاَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۚ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡكَ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ﴾

اور میرے لیے میری اولاد کی اصلاح کر دیجئے، بلاشبہ میں نے تیری طرف توبہ کی اور یقینا میں مسلمانوں میں سے ہوں۔'' (الاحقاف:15)

پھر ماں کو بچے کا اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ انسان بنانے کا ارادہ کرنا چاہیے

ارادہ بہت ضروری ہے

جو شکر ادا کرے گا

وہی شکر گزاری کے طور پر اللہ تعالیٰ کے سامنے اعتراف بھی کرے گا

دل سے بھی شکر ادا کرے گا

اور اپنے بچے کو رب کی خوشی بھی سکھانے کی کوشش کرے گا

پھر یہ کہ ماں کو کبھی غموں کو یاد نہیں کرنا چاہیے، اسے تلخیاں یاد نہیں کرنی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ سے امید باندھنی چاہیے، اس سے محبت کرنی چاہیے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے مجھے زندگی عطا کی ہے اب جو نئی زندگی کی بنیاد پڑی ہے یا اللہ اس زندگی کو جنت کے لیے مختص کر دینا۔

پھر زندگی سے اللہ کی نافرمانیوں کو دور کرنا چاہیے، استغفار کرنی چاہیے اور باہمی تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے، گفتگو بھی محتاط انداز میں کرنی چاہیے کیونکہ

اگر گفتگو کریں گی تو گفتگو کا اثر پڑے گا اور خاموش رہیں گی تو خاموشی کا بھی اثر پڑے گا، عمل کریں گی تو عمل کا بھی اثر پڑے گا۔

حمل کے دوران کی احتیاط ماں کی اپنی تربیت کا بہترین سلسلہ ہوسکتا ہے

اس عرصے کے دوران اللہ تعالیٰ سے تعلق ضرور مضبوط باندھنا چاہیے

تربیت کے لیے اپنی اچھی صحت کے بارے میں بھی بے احتیاطی نہیں کرنی چاہیے

دل کی تروتازگی کا بھی سامان کرنا چاہیے

اللہ کے ذکر سے، اس کی یاد سے ہی دل تروتازہ رہتے ہیں

پھر دین کے ساتھ وابستگی والے کام کرنے چاہئیں

علم حاصل کرنے کے لیے تلاوت قرآن کے لیے وقت نکالنا چاہیے

اللہ کا ذکر کثرت سے کرے گی خوش رہے گی۔ ان شاء اللہ

غم کی کیفیت سے بچنے کی وجہ سے ہی بچہ بھی غم سے بچ سکتا ہے

پھر ماں کو مثالی شخصیات کے بارے میں پڑھنا چاہیے

جب کبھی آپ غم میں مبتلا ہوں تو اللہ کی نعمتوں کے بارے میں ضرور سوچیں، مثبت سوچ اپنائیں کیونکہ مثبت سوچ کی وجہ سے ہی تکالیف ہلکی ہوجاتی ہیں۔ پھر شوہر کے ساتھ تعلق کو مضبوط بنانا چاہیے تاکہ بچہ، ماں اور باپ دونوں کی محبت پا سکے۔ اس دوران جنت کے بارے میں سوچنا، پڑھنا اور جنت کے لیے عمل کرنا چاہیے۔ جنت کے لیے دعائیں کرنی چاہئیں۔ جتنا زیادہ آپ Imagine کریں گی اتنا زیادہ جنت کی Imaginations آپ کے لیے Helpful ہوں گی کہ آپ Positive سوچ سکیں، اللہ سے امید باندھ سکیں، جنت جانے والے اعمال انجام دیں سکیں۔

بچے کی اچھی تربیت کے لیے مسکرانا چاہیے

مسکراہٹیں محبتوں کے دروازے کھول دیتی ہیں

اللہ تعالی کی قدرتوں پر غور وفکر کرنا چاہیے

غیبت اور جھوٹ سے بچنا چاہیے

نیکیاں کرنے کا ارادہ کرنا چاہیے

صرف بچے کا تصور ہی نہیں کرنا چاہیے

بلکہ بچے کے خالق کا تصور بھی کرنا چاہیے

پیدائش کا وقت قریب آئے تو اس کے لیے دعائیں بھی مانگنی چاہئیں

اے اللہ! اس وقت کو عمدگی سے گزروا دے اور آنے والے کو اچھی فضا میں سانس لینے کی توفیق عطا فرمانا۔ اسے اچھا ماحول، اچھے دوست عطا کرنا، ماں ضرور ارادہ کرے کہ بیٹے اور بیٹی کے درمیان فرق نہیں کروں گی۔

جب دوسرا مرحلہ شروع ہو تو بچے کی پیدائش کے بعد ماں کے کرنے والے کام بہت ہیں

ماں کا رتبہ، ماں کا مقام کتنا بڑا ہے!

جب بچہ ماں کی گود میں آ جائے تو اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی کوشش کریں۔ بچے کی پیدائش کے بعد سب سے پہلا کام بچے کو یاد دہانی کروانی ہے۔ کان میں اذان دینا ایک اہم ذمہ داری ہے، یہ مسنون طریقہ ہے، اسی طریقے کے مطابق اذان اور اقامت کہنی ہے۔

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے تو اس بچے کو ام الصبیان کی بیماری نہیں ہو گی۔ (جنات کے اثرات اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے۔) (بیہقی شعب الایمان، مجمع الزوائد، الجامع الصغیر)

پیدائش کے فورا بعد ہی ذمہ داری شروع ہو جاتی ہے۔اذان دینے کے لیے کسی بڑے عالم کو بلوانا یا کسی مخصوص شخص سے اذان دلوانا ضروری نہیں ہے۔کوئی دیندار ،گناہوں سے بچنے والا اذان اور اقامت کہہ سکتا ہے،اذان کا مقصد مسلمان کرنا نہیں ہے یہ غلط فہمی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر پیدا ہونے والا بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔(صحیح بخاری:4775)

اذان اور اقامت کہنے کا راز یہ ہے کہ بچے کے کان میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے الفاظ جائیں۔اذان اور اقامت کہنے سے بچے میں فرق آتا ہے۔اذان کا مقصد فطری قبولِ حق کی صلاحیت میں اضافہ ہے۔یہ آپ کی طرف سے بچے کے لیے بہت بڑی مدد ہوگی۔بچہ معمول سے زیادہ روئے تو وجہ ضرور تلاش کرنی چاہیے۔حمل کے دوران آپ کا غم زدہ رہنا اس کی وجہ ہوسکتی ہے،اللہ تعالیٰ سے استغفار کرلیں۔

ماں کی ذمہ داری اعلیٰ تربیت ہے

اعلیٰ تربیت کرنا سیکھنا ضروری ہے۔ماں کو تربیت کے لیے اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ ظرفی اپنانے کی ضرورت ہے۔اچھے اخلاق سیکھنے سے آتے ہیں محض پڑھنے سے نہیں لیکن پڑھنے سے مدد ضرور ملتی ہے۔ماں کو اچھا کردار سیکھنے کی ضرورت ہے یعنی ایک اچھی بیوی بننا اور ایک اچھی ماں بننا۔پھر بچے کی تربیت ثواب کی امید کے ساتھ کریں گی تو آپ کا دل ہمیشہ باغ باغ رہے گا۔

یاد رکھیں!

آپ کا بچہ آپ کے رب کی امانت ہے

بچے کو شفقت دینا ماں کی ذمہ داری ہے

ماں کو عورت ہونے کی حیثیت سے ہر کردار ادا کرنا ہے۔ ماں نے شروع سے بچے کا اپنے رب سے تعلق جوڑنا ہے۔ بچے کی زبان اللہ تعالیٰ کے نام سے کھلوانی چاہیے۔ یہ نبی ﷺ کی تلقین ہے۔ ماں بچے کو ابتدا سے ہی سلام کرنا سکھائے۔ بچہ ابھی سے سلام نہیں کرسکتا مصافحہ کروائے، ہاتھ میں ہاتھ دینا سیکھے گا تو جب بولنا سیکھے گا سلام کرنا سیکھ جائے گا۔ان شاءاللہ

السلام اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔اس کی رحمت، اس کی برکتیں اس دعا کے ساتھ دوسروں تک پہنچتی ہیں۔ بچے کو سلام کی عادت ڈالنی اہم ذمہ داری ہے۔ ماں نے بچے کو سلام کے آداب بھی سکھانے ہیں، سلام کی حقیقت بھی سکھانی ہے، سلام اور اسلام کا تعلق بھی سکھانا ہے، ماں نے بچے کو کھانا کھلانا سکھانا ہے، بسم اللہ پڑھ کر، دائیں ہاتھ سے، بچے کو شیئر نگ بھی سکھانی ہے کہ وہ خود غرض اور خود پرست نہ بن جائے۔ وہی بچہ ہر دل عزیز ہوتا ہے جو اپنی چیزوں کو شیئر کرتا ہے۔

ماں باپ کی ذمہ داری ہے بچے کا اچھا نام رکھنا، اس کا عقیقہ کرنا

ماں کی ذمہ داری ہے بچے کو اسلامی آداب سکھانا

ماں کی ذمہ داری ہے ماں ذکر اور دعائیں کرے

ماں بچے کو تحنیک کے لیے ایسے شخص کا انتخاب کرے جو دین دار ہو، جو اللہ والا ہو

اور تحنیک کے لیے کھجور کو منہ میں لے کر چبایا جائے۔ اچھے طریقے سے پیس کر جب وہ مالیدہ ہو جائے تو تالو کے ساتھ انگلی کو لگا دیا جائے۔ مالیدہ بن جانے والی کھجور نقصان نہیں دیتی۔ بچے کو ابتداء سے ہی بسم اللہ، الحمد للہ سکھائیں۔ آپ کچھ بھی کر رہے ہیں خواہ اسے سمجھ نہ آئے بچے سے باتیں کرنے کا سلسلہ جاری رکھیں۔ آپ کبھی یہ نہ سمجھیں بچہ

جو ہے وہ سنتا نہیں، سمجھتا نہیں اس کے ساتھ ہم کیسے بات چیت جاری رکھیں؟ اس کی پرواہ کیے بغیر کہ بچہ سنتا ہے یا سمجھتا ہے یا نہیں، اس کی عمر سننے سمجھنے کی ہے یا نہیں، ایک دن کا بھی بچہ ہو تو ماں کو چاہیے کہ اس کو کلمہ سنائے، درود سنائے زبان اظہار کرتی رہے کہ میرا بچہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرے گا، صحابہ کرام جیسا بنے گا، اپنے رب کو راضی کرے گا اور ماں باپ کے لیے صدقہ جاریہ بنے گا۔ ماں کبھی یہ نہ سمجھے کہ بچے کو پتہ نہیں چلا یہ نشانہ بالکل ٹھیک بیٹھے گا، اس کے بہت اچھے نتائج آئیں گے ان شاء اللہ۔

ماں کو اعلیٰ اخلاق بھی اپنانے ہیں تا کہ وہ اعلی اخلاق بھی سکھا سکے۔ ماں خاندان کی روح رواں ہوتی ہے اسی کی وجہ سے گھر کا نظام قائم رہتا ہے۔ اگر ماں باپ اپنے بچوں کو اچھی تربیت دیں تو بچے معاشرے کے لیے بہترین افراد ثابت ہوتے ہیں۔

ماں اپنے بچے کی اصلاح کیسے کرے گی جب کہ اسے خود غصہ بہت آتا ہے؟ اس کے اندر شفقت اور ممتا بھی ہے لیکن غصہ آتا ہے تو ساری محبت بھول جاتی ہے۔ مجھے کسی نے بتایا کہ ہمیں اپنی امی کے غصے کا پتہ ان کے ناک کے سرخ ہونے سے لگتا تھا پھر ہم سب چھپ جاتے تھے۔

ایک ماں کو ضرور چاہئے کہ سیدہ ہاجرہ جیسا صبر اور توکل سیکھے

سیدنا لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی جو مصیبت تمھیں پہنچے اس پر صبر کرو۔ تو یہ کوئی سادہ سی بات نہیں ہے، کہ آپ صرف زبانی طور پر بچے کو کہتے رہیں کہ صبر کرو، صبر کرو اور بچہ صبر سیکھ جائے۔ کیسی عجیب بات ہے دس کھانے ٹیبل پر لگا کر بچہ کھانا دیکھ کر روٹھا ہی رہتا ہے۔ ماں باپ ایسا لگتا ہے بچے کے غلام ہو گئے ہیں۔

بچے کو صبر سکھانا ہے تو اسے کسی چیز سے محروم بھی کریں
سب کچھ پا لینے والا کب صبر سیکھ سکتا ہے؟

صبر تو وہی سیکھتا ہے جیسے محرومی ملے

بچے کو بخیلی سے، حریص سے بچائیں

بچے کو شکر ادا کرنا سکھائیں

بچے کو اپنے بڑوں کی محبت اور شکر ادا کرنا سکھائیں

بچے کو اپنے جیسے بچوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا سکھائیں

اس کی شکایتوں پر توجہ نہ دیں

اس کی شکایتوں پر اس کو Appreciate نہ کریں

اپنے بچے کو نماز پڑھنے کا عادی بنائیے

آپ نے کامل مسلمان بنانا سکھانا ہے اپنے بچے کو بھی، اردگرد والوں کو بھی، ان شاء اللہ ظاہر ہے جب ماں باپ، اردگرد والے سب مل کر بچے کی تربیت کریں گے ماں کا رول اس حوالے سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ بچہ ماں سے زیادہ سیکھتا ہے۔ وہ ماں سے کھانا پینا سیکھتا ہے۔ وہ ماں سے اٹھنا، بیٹھنا سیکھتا ہے، زبان سیکھتا ہے تو حکمت کے ساتھ ،محبت کے ساتھ بچے کو سکھائیں، اسے نفسیاتی بیماریوں سے بھی بچائیے، خجالت، شرمندگی، غصہ، غم اور اسی نوعیت کے خوف دوسری کیفیات سے اس کو بچائیں اور اس کو حقیقت میں ایک اللہ کا خوف سکھائیں گی تو اس کی وجہ سے دوسرے خوف اس کے دل سے نکلیں گے اور غم کی بجائے اللہ تعالیٰ سے امید باندھنی سکھائیں گی تو اس کی وجہ سے دل کا غم اللہ تعالیٰ سے امید بندھ جائے گی اور جس وقت اسے غصہ سے بچائیں گی تو اس کے لیے توکل کرنا آسان ہو جائے گا۔

تربیت کرنا لازم ہے

تربیت کر کے بچے کو اچھا انسان وہی ماں بنا سکتی ہے جس ماں کے پاس وقت ہو

جس ماں نے روزی کمانے کے لیے بھی نکلنا ہے، جس کے پاس سارے دن کا وقت نہیں ہے، وہ اپنے بچے کو کیسے اچھا انسان بنا سکتی ہے؟

ماں کی ذمہ داریاں ادا کرنا، یہ کام وقت مانگتا ہے اس کام کو productive کیوں نہیں سمجھتے؟

یہ کام تو سب سے زیادہ نفع مند ہے
اور کون سا نفع چاہیے؟
جس کے پیچھے عورت بھاگے گی تو اسے زیادہ نفع ملے گا
سب سے بڑا نفع اولاد کا فائدہ مند بننا ہے

آپ اپنے پیچھے اچھے انسان کو چھوڑ جائیں گی تو وہی تو آپ کے لیے صدقہ جاریہ بنے گا

اپنے بچے کی اچھی شخصیت کے لیے اپنے بچے کو وقت دیجیے اور اس وقت کو اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت سمجھئے، دولت سمجھئے، یہی وقت کا بہترین استعمال ہے، یہی دنیا کی سب سے بڑی دولت ہے۔ یہی دنیا اور آخرت میں کام آنے والی چیز ہے۔

اپنے بچے کی تربیت کرنا ہر ماں کا حق ہے

ماں کو گھر کے میدان سے باہر کے میدان میں نہ لایئے
گھر کا میدان اس کے لئے زیادہ اہم ہے
ماں کو بچے کی تربیت کے حق سے محروم نہ کیجئے
ایک آزاد ماں وہی ہے جو معاش کی فکر سے آزاد ہے
اپنے بچے کی تربیت کے لیے اسے آزادی کا وقت میسر ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے سب ماؤں کو اپنے بچوں کی بہترین تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سیدہ مریم علیہا السلام جیسی آزادی میرا حق ہے

تذکرہ ہے تاریخ کی عظیم بیٹی کا

جس کی حیا کی گواہی جہانوں کے بادشاہ نے دی

وہ ہستی جس کا تذکرہ قرآن کریم میں کیا گیا

ان کے سوا کسی دوسری عورت کا نام قران حکیم میں نہیں لیا گیا

جن کی پیدائش سے پہلے ان کی والدہ پرندوں کی آوازوں کو سن کر اور ان کو چوگا چگتے دیکھ کر حسرت محسوس کرتی تھیں۔

ان کا واقعہ اللہ رب العزت نے سورۃ آل عمران میں بیان کیا

﴿اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ
مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (۳۵) فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ
وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰىؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰىۚ وَاِنِّیْ
سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
(۳۶) فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّاؕ
كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰى
لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾

”جب عمران کی بیوی نے کہا: ”اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے، میں نے نذر مانی ہے کہ تیرے لیے آزاد چھوڑا ہوا ہوگا۔ پس آپ مجھ سے قبول فرمائیں، یقیناً آپ سب کچھ سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں۔“ پھر جب اس نے بچے کو جنم دیا تو کہا: ”اے میرے رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دیا“ حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا جو اس نے جنم دیا ”اور لڑکا تو لڑکی جیسا نہیں ہوتا، اور بلاشبہ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور یقینا میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔“ سو اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمایا اور اس کی بہترین پرورش کی اور زکریا کو اس کا سرپرست بنایا۔ زکریا جب کبھی اس کے پاس عبادت خانے میں آتے اس کے پاس رزق پاتے، وہ پوچھتے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔“ (آل عمران: 35-37)

اس واقعہ کا تذکرہ ہے جو ہماری راہنمائی اس طرح سے کرتا ہے کہ ساری دھند چھٹ جاتی ہے سب کچھ روشن نظر آنے لگتا ہے

آزادی ہمارا خواب ہے

ہمارا رب بھی ہمیں آزاد دیکھنا چاہتا ہے

لیکن کیسی آزادی؟

کس چیز سے آزادی؟

اس کا فیصلہ پیدا کرنے والے سے بڑھ کر کون کر سکتا ہے

یہ آزادی ہے عام معمولات سے

آزادی ہے دنیا کے معمولات سے

آزادی ہے رب کے لیے

زندگی کے مقصد کو پورا کرنے کے لیے

سیدہ مریم کا مقصد بہت بڑا تھا جس کا تعین ان کے رب نے کیا

اور جانتے ہیں رب العزت نے اس کے بدلے میں انہیں کیا دیا؟ سیدنا زکریا علیہ السلام جب ان کے پاس عبادت خانے میں آتے ان کے پاس رزق پاتے۔

آزاد انسان کو یہ رزق نصیب ہوتا ہے

اور اللہ تعالیٰ کے لیے جو آزاد ہو جائے

اسے کتنا اعلیٰ درجے کا رزق نصیب ہوتا ہے

سیدنا زکریا علیہ السلام جب سیدہ مریم علیہا السلام سے پوچھتے یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ سارے دن کی مشقت کے بعد نہیں، سارا دن، ساری زندگی، خاک چھاننے کے بعد نہیں، ایک اللہ کے حضور حاضر رہنے کا بدل کتنا بڑا ہے۔ وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

حقیقت یہ ہے رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ آج سب لوگ جس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے وہ یہی ہے۔

ہر کوئی رزق چاہتا ہے اور وہ سمجھتا ہے رزق میرے چاہنے سے، میرے کام کرنے سے مجھے ملے گا۔

مرد تو رزق کی تلاش میں ہے

عورت بھی رزق کی تلاش کے لیے آزادی چاہتی ہے

ہمارے رب نے ہمیں بتایا ہے کہ دیکھو!

جو اپنے آپ کو میرے لئے آزاد کر دے گا

میں اسے کتنا بے حساب رزق عطا کروں گا

الحمدللہ رب العالمین

سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے جب عزم کے ساتھ دعا کی کہ میرے پیٹ کا بچہ آپ کے لیے آزاد ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے، انہیں امید سے کر دیا۔ سیدنا مریم علیہا السلام کی پیدائش سے پہلے تو ماں یہ سمجھتی تھی کہ میرے ہاں بیٹا ہوگا جو ہیکل کی خدمت کرے گا اس طرح سے بچے کو اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد کرنے کا فائدہ ہوگا۔ جب پیدائش کا مرحلہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے بیٹی عطا کر دی۔ سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نہایت پریشان ہوئیں کہ بیٹا اور بیٹی تو برابر نہیں ہوتے اس اعتبار سے کہ بیٹے تو باہر جائیں ان کے بارے میں والدین کو پریشانی نہیں ہوتی بیٹے کا جو سوشل Status ہوتا ہے وہ بیٹی کا نہیں ہوتا۔

یہ کیسے ہوگا کہ ایک بیٹی اللہ کے لیے آزاد کر دی جائے؟

کون ہے جو اپنی بیٹی کو آزاد کرنا چاہے؟

وہ رب ہے جس نے ہمیں یہ حق دیا ہے

ہم اس کے لیے آزاد ہو سکیں

اللہ تعالیٰ نے تاریخ میں پہلی بیٹی کو اپنے لیے قبول کر لیا

ہمارا رب کتنا مہربان ہے، کتنا کریم ہے، وہ کتنا رحم کرنے والا ہے، وہ سچے جذبوں کا قدردان ہے۔ اس نے سچے دل سے آزاد کیے ہوئے بچے کو قبول کر لیا۔

پھر جس وقت سیدہ مریم علیہا السلام، دنیا کی انوکھی بچی، ماں کی گود سے ہیکل میں پہنچا دی گئیں، وہ مرحلہ بھی کتنا عجیب ہوگا۔ آپ ایک لمحے کے لیے تصور کر کے تو دیکھیں چھوٹی سی بچی ہے اس کو سنبھالنے کے لیے اب ماں نہیں چاہیے، کوئی اور چاہیے اور وہ کون ہوگا؟ وہ وقت بھی کیسا تھا جب ہیکل کے خدمت گار اپنے اپنے قلم پانی میں ڈال رہے تھے۔ یہ ان کا

طریقہ کار تھا یہ فیصلہ کرنے کے لیے کہ کون مریم کی کفالت کرے گا کیونکہ سب چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر جس بچی کو آزاد کیا گیا، اس بچی کو رب نے قبول کر لیا اب اس بچی کی خدمت ہم کریں۔

جانتے ہیں کہ قرعہ کس کے نام نکلا؟

سیدنا زکریا عَلَیہِ السَّلام کے نام

اور سیدہ مریم علیہا السلام کی کفالت کی ذمہ داری سیدنا زکریا عَلَیہِ السَّلام پر ڈال دی گئی

اپنا گھر

ابھی تو Association بھی نہیں تھی

اپنی ماں

ابھی تو وہ تعلق بھی نہیں تھا

ابھی تو رشتوں کی پہچان بھی نہیں تھی

کہ سیدہ مریم علیہا السلام ہیکل پہنچا دی گئیں۔ کتنے خوبصورت ماحول میں آنکھ کھولی لیکن اس بچی کے ارد گرد کھلونے نہیں تھے۔ اس دور میں ان کے پاس سکھیاں سہیلیاں بھی نہیں تھیں۔

ان کے ارد گرد کا ماحول کیسا تھا؟

اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے لوگ اکٹھے ہوتے تھے

ہیکل کے خدمت گار اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے

اور اللہ پاک نے فرشتوں سے کہا اور فرشتوں نے پکارا

﴿ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ (۴۲)

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴾

’’اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ بنایا ہے اور آپ کو پاک کیا ہے اور تمام دنیا کی عورتوں میں آپ کو منتخب کیا ہے۔ اے مریم! اپنے ربّ کی اطاعت کرو، سجدے کرتی رہو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہو۔‘‘ (آل عمران:42،43)

سبحان اللہ! ہمارا رب کتنا کریم ہے

وہ عورت کو سب کے ساتھ سجدے کرنے کی آزادی دیتا ہے

وہ عورت کو رکوع کرنے کی آزادی دیتا ہے

وہ عورت پر عبادت گاہوں میں جانے کی پابندی عائد نہیں کرتا (الحمدللہ)

ہم بات کر رہے تھے کہ یہ ماحول تھا جس میں سیدہ مریم علیہا السلام کی پرورش ہوئی اور یہ کام تھا جس میں وہ ساری زندگی مصروف رہیں۔ اپنے رب کی عبادت ،رکوع اور سجدے ساری دنیا کے انسانوں سے سارے معمولات سے آزادی ہے۔

یہی بات تو ہمارا رب ہمیں کہتا ہے

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ (۷) وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾

’’چنانچہ جب آپ فارغ ہوجائیں تو محنت کیجئے۔ اور اپنے ربّ ہی سے دل لگائیے!‘‘ (الم نشرح:8,7)

سیدہ مریم علیہا السلام تاریخ کی وہ واحد بیٹی ہیں جن کا تذکرہ قرآن حکیم میں کیا گیا۔

یقیناً ان کا کردار تمام انسانوں کے لیے مثالی بیٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔

وہ ایسی خاتون تھیں جنہیں حقیقی آزادی ملی تھی

آزادی کے لیے کوشش کرنا چاہتے ہیں؟

یہ ہے مقام آزادی!

اس مقام کے لیے کوشش کرنی چاہیے

سورہ التحریم میں رب العزت کی گواہی ہے
جہانوں کے بادشاہ نے گواہی دی ہے
ایک عورت کی

﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ﴾

''اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان کی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی چنانچہ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی اور اُس نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی۔'' (التحریم:12)

سبحان اللہ!

آزاد بیٹی کی پہلی صفت ہے ''پاکبازی''
وہ اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرتی تھی
یہ ہے آزادی، ہوس ناک نظروں سے
اردگرد کے ماحول کی آلودگیوں سے

یہ کیسی آزادی ہے؟
حیا کی آزادی
عزت کی آزادی
پاکیزگی کی آزادی

وہ بیٹی جس کو اللہ تعالیٰ نے اچھے طریقے سے قبول کیا تھا، جس کی پرورش ایک عبادت گاہ کے اندر ہوئی! تاریخ کی وہ پہلی بیٹی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے قبول کیا اور خود رب العزت نے فرمایا کہ اس کو بڑی اچھی لڑکی بنا کر اٹھایا۔

سیدہ مریم علیہا السلام نے کیا کیا؟

اپنی عزت کی حفاظت کی

یہ وہ چیز ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کا تذکرہ اپنی پاک کتاب میں کیا

جہان والی عورتوں کے لیے سیدہ مریم علیہا السلام مثال بنیں اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی

ہر بیٹی کی زندگی کے لیے سیدہ مریم علیہا السلام مثال ہیں

بگڑے ہوئے معاشرے میں، بگڑی ہوئی قوم کے درمیان رہ کر بھی کوئی عورت کیسے پاک رہ سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے سیدہ مریم علیہا السلام کی مثال دی ہے۔ سیدہ مریم علیہا السلام کس طرح ہیکل میں اپنے رب کی محبت، اپنے رب کے تعلق کے ساتھ پروان چڑھتی رہیں۔ ان کا دل پاک اور شفاف تھا۔

اس میں بہت بڑی نشانی ہے ہر عورت کے لیے، ہر بیٹی کے لیے جو رب کی ذات پر یقین کے ساتھ اور اس کے ساتھ گہرے تعلق کے ساتھ پروان چڑھتی ہیں وہی تو حیا کی حفاظت کرنے میں کامیاب ہوتی ہیں۔ الحمدللہ

آج کی دنیا میں اپنی حیا کی حفاظت کرنا کس قدر مشکل ہو گیا

کیا آپ اسے آزادی سمجھتے ہیں؟

ریڈرز ڈائجسٹ میں ایک ایسی خاتون کی سٹوری آئی جو مسلمان نہیں تھیں۔ جاب کرنے والی خاتون بیمار ہوئیں تو انہوں نے اپنے باس سے کہا کہ مجھے ٹانگیں چھپانے کی اجازت دے دیں جب تک میں ٹھیک نہیں ہو جاتی۔ تو انہوں نے کہا اگر آپ ٹانگیں چھپانا چاہتی ہیں تو جاب چھوڑ دیں۔

یہی غلامی ہے پہچان لیں

یہ آزادی نہیں ہے

کیا اپنے جسم پر ہمارا کوئی حق نہیں ہے؟

اپنی حفاظت کرنا آزادی کے لیے ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی سمجھ نصیب فرمائے۔

اللہ پاک نے سیدہ مریم علیہا السلام کو ایک اور ذمہ داری کے لیے منتخب کیا تھا۔ سیدہ مریم علیہا السلام کو اللہ پاک نے بن باپ کے بچہ عطا کیا۔ جب وہ اپنی قوم کے سامنے اسے لے کر گئیں تو اللہ تعالیٰ نے گود کے بچے سے، جھولے میں پڑے ہوئے بچے سے ان کی پاکدامنی کی گواہی دلوائی۔ سورہ مریم کی آیات ہیں

﴿فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا (٢٢) فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ
النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا (٢٣)
فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا (٢٤) وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ
بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (٢٥) فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ
فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ
اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا (٢٦) فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ
جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا (٢٧) يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ
اُمُّكِ بَغِيًّا (٢٨) فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۗ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ
صَبِيًّا (٢٩) قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۗ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا (٣٠) وَّجَعَلَنِيْ
مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۖ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (٣١)
وَّبَرًّاۢ بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا (٣٢) وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ

﴿وَيَوۡمَ اَمُوۡتُ وَيَوۡمَ اُبۡعَثُ حَيًّا﴾

''پھر مریم نے اس بچے کا حمل اُٹھالیا۔پھر وہ اس کے ساتھ الگ ہوکر ایک دور کی جگہ چلی گئی۔پھر دردِزہ اسے کھجور کے ایک تنے تک لے آیا۔اُس نے کہا: ''اے کاش میں اس سے پہلے ہی مرجاتی اور میں بھولی بسری ہوگئی ہوتی۔'' پھر مریم علیہا السلام کو فرشتے نے اس کے نیچے سے آواز دی کہ غم نہ کرو۔تیرے ربّ نے تیرے نیچے سے ایک چشمہ (جاری) کردیا ہے۔اور تم کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ،تمہارے اوپر تروتازہ کھجوریں گرائے گا۔پھر تم کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔پھر اگر تم انسانوں میں سے کسی کو دیکھو تو اُس سے کہہ دو کہ یقینا میں نے رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مان رکھی ہے چنانچہ آج میں کسی انسان سے قطعاً کوئی بات نہ کروں گی۔پھر وہ اُس کو اُٹھا کر اپنی قوم کے پاس آئی۔لوگوں نے کہا: ''اے مریم!یہ تو نے بڑا بُرا کام کیا۔اے ہارون کی بہن!نہ تمہارا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں بدکار تھی۔'' مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔لوگوں نے کہا:''ہم اُس سے کس طرح بات کریں جو گود میں ایک بچہ ہے؟'' بچے نے کہا: ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔اُس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔اور اُس نے مجھے برکت والا بنایا ہے جہاں بھی میں ہوں۔اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں۔اور اپنی ماں سے حسنِ سلوک کرنے والا بنایا ہے۔اور اُس نے مجھے سرکش،بدبخت نہیں بنایا۔اور سلام مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن مجھے زندہ کرکے اُٹھایا جائے گا۔'' (مریم:22-33)

اللہ پاک نے پاک باز عورت کی گواہی اس کے بچے سے دلوائی۔اس عمر میں کوئی بچہ بات نہیں کرتا لیکن پاکدامنی لوگوں پر ثابت کرنی تھی۔

رب العزت نے اپنی کتاب میں خود گواہی دی

﴿الَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا﴾

''وہ جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی'' اور اس کی گواہی گود میں پڑے ہوئے بچے سے دلوائی۔

سیدہ مریم علیہا السلام کی دوسری بات جو رب العزت نے بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی باتوں اور کتابوں کی تصدیق کرنے والی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو علم اور معرفت سے موصوف کیا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلمات کی تصدیق کی۔

یہ کلمات کس نوعیت کے تھے؟

یہ کلمات دینی اور شرعی بھی تھے

انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی تصدیق کی

دوسری چیز جس کی انہوں نے تصدیق کی وہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں تھیں

حقیقت یہ ہے کہ جس اعلیٰ ترین مقام پر سیدہ مریم علیہا السلام پہنچی تھیں وہ مقام محض اللہ تعالیٰ کی عبادت کی وجہ سے نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب یہ بتاتی ہے کہ سیدہ مریم علیہا السلام پہلی کتابوں کا علم رکھتی تھیں۔ سیدہ مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کے کلمات کی تصدیق کرتی تھیں یعنی اللہ تعالیٰ کا طریقہ کار خوب اچھے طریقے سے سمجھتی تھیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک شعوری تعلق رکھتی تھیں۔

کتابوں کی تصدیق جس ذریعے سے ہوتی ہے وہ علم ہے

علم کے بغیر تصدیق ممکن نہیں ہے

حق ہے ہر عورت کا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا علم حاصل کرے

کیونکہ اسی علم کے ساتھ وہ رب کے لیے آزاد بھی ہو سکتی ہے

اور اپنی عزت کی حفاظت بھی کر سکتی ہے

اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو جہان بھر کی عورتوں کے لیے، جہان بھر کی بیٹیوں کے لیے مثال بنا دیا۔ اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا علم حاصل کرنا صرف مردوں کی ذمہ داری نہیں ہے عورتوں پر بھی اسی طرح سے واجب ہے جیسے مردوں پر ہے، اور اس کا حیا کی حفاظت کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

تیسری خصوصیت رب العزت نے بیان کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنا اچھا بنایا تھا کہ ان کے اندر قنوت کی صفت تھی۔ ان کا دل جھکا ہوا، بچھا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے خلاف ان کے اندر سے ردعمل نہیں اٹھتا تھا۔

آج کی بیٹی ضرور دیکھے کہ صبح فجر کے وقت اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟
نماز کے لیے دل کی حاضری کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟

سیدہ مریم علیہا السلام کے دل کے اندر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جو محبت تھی اس کا اظہار خود قرآن مجید میں ہمیں ملتا ہے۔ سارے جہان کی عورتوں سے ان کی صورت حال مختلف تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہیکل کے لیے منتخب کیا تھا۔ عبادت گاہ میں رہنا ایک اعزاز کی بات ہے اور اللہ پاک نے جہان والوں کے لیے اسے مثال بنا دیا۔

سیدہ مریم علیہا السلام کی زندگی سے ہمیں یہ مثال ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کو عبادت گاہ کے اندر پلنے اور پرورش پانے کا موقع دیا اور اسی عبادت گاہ کے اندر ان کی تربیت کی۔ پھر ان کی زندگی کے جو دن گزرے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو نہ عبادت کے حق سے محروم کیا، نہ وحی کے علم کے حق سے محروم کیا، نہ عمل کرنے کے حق سے محروم کیا، نہ رب کی بات پہنچانے کے حق سے محروم کیا۔ پھر اللہ پاک نے بن باپ کے بچے کی ماں بنا کر اپنی قدرت کی نشانی کے لئے انہیں منتخب کیا۔ کیسے سیدہ مریم علیہا السلام

اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے جھک گئیں۔ وہ مستقل مزاجی سے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا ہوتی تھیں، یہ ان کے عمل کا کمال ہے۔

اللہ پاک نے ہمیں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے بارے میں یہ بھی بتایا کہ ان کی ماں صدیقہ تھیں۔ (المائدہ:75)

صدیقیت دو چیزوں سے نصیب ہوتی ہے: علم کے کمال سے اور عمل کے کمال سے۔

سیدہ مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر کتنا یقین تھا۔ سیدنا زکریا علیہ السلام نے جب ان سے یہ پوچھا کہ تیرے پاس یہ بے موسم کے پھل کہاں سے آئے؟ تو وہ جواب دیتی تھیں

﴿هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہیں''

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کا انتظام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پاک باز بیٹی کو کیسے کیسے پھل کھلائے، کس طرح سے زمانے بھر کی چیزیں اس بیٹی تک پہنچائیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت والی خواتین میں سب سے افضل یہ چار ہیں: خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا، فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا، مریم بنت عمران علیہا السلام اور فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم۔'' (صحیحہ 1508)(مسند احمد 1:293)

یعنی چار سردار خواتین ہیں جو جنت میں عورتوں کی لیڈر رہوں گی۔

سیدہ مریم علیہا السلام کے کردار سے ہمیں جو باتیں ملیں وہ یہ ہیں

1۔ انہوں نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی۔ تو ایک بیٹی سے جو چیز مطلوب ہے وہ عزت کی حفاظت ہے۔

2۔ وہ اپنے رب کے کلمات کی تصدیق کرتی تھیں۔ تو یہ دین کی حفاظت ہے۔

3۔ سیدہ مریم علیہا السلام کے حوالے سے ان کا قنوت اور عمل کا کمال ہے، یہ ان کی پوری زندگی کی تصویر ہے کہ وہ عملی طور پر اپنے اخلاق، اپنے معاملات کے اعتبار سے کمال درجے

پر فائز تھیں ۔ اسی لیے وہ خواتین جنت کی سردار بنیں ۔ وہ ساری دنیا کی خواتین کے لیے مثال ہیں ۔ اللہ پاک نے انہیں کتنے بڑے رتبے سے سرفراز فرمایا۔

آج بھی جو عورت آزادی کا خواب دیکھتی ہے

اسے جان لینا چاہیے

یہ حقیقی آزادی ہے

جو آزادی سیدہ مریم علیہا السلام کو ملی

اپنے رب کے لیے آزاد ہونا

آج بھی کوئی روک رکاوٹ نہیں ہے

جب نبی ﷺ آئے تو آپ ﷺ نے علم اور عبادت کو یکجا کر دیا۔ مسجد میں عبادت بھی ہوتی تھی اور مسجد میں قرآن حکیم اور حدیث رسول ﷺ کی تعلیم بھی دی جاتی تھی ۔

اس اعتبار سے ایک عورت کا حق ہے کہ وہ دینی تعلیم کے اداروں میں جائے ان کی خدمت کرے، ان کے لیے اپنی زندگی کا وقت لگائے

اور سب کو جان لینا چاہیے کہ اس آزادی کو سلب کرنے کا حق کسی کا نہیں ہے

یہ رب کی طرف سے ملی ہوئی آزادی ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں یہ آزادی نصیب فرمائے

اور اس آزادی کو حاصل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حیا، اپنی عزت کی، دین کی حفاظت کرنے اور عمل کے کمال تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مہر و وفا کو شناخت بنانا میرا حق ہے

کون سی عورت ہے جہاں میں جو

یہ کہے کہ میں وفادار نہیں ہوں۔ ہاں یہ وفا ہی تو ہے، شوہر کا گھر سنبھالنا، اولاد کو سنبھالنا۔ ایک وہ عورت ہے جو گھر داری کرتی ہے اس کی توصبحیں، شامیں، اپنے شوہر کے گرد، اپنی اولاد کے گرد گھومتی ہیں پھر آخر اس کی وفا میں کوئی کیسے شبہ کر سکتا ہے؟

تو ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ

ایک عورت اپنے شوہر کے عیب چھپا لے، کیا واقعی یہ وفا ہے؟

ایک عورت اپنے شوہر کے عیبوں کو دور کرنے کی کوشش نہ کرے، کیا واقعی یہ وفا ہے؟ کوئی شوہر سود کھائے اور عورت اسے ارد گرد والوں سے چھپا لے، کیا یہی وفا کا تقاضا ہے؟

کوئی شرابی کی بیوی ہو اور اپنے شوہر کے اس عمل کو دوسروں سے چھپا لے، کیا یہی واقعی وفا ہے؟

اگر کسی کا شوہر نماز ادا نہیں کرتا اور دوسروں کی نظر میں اس کی عزت بچانے کے لیے ایک بیوی اپنے شوہر کی ایک ایک بات کو چھپاتی چلی جائے

کیا واقعی یہی وفا ہے؟

اور دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾

''وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم اُن کے لیے لباس ہو۔'' (البقرۃ:187)

عورت اگر پردہ داری رکھے تو کیا یہ پردہ داری اس کا فرض نہیں ہے؟ بات یہ ہے کہ یہ پردہ داری کس مقصد کے لیے ہے؟ ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے۔ یہ گھر والوں کے عیوب چھپانا اگر اس مقصد کے لیے ہو کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نظروں میں اس کا مقام خراب ہوگا اور اگر اس مقصد کے لیے ہو کہ دوسروں کی نظروں میں اس کا مقام برقرار رہے تو بظاہر تو یہ بڑا اچھا مقصد لگتا ہے لیکن پھر وہ کون ہوگا جو نیکی کی تلقین کرے؟

دیکھیں شوہر اور بیوی کے درمیان اگر شوہر کا شراب پینا کبھی جھگڑے کا باعث ہی نہ بنے؟

شوہر کا سود کھانا کبھی جھگڑے کا باعث ہی نہ بنے؟

شوہر کا حرام کھانا، حرام کمانا کبھی جھگڑے کا باعث ہی نہ بنے؟

شوہر کا ذخیرہ اندوزی کرنا کبھی جھگڑے کا باعث نہ بنے؟

تو کیا یہ وفا ہے؟

شوہر ملاوٹ کرے سکون ہے، کما کر لائے کہیں سے بھی لائے بیوی یہ سوچے گی میرے لیے اور میرے بچوں کے لیے تو شوہر سب کچھ کماتا ہے، محنت کرتا ہے اور وہ زیادہ کچھ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ہماری خاطر ہی تو کرتا ہے تو کیا یہ وفا ہے؟ اگر ایک بیوی یہ سوچتی ہے کہ مجھے تو مال چاہیے اور میرا شوہر مجھے مال کما کر دے رہا ہے چاہے جائز ہو یا ناجائز تو میں اس کی پردہ داری کروں گی تو سچی بات ہے کہ یہ وفا نہیں ہے۔

یہ سب سے بڑی بے وفائی ہے

یہ آگ کا سودا ہے

آپ یہ بتایئے اگر کسی کے گھر میں آگ لگ جائے تو آگ لگنے کو کوئی چھپاتا ہے؟

اس کی پردہ داری کرتا ہے؟ اس کے لیے تو فوراً فائر بریگیڈ تک خبر پہنچتی ہے اپنی جانب سے بھی پوری کوشش ہوتی ہے اور ہمسائے اور ارد گرد والے بھی مل کر کوشش کرتے ہیں کہ آگ بجھائی جائے۔ تو وہ آگ جس کی لپٹیں ہمارے گھروں کو اپنے گھیرے میں لے چکیں اس آگ کو کیسے بجھایا جا سکتا ہے؟

کون ہے جو اس آگ کو بجھائے گا؟

اس آگ کو بجھانے کے لیے پہلی بات تو یہ ہے

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَالِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ﴾

"جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو مٹا دے اپنے ہاتھ سے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے سہی (دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بیزار رہو) یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے۔"

(مسلم:177)

آپ یہ بتائیے کہ گھریلو زندگی میں اگر بچہ کوئی جرم کرے، شوہر کوئی جرم کرے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا چھوٹا یا بڑا کام کرے اور عورت صرف پردے ڈالتی رہے، اپنے اہل خاندان کی نظروں میں مقام بنائے رکھے، خواہ اللہ تعالیٰ کی نظروں میں اس کا کوئی مقام نہ ہو اور اللہ کی نظروں سے گرتے گرتے وہ سیدھا جہنم میں جا گرے،

یہ کیسی وفا ہے؟

کیا رب العزت نے نہیں فرمایا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

(التحریم:6)

ایک شوہر اگر با جماعت نماز ادا نہیں کرتا اور اگر ایک شوہر پانچ وقت کی نماز گھر میں بھی ادا نہیں کرتا اور بیوی اس کے بارے میں زبان کھولنے کے لیے تیار نہیں اور وہ یہ سمجھے کہ میں اس کی پردہ پوشی کر رہی ہوں تو یہ خطا ہے کیونکہ یہ فرائض میں کمی ہے۔ اگر عورت کا اپنا حق ختم ہوتا ہو، اگر عورت کو یہ پتہ چلے کہ میرا شوہر گھر نہیں آتا وہ کسی غیر عورت میں دلچسپی لیتا ہے تو عورت شور مچا دیتی ہے لیکن وہی مرد اگر اللہ تعالیٰ کے حق میں کمی کرتا ہے تو عورت پرواہ ہی نہیں کرتی۔ ہمارے معاشرے میں خرابی کا سبب عورت کی یہی بے وفائی ہی تو ہے۔

اور جانتے ہیں کہ عورت کس سے بے وفا ہو گئی؟

اپنے ہی شوہر سے

اصل میں اس کے پیچھے بھی جھانک کر دیکھیں تو یہ اپنے رب سے بے وفائی ہے۔

کیا ایک عورت کا اپنے شوہر سے وفا کرنا یہی ہے کہ وہ اپنے دین کی کوئی ذمہ داری پوری نہ کرے اور یہ کہہ کر بری الذمہ ہو جائے کہ میرا شوہر نہیں چاہتا کہ میں دین کی کوئی ذمہ داری پوری کروں؟ **کیا یہی وفا ہے** کہ ایک عورت جاب کے لیے اپنے گھر سے نکل سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کے سارے کاموں کے لیے گھر سے نکل سکتی ہے اور جس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے نکلے، نیکی کی مجلس کے لیے نکلے، دین کو سیکھنے کے لیے نکلے یا مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے نکلے تو شوہر ردِ عمل کا اظہار کر دے؟ کیا یہی موقع ہے جس پر شوہر کسی ردِ عمل کا اظہار کرے؟ اور کیا یہی وہ موقع ہے جس پر ایک بیوی بھی سمجھوتہ کر جائے کہ میرے شوہر یہ نہیں چاہتے؟

کیا ایک عورت کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے؟
کیا اس کے رسول نے اس کو حکم دیا ہے کہ
اپنے شوہر کے ساتھ ایسی وفا کرے جس کی وجہ سے وہ عورت بھی اور وہ شوہر بھی
اللہ تعالیٰ سے بے وفائی کر جائیں؟

لوگو! سب سے پہلے رب کی وفاداری ہے
جو اپنے رب کا وفادار نہیں وہ کسی کا بھی وفادار نہیں
وہ کسی رشتے میں وفا کر ہی نہیں سکتا

جہاں تک ایک بیوی اور شوہر کے تعلق کی بات ہے تو ایک شوہر اگر اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے تو ایک بیوی اسے چھپائے گی نہیں۔ اگر ایک بیوی اپنے ذاتی جھگڑے کو جو اس کے اور اس کے شوہر کے درمیان ہے اور اپنے شخصی حق کی کمی کو پنچائیت میں لے جانے کی پابند ہے اور بیوی کا نباہ نہیں ہوتا اور شوہر اس جھگڑے کو خاندانی پنچائیت میں لے جانا چاہتا ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے تو اس بات کو خاندانی پنچائیت میں نہیں لے جانا چاہیے؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک مسلمان عورت کا تعلق ایک بے نمازی سے قائم رہ جائے جب کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے

”جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے تو اس پر سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا ذمہ پناہ ختم ہو گیا۔“ (ابن ماجہ:4034)

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہمارے اور منافقین کے درمیان نماز کا معاہدہ ہے تو جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔“ (ترمذی:2621) یعنی ایسا شخص اسلام کے معاہدے میں نہیں رہتا۔

یہ کیسی وفا ہے کہ ایک عورت خود نمازی ہو لیکن اپنے شوہر کی نماز کی پرواہ نہ کرے؟

یہ کیسی وفا ہے جس میں شوہر کی ہمیشہ کی کامیابی کی کوئی فکر ہی نہیں ہے؟

وفا تو یہ ہے کہ شوہر کو اللہ تعالیٰ کا وفادار بننے میں بیوی مدد دے، اگر وہ نمازی نہیں ہے تو اس کی نمازوں کو بہتر بنانے میں مدد کرے، اس کے باجماعت نمازی بننے میں اس کی مدد کرے، اس کو رشتے نبھانے میں مدد دے، اس کو معاشی طور پر بھی کسی کفالت کی ضرورت ہو یا وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو وہاں پر بھی اس کی مدد کر سکتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری عورت پر نہیں ڈالی لیکن وفا کا تقاضا یہی ہے کہ کسی مرد کے حالات اگر اچھے نہیں ہیں تو بیوی اس کی مدد کرے۔

دو خواتین نبی ﷺ کے پاس آئی تھیں، دونوں کا نام زینب تھا۔ دونوں اپنے شوہروں کے لیے خرچ کرتی تھیں۔ انہوں نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ ہم اپنے شوہروں پر خرچ کریں گی تو کیا اس کا اجر ملے گا؟

آپ نے فرمایا ﷺ: انہیں دوہرا اجر ملے گا ایک قرابت داری کا خیال رکھنے کا اور دوسرا صدقہ دینے کا۔ (بخاری:1466)

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے مال کمانے والی، مال رکھنے والی عورت کو یہ حق دیا ہے حتیٰ کہ مال شوہر کی طرف سے بھی ملے کہ اس کے مال پر اس کا حق ہے، اگر وہ خرچ کرنا چاہے تو کر سکتی ہے نہ کرنا چاہے تو نہ کرے لیکن بات تو ہے وفا کی۔ اگر کوئی وفا کرنا چاہے تو اس کے لیے راستہ کھلا ہے۔

تو ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ایک عورت مہر و وفا کو اپنی شناخت کیسے بنا سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ جب نکاح کے موقع پر خطبہ دیا کرتے تھے تو ان آیات کی تلاوت کرتے تھے:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ

مُّسْلِمُوْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اسی حال میں کہ تم مسلمان ہو۔''

(آل عمران:102)

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور اس نے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری (کو بگاڑنے) سے بھی ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورا نگہبان ہے۔ (النساء:1)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٧٠﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور سیدھی بات کہو۔ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً اُس نے کامیابی حاصل کر لی۔ (الاحزاب:71,70) (نسائی:1405)

تینوں آیات سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اس رشتے میں وفا کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔ خوشی

کی مجلس کی بات دراصل قیمتی ہیرا ہے جسے زندگیوں میں سجانے کی ضرورت ہے۔

یہ تقویٰ کیا ہے؟

امام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہما نے جو تقویٰ کی وضاحت کی وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے نافرمانی کے کاموں سے بچنا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تقویٰ ایک عورت کو اپنے شوہر کے لیے وفا شعار بننے میں کتنی مدد کرتا ہے اور ایک مرد کو اپنے بیوی کے لیے مہربان بننے میں کتنی مدد کرتا ہے اور کیسے؟

بات یہ ہے کہ شوہر اور بیوی کا تعلق اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے محبت کا رشتہ بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی دلوں کے اندر رحمت پیدا کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم اُن سے سکون حاصل کر سکو اور اُس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی، بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔ (الروم:21)

اللہ پاک نے اس رشتے کو سکون کا باعث بنایا۔ اس رشتے سے یہ سکون کیسے حاصل ہوتا ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! ہم میں سے کوئی شخص اپنے بدن سے اپنی شہوت نکالتا ہے (یعنی اپنی بیوی سے تعلق قائم کرتا ہے) تو کیا اس میں ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیوں نہیں دیکھو تم اگر اسے حرام میں صرف کر لو تو گناہ ہوا کہ

نہیں؟اسی طرح جب حلال میں صرف کرتا ہے تو ثواب ہوتا ہے۔'' (مسلم:2399)

یعنی شوہر اور بیوی کے درمیان جھگڑے کی جو بنیادی وجہ ہے شوہر کا کسی دوسرے میں دلچسپی لینا جس کی وجہ سے بیوی بے وفائی برداشت نہیں کرتی اور خود بھی وفا کا دامن چھوڑ دیتی ہے۔وہ تعلق جو شوہر اور بیوی سمجھتے ہیں کہ خالصتاً ہماری ضرورت ہے اس رشتے میں اگر رب کا تعلق نہ رکھا جائے تو یہ رشتہ نہیں نبھایا جا سکتا، یہ رشتہ کبھی سکون والا نہیں بن سکتا، اس رشتے سے وفا اٹھ جاتی ہے۔

یہ رشتہ، وفا کا رشتہ ہے

مہرووفا عورت کی شناخت ہے

تاریخ کی عظیم بیوی کا تذکرہ کرنا چاہتی ہوں

رسول اللہ ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی، آپ غار حرا میں تھے۔آپ بہت گھبرائے ہوئے تھے، جب گھر آئے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ﴾

مجھے کچھ اوڑھا دو، مجھے کچھ اوڑھا دو۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر کوئی سوال نہیں کیا، چادر اوڑھا دی۔اس موقع پر کوئی اور عورت ہوتی جس کا شوہر اس کو اور اس کے بچوں کو چھوڑ کر ویرانے میں چلا گیا ہوتا ایسے کہ نہ گھر کی پرواہ ہوتی، نہ گھر کے ساز وسامان کی کوئی فکر ہوتی تو شوہر اگر سامنے آتا تو بیوی کیا کہتی؟ ایسے موقع پر کیا فوری طور پر بیوی یہ کہنے والی نہ ہوتی کہ کتنی بار کہا تھا کہ ایسی جگہ پر نہ جاؤ اور یہ کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر جاؤ گے تو ایسا ہی ہوگا۔آپ اس عظیم عورت کو دیکھیں، وہ ان سب چیزوں سے ماوراء تھی۔

آج اگر ہم دیکھنا چاہیں تو وہ کون سی عورت ہے جس کا شوہر گھر بار کو چھوڑ کر غار میں جا

کر بیٹھ جائے تو اس کی بیوی کھانا پہنچانے کے لیے فکر مند ہو؟

یہ وفا ہے اور نیکی کے کاموں میں تعاون ہے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کس طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کا احساس کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس موقع پر آرام کرنے دیا۔

کیا بات ہے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفا کی!

اس وقت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک بلند کردار خاتون کی شخصیت کی صورت میں سامنے آئیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ بیٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ﴾

''مجھے میری جان کا ڈر ہے۔'' اس موقع پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، یتیموں، مسکینوں اور ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ان کو کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، پریشان لوگوں کی پریشانی میں کام آتے ہیں۔ (بخاری:3)

کیسی خصوصیت تھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی!

کن باتوں کو Appreciate کیا!

رشتے داری کو جوڑنے کو

مہمان نوازی کرنے کو

آج کسی مرد کے مہمان زیادہ آتے ہوں تو اس کی بیوی ہر جگہ پھونکیں مارتی نظر آتی ہے، جگہ جگہ بیٹھ کر بات کرتی ہے کہ میں بہت تنگ ہوں، مشقت میں ہوں حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمان کی عزت کرنا چاہیئے۔'' (بخاری:6135)

مہمان کی عزت کرنا بنیادی اخلاق میں سے ہے۔سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسی پر Appreciate کیا تھا۔پھر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کیسے نبی ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں۔حقیقت یہ ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی مشیر خاص تھیں۔انہیں سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا شرف حاصل ہوا۔وہ اپنے شوہر کے شانہ بشانہ ان کی حمایت میں کھڑی ہوئیں اور سوسائٹی کی جانب سے دی گئیں تمام تکالیف کو برداشت کیا۔

کیسے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس چیز پر ایمان رکھتی تھیں جو آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی تھی

کیسے وہ رسول اللہ ﷺ کا غم دور کرتی تھیں

آپ ﷺ سیدہ خدیجہ کے بہت قدردان تھے کیونکہ انہوں نے ہر مشکل میں آپ ﷺ کا ساتھ دیا

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا میں وفا نظر آتی ہے

یہ مہر و وفا عورت کی شناخت ہے

مہر و وفا عورت کا حق ہے

مہر و وفا یہی عورت کی کامیابی کی دلیل ہے

اگر عورت اپنے شوہر کے ساتھ وفا کرے تو اللہ تعالیٰ کیسے قدردانی کرتے ہیں

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تذکرے پر conscious ہو جاتے تھے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں

سے کسی پر مجھے اتنا رشک نہیں آیا جتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آیا، اور اگر میں ان کو پا لیتی تو میرا کیا حال ہوتا؟ اور اس کی وجہ محض یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کثرت سے یاد کرتے تھے، اگر آپ بکری بھی ذبح کرتے تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو ہدیہ بھیجتے تھے۔ (ترمذی:3875)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، جیسے دنیا میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی عورت ہے ہی نہیں! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ وہ ایسی تھیں اور ایسی تھیں اور ان سے میری اولاد ہے۔ (بخاری:3818)

شوہر تو بیوی کی زندگی میں اس کی دوستوں کی اس طرح عزت نہیں کرتے

وفات کے بعد بھی کیسی وفا ہے!

ہاں یہ جواب وفا ہے!

ہاں یہ ہمارا سچا دین ہے

یہ عورت کا حقیقی رول ہے

عورت کو اسلام نے محترم بنایا ہے

عورت وفا کا پیکر بنے تو رب کو پسند آتی ہے

یہی وفا ایک بیوی کی شناخت ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی سمجھ بھی دے اور وفا کا حق ادا کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین

ماں تجھے سلام

ماں

ایک ایسا لفظ ہے جو زبان سے نکلتا ہے تو دل کے اندر تسکین اتر آتی ہے

ماں جو دکھوں کا مداوا ہے

ماں جو اخلاص کی انتہا ہے

ماں وہ ہے

جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے مثال دی

اللہ تعالیٰ ستر ماؤں سے بڑھ کر محبت کرنے والے ہیں

ماں کی محبت بے غرض، بے لوث محبت ہوتی ہے

دنیا میں جتنے کام ہیں ان میں سب سے عظیم کام ماں کے رتبے پر جانا ہے

ماں محنت کرتی ہے تو بچہ بلندیوں تک پہنچتا ہے

ہم تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھنا چاہیں تو ہمیں ایسی مائیں نظر آتی ہیں جنہوں نے ایسی محنت کی کہ بے ساختہ دل کہتا ہے:

ماں تجھے سلام!

ہاں ماں تجھے سلام!

ایک ماں ہی کی محنت کی وجہ سے سیدنا اسماعیلؑ اتنے بڑے رتبے تک پہنچے

وہ جو اللہ تعالیٰ کے نبی تھے، حلیم شخصیت تھے۔ انہوں نے ایسے ماحول میں پرورش پائی تھی کہ ان کا تو کوئی ہمسایہ نہیں تھا، ان کا کوئی رشتہ دار بھی نہیں تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی کے ابتدائی حصے میں کوئی جانور، کوئی پرندہ کوئی ذی روح نہیں دیکھا تھا۔ کھانے پینے کے لیے وہ کھجوریں جو سیدہ ہاجرہ کے پاس تھیں وہ تو شیر خوارگی کی عمر میں ہی ختم ہوگئیں۔ پانی جو مشک میں تھا وہ ختم ہوا تو اللہ پاک نے زم زم عطا کر دیا۔ پھر قبیلہ بنو جرہم کے لوگ جب اس علاقے میں آ کر آباد ہوئے تو یوں زندگی کا تسلسل آگے بڑھا۔

سیدنا اسماعیلؑ کی شخصیت کے پیچھے ان کی والدہ سیدہ ہاجرہؑ کی محنت نظر آتی ہے

ہاں اس ماں کے پاس وہ دولت تھی جو کسی دولت مند کے پاس نہیں ہوتی

وہ بہترین ماں توکل کرنے والی

وہ صبر کرنے والی ماں

وہ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو سمجھنے والی ماں

انہوں نے اپنے بیٹے کی ایسی تربیت کی

وہ باپ کا فرماں بردار بنا

اس نے رب کو تو پہچانا تھا

رب کا عبادت گزار تھا

اس کے ساتھ ساتھ والد کے مرتبے کو بھی پہچانا

باپ کے لیے مددگار بنا

نیکی کے کاموں میں تعاون کیا

تاریخ انسانی میں اگر یہ دیکھنا چاہیں

سب سے فرماں بردار کون سا بیٹا ہے

تو سرفہرست ہمیں سیدنا اسماعیل علیہ السلام ملتے ہیں

انہیں ایسی عظیم ماں ملی

جن سے انہوں نے توکل سیکھا

جن سے انہوں نے صبر سیکھا

جب ان کے والد نے انہیں کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں آپ کو ذبح کر رہا ہوں تو سیدنا اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے کہ نبی کا خواب جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

انہیں یہ علم کہاں سے ملا تھا؟

یہ علم دینے والی اللہ رب العزت کی ذات تھی

ان کی ماں کی محنت تھی

بیٹے کی مثبت سوچ کے پیچھے ان کی ماں کی مثبت سوچ تھی

سیدنا اسماعیل علیہ السلام اس موقع پر کتنے Positive تھے جب والد نے کہا کہ میں تمہیں خواب میں ذبح کر رہا تھا

یہ اسی ماں کا بیٹا ہے جس کو سیدنا ابراہیمؑ نے مکہ میں چھوڑا تھا تو انہوں نے پوچھا تھا، کیا اللہ کے حکم سے چھوڑے جا رہے ہو؟

اور ابراہیمؑ نے جب جواب میں سر ہلا دیا تو انہوں نے یہی جواب دیا تھا، سنہرے الفاظ ہیں: ''اللہ تعالیٰ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔'' (بخاری:3364)

یہ ماں کہتی ہے

اور اتنے برس بعد اس کا بیٹا بھی اپنے والد سے کہتا ہے:

﴿يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

''آپ کر ڈالئے جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے عنقریب ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے'' (الصافات:102)

اسماعیلؑ نے کہاں سے سیکھا تھا یہ صبر؟

ماں سے

ماں کا کردار ہے

ماں کی حکمت ہے

جو سیدنا اسماعیلؑ کی شخصیت میں نظر آتا ہے

سیدہ ہاجرہؓ نے جیسے صبر کیا تھا

جیسے توکل کیا تھا

اس کے بارے میں شیخ ابوبکر الجزائری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ھذ الحبیب محمد ﷺ یا محب میں لکھتے ہیں جس کا ترجمہ سیرت حبیب کے نام سے شائع ہوا ہے کہ

''جڑوں کی خوشبو شاخوں میں آ ہی جایا کرتی ہے۔''

وہ جڑ کون ہے؟

وہ جڑ ماں ہے جس کی خوشبو اولاد میں آتی ہے

ماں صبر کرنے والی ہو تو اولاد بھی صبر سیکھتی ہے

سیدنا اسماعیلؑ کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:

﴿اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾ ''بے شک وہ وعدے کا سچا تھا۔'' (مریم:54)

کہاں سے سیکھی وہ وعدے کی سچائی ؟

ماں سے

ایک ماں اپنے بچے کو تب ہی وعدے کا سچا بنانے کی کوشش کرتی ہے جب وہ خود وعدے کی سچی ہوتی ہے

ایک ماں کا اپنے بچے پر کتنا گہرا اثر ہوتا ہے

شخصیت پر کیسی چھاپ لگتی ہے

ماں فرماں بردار تو بیٹا فرماں بردار ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ماں کی صالحیت بیٹی کے اوپر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

سلام ہے اس ماں کو

جو اپنے رب سے امید رکھتی ہے

جو اپنے رب سے خوف رکھتی ہے

جو اپنے رب کی ڈالی ہوئی آزمائش پر صبر کرتی ہے

جس کا دل اپنے رب کے لیے خالص ہے

جو اپنے رب کی شکر گزار ہے

جو اپنے رب پر توکل کرتی ہے

جو اپنا محاسبہ کرتی ہے

جو حلال و حرام کی پابندی کرتی ہے۔

یہی خصوصیات تو اچھا انسان بننے کے لیے بچے میں بھی چاہئیں

یہ دل کی عبادات ہیں اور عمدہ انسانی خصوصیات ہیں جو محض لفظوں سے کوئی نہیں سیکھتا، عمل سے سیکھتا ہے۔

ماں کا عمل بچے کی شخصیت کو پروان چڑھاتا ہے۔

پھر آپ دیکھئے

ماں بچے کو اپنے رب کا تعلق سکھاتی ہے

اپنے رب کی عبادت سکھاتی ہے

ماں سچائی سکھاتی ہے

ماں صبر سکھاتی ہے

سیدنا عیسیٰ ؑ کی سچائی کے پیچھے دیکھیں تو ان کی ماں کی سچائی نظر آتی ہے

ماؤں کی چھاپ اولاد پر لگتی ہے

ماؤں کا کردار اولاد میں جھلکتا نظر آتا ہے

سیدہ مریم علیہا السلام کی صداقت کی گواہی اللہ رب العزت نے دی ہے

ان کا خمیر نیکی میں گندھا ہوا تھا

انہوں نے اپنی آنکھوں کی حفاظت کی

اپنی سماعتوں کی حفاظت کی

اپنے دل کی حفاظت کی

انہوں نے اپنے وقت کی حفاظت کی

اپنا وقت عبادت گزاری میں لگایا

ان ہی کے یہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جنم لیا

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے رب العزت نے ان کی ماں کی سچائی کی گواہی اس وقت دلوائی جب وہ ابھی گود میں تھے۔

سورہ المائدہ آیت 75 میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ﴾

''اور اس کی ماں صدیقہ ہے۔''

سچائی کا پیکر ہی اپنے بچے کو سچ سکھا سکتا ہے

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں سے بہت حسن سلوک کرنے والے تھے

یہ نیکی کا پھل ہے

نیکی اثر انداز ہوتی ہے

وہ اپنی ماں کے بہت خدمت گزار

بہت فرماں بردار تھے

ماں کی بہت ماننے والے تھے

اللہ تعالیٰ نے انہیں نشانی کے طور پر اپنے پاس رکھا ہے

جس دن عیسیٰ علیہ السلام فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے

ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوں گے

وہ آئیں گے تو صلیب کو توڑ ڈالیں گے

سچی ماں کا سچا بیٹا جھوٹ کو برداشت نہیں کرے گا

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ساری دنیا کو سچ پر لے آئیں گے

اللہ تعالیٰ نے ماں کی سچائی بیٹے کے اندر کیسے دکھائی ہے

سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی نرمی کے پیچھے ان کی ماں کی نرمی تھی

ماں بوڑھی ہے

اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا زکریا علیہ السلام کی بیوی ہے

انہوں نے اپنے بیٹے کی شخصیت کو کیسے پروان چڑھایا

یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر تو تھی ہی کہ وہ اپنے والدین کے فرماں بردار ہوں گے لیکن ان میں ایک خاص بات ان کی نرم دلی تھی۔

سیدنا یحییٰ علیہ السلام لوگوں کے لیے بے حد نرم دل تھے

وہ نرمی انہیں بوڑھے ماں باپ کی تربیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نصیب ہوئی

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کامیابی کے پیچھے ان کی والدہ کی ان تھک محنت تھی

بچے کی اسلامی خطوط پر تربیت کی

امام بخاری بچپن میں نابینا ہو گئے تو ماں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے بہت آہ زاری کی، وہ اللہ تعالیٰ کے آگے بہت زیادہ روتی تھیں۔ ایک رات ایسا ہوا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ان کے خواب میں آئے اور انہوں نے کہا کہ تمہارے بچے کی بصارت لوٹا دی گئی۔ جب اٹھیں تو انہوں نے دیکھا کہ بچہ ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس لیے دعا سے کبھی نہیں گھبرانا چاہئے۔

ماں تو سراپا دعا ہے

وہ اپنے بچوں کے بارے میں ہمیشہ دعا کرتی ہے

اور اسے دعا کرنی چاہیے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت کیسے کی

بچپن ہی سے انہیں علم حاصل کرنے کا شوق دلایا

ان کی ولادت 194ہجری میں ہوئی۔ گیارہ بارہ سال کی عمر میں حدیث کا پہلا سماع 205ہجری میں کیا۔ بچپن میں عبداللہ بن مبارک کی کتابیں زبانی یاد کر لیں اور اپنے شہر کے محدثین محمد بن سلام، محمد بن عبداللہ مسندی اور محمد بن یوسف سے حدیث کی روایت کی اور 70000 احادیث یاد کر لیں۔ سلیم بن مجاہد کا بیان ہے کہ ایک دن میں محمد بن سلام کی

مجلس میں تھوڑی سی دیر سے پہنچا۔انہوں نے کہا اگر تم پہلے آتے تو ایک بچے کو دیکھتے جو 70000 احادیث زبانی یاد کیے ہوئے ہے۔اس کے بعد میں نے محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ سے مل کر پوچھا کہ تم ہی کہتے ہو کہ مجھے ستر ہزار احادیث یاد ہیں؟انہوں نے کہا: ہاں بلکہ اس سے زیادہ۔(طبقات الشافعیہ الکبریٰ:2/218)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے یتیمی کی حالت میں نشوونما پائی اور 210 ہجری میں حدیث پڑھنے کے بعد اپنی ماں اور بہن کے ساتھ علمی سفر پر نکلے۔

(تذکرۃ الحفاظ:2/123)

یہ ہے ماں کا کردار

بچے کی تعلیم وتربیت کے لیے دور دراز کا سفر کراتی ہے

وہ بھی یتیمی کی حالت میں

ذرا سوچیں

آج ایسی مائیں کیوں کھو گئی ہیں؟

آج کی ماں اپنے بچے کو مٹی کا بیٹا تو بنانا چاہتی ہے

دنیا کا بیٹا تو بنانا چاہتی ہے

آج کی ماں اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے راستے پر کب چلانا چاہتی ہے؟

اللہ تعالیٰ ساری ماؤں کو اس کی سمجھ عطا فرمائے (آمین)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے توعلم کی یہ صورت حال تھی کہ لاکھوں احادیث یاد تھیں۔کسی حدیث کے راویوں کا سلسلہ وہ بھولتے نہیں تھے۔

امام بخاری کے دل میں جانے ماں نے حدیث کی محبت کیسے پیدا کی

انہوں نے جب اپنی صحیح کی احادیث لکھیں تو چاندنی رات میں روضہ رسول کے پاس

بیٹھ کر وہ باوضو ہو کر نوافل ادا کر کے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہوئے حدیث کو تحریر کرتے تھے۔ (تاریخ بغداد: 3/2۔ وابن خلکان: 28/2)

یہ محبت بچے کے دل میں بعد میں آئی ماں کے دل میں پہلے تھی

ماں خود محبت کرنے والی نہ ہو تو اولاد کو کیسے محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت منتقل کرے گی؟

ماں کو بدلنا ہوگا
ماں بدلے گی
تو بچے بھی بدل جائیں گے
ماں ایک عورت ہی تو ہے
عورت کی تبدیلی چاہیے

یہ سچ ہے کہ

بدلے گی عورت بدلے گا جہاں

ماں کا رول خاندان میں بڑی بنیادی اہمیت کا حامل ہے

کسی بھی معاشرے کا بنیادی یونٹ گھر ہے۔ جیسے جسم کا بنیادی یونٹ خلیہ (Cell) خراب ہو جاتا ہے تو کینسر ہو جاتا ہے اور متاثرہ حصہ خراب ہونا شروع ہو جاتا ہے اسی طرح گھر خراب ہونا شروع ہو جائے تو پورا معاشرہ گلنا سڑنا شروع ہو جاتا ہے۔

گھر سنوارنے والی اگر ماں ہے
اولاد سنوارنے والی اگر ماں ہے
تو برباد کرنے والی بھی تو ماں ہے
آج وہ کون ہے

جو اپنے بچوں کو رب کی محبت سکھاتا ہے
جو اپنے بچوں کے اخلاق آداب سنوارتا ہے؟
انسانوں کی مثال جانوروں سے مختلف ہے
انسان پولٹری فام میں پرورش نہیں پاتے
ہر انسان کی علیحدہ شخصیت ہے۔
اگر دنیا کے ہیروز کو دیکھنا چاہیں تو سب سے پہلے ماں کا نام سامنے آتا ہے
ہم سب کو مل کر اس معاشرے کی ماں کو سنوارنا ہے
ہمارے معاشرے میں رب سے سچی محبت کرنے والی ماں کھوگئی ہے
ہماری پچھلی نسلوں نے اپنی نئی نسلوں کو اپنے رب کا تعلق نہیں سکھایا
آج کی ماں نے اپنے بچوں کو رب کی محبت نہیں سکھائی

کل کی مائیں قابل رشک تھیں تو ان کی اولاد بھی قابل رشک تھی

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اپنی عظمت کے لیے اپنی ماں رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے رہین منت ہیں جنھوں نے ان کے اندر اچھے اخلاقی اوصاف کو پروان چڑھایا۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حکمت، فضیلت اور اخلاق حسنہ اپنی ماں فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا جیسی دانش مند عورت سے حاصل کیے۔ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ عرب کے سخاوت پسندوں کے سردار، نوجوانوں کے لیڈر تھے۔ بچپن میں ہی باپ کے سائے سے محروم ہوگئے۔ ان کی ماں سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے ان کی پرورش کی۔ وہ ان میں اعلیٰ خوبیاں اور اعلیٰ صفات پیدا کرنے کے لیے اپنے رب سے مدد مانگتی رہیں۔ وہ خود بھی اسلام کی عظیم خواتین میں سے ایک تھیں۔

سیدہ عالیہ بنت شریک جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ہیں۔ (جمہرۃ انساب العرب: 436) بڑی

عقل مند خاتون تھیں ۔انہوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم وتربیت پر بہت توجہ دی ۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی ماں سے کہا کہ میں دین کا علم حاصل کروں گا توانہوں نے کہا کہ آؤ میں تمہیں علماء کا لباس پہنا دوں ۔پھر مجھے اجلے کپڑے پہنائے ۔میرے سر پر سیاہ لمبی ٹوپی رکھی ،اس کے اوپر سیاہ عمامہ باندھا اور کہا: ربیعہ رائی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں جاؤ۔ان کے علم سے پہلے ان کے اخلاق وآداب سیکھو۔ایک اور روایت میں ہے کہ ماں نے کہا: اب جاؤ حدیث لکھو، پڑھو۔

اس وقت امام ربیعہ رائی رحمۃ اللہ علیہ کا حلقہ درس مسجد نبوی میں قائم ہوتا تھا اور مدینہ کے اعیان واشراف ان کے حلقہ میں جمع ہوتے تھے، وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے شیخ اوراستاد ہیں، والدہ کی نگاہ انتخاب ان پر پڑی، اورلڑکا ان کی مجلس سے امام اسلام بن کر اٹھا۔ (خواتین اسلام کی دینی وعلمی خدمات:76.75)

یہ ہے ماں کا کردار

سب کچھ ماں خود نہیں کرتی

ماں اپنی اولاد کو وہ علم سکھانے کے لیے اساتذہ کے پاس بھیجتی ہے جو انبیاء کی میراث ہے

اللہ تعالیٰ آج کی ماں کو بھی وہ علم سیکھنے اور اپنی اولاد کو اچھے اساتذہ تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ جو جلیل القدر تابعی تھے اور امام شافعی کے استاد تھے، ہم ان کو دیکھنا چاہیں تو ان کی والدہ نے ان سے کہا تھا:

پیارے بیٹے !تم علم حاصل کرو، میں کتائی کر کے تمہاری ضرورت پوری کروں گی، بیٹے !جب تم دس حدیث لکھ لو(پڑھ لو) تو اپنے بارے میں غور کرو اور دیکھو کہ چال چلن،

تحمل اور وقار میں اضافہ ہوا ہے یا نہیں؟ اگر یہ باتیں نہ دیکھو تو سمجھ لو کہ یہ علم تمہارے حق میں مضر ہے، نفع مند نہیں ہے۔ (تاریخ جرجان سہمی :449) والدہ کی خصوصی توجہ اور نصیحت کے مطابق امام ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے 78 سے زائد علماء سے حدیث کی روایت کی۔ ان کا شمار حکمائے حدیث میں ہوا اور اللہ تعالیٰ کی کثیر مخلوق نے ان سے دین کا علم سیکھا۔

سلام ہے ان ماؤں کو جنہوں نے اپنی اولاد کو بلند درجات تک پہنچایا

ماں کا رتبہ

ماں کا مقام

ماں کا کام عظیم ترین کام ہے۔

اس کام کو Undermine نہ کریں

اس معاشرے کی ماں کو چند روپوں کی خاطر اپنے بچوں کی تربیت سے محروم نہ کریں

ماں کا کام عظیم کام ہے۔

ماں تو عظیم ہے!

ماں تجھے سلام ہے!

قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کرنا میرا حق ہے

ہم سب جانتے ہیں علم روشنی ہے اور جاہلیت اندھیرا ہے

جب روشنی آجائے تو اندھیرا چلا جاتا ہے

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو علم کی روشنی سے منور کیا

آج ہر طرف تعلیم کا دور دورہ ہے۔ڈگری کسی کی ذات کے لیے اعزاز کا درجہ رکھتی ہے۔دنیا کے کتنے علوم ہیں جنہیں مرد اور عورت حاصل کر رہے ہیں۔کوئی شک نہیں علوم کی دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے،روزی کمانے کے لئے ضرورت ہے لیکن زندگی بسر کرنے کے لیے جس کی ضرورت ہے،روزی کے لیے جس کی ضرورت ہے اس کے لیے پوری پوری زندگی لگا دی جائے

دوسری جانب زندگی کے لیے جو علم آیا

زندگی کا علم

اللہ تعالیٰ کی وحی کا علم

محمد رسول اللہ ﷺ کا دیا ہوا علم

زندگی کے طور طریقوں کا علم

ہم کیسے سوچیں کیسے نہ سوچیں؟

ہماری فکر کیسی ہو؟

ہمیں کیا دیکھنا ہے کیا نہیں دیکھنا؟

کیا سننا ہے کیا نہیں سننا؟

کیا بولنا ہے کیا نہیں بولنا؟

کیا بات دل میں رکھنی ہے کیا نہیں رکھنی؟

ہمارے تعلقات کیسے ہوں؟

ہماری معاشرت، گھریلو زندگی، گھر سے باہر کی زندگی، ہمارا اخلاق، ہماری عادات، ہمارے معاملات، ہماری معیشت کیسی ہو؟

کیسے کمائیں کیسے خرچ کریں؟

ہمارے حقوق کیا ہیں؟

ہمارے فرائض کیا ہیں؟

ہمیں اپنے رب سے کیسے رشتہ رکھنا ہے؟

ہمیں اپنے رسول سے کیسے محبت کرنی ہے؟

ہمیں اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے دین کے مطابق کیسے عمل کرنا ہے؟

علم اور عمل کا راستہ، وحی الٰہی کا راستہ ہے

ہاں قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی ہے

رب العزت نے فرمایا

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (٣) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾

اور وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کہتا۔ وہ صرف ایک وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔ (سورۃ النجم: 4،3)

آپ ﷺ نے جو کہا جو کیا اور جہاں آپ نے خاموشی اختیار کی سب کچھ اللہ تعالیٰ

کی مرضی کے مطابق تھا۔ یہ حدیث بھی وحی ہے اور وحی کا علم ہمارے لیے ناگزیر ہے، یہی ہماری کامیابی کی ضمانت ہے۔ اسی علم سے ہمیں ایمان نصیب ہوتا ہے، یقین کے اعلیٰ درجے تک پہنچتے ہیں، اسی علم سے ہم عمل کرنے کے قابل ہوتے ہیں، عمل کی راہیں اسی علم سے روشن ہوتی ہیں اور یہی علم تو ہے جس کو بحیثیت مسلمان دوسروں تک پہنچانا ہمارا فرض ہے۔

اس وجہ سے اگر قرآن وسنت کا علم حاصل کرنا اگر مردوں کا حق ہے تو خواتین کا بھی حق ہے۔

اللہ پاک نے آدم عَلَیہِ السَّلام کو فرشتوں پر، دیگر ساری مخلوقات پر ترجیح دی وہ بھی علم ہی کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم عَلَیہِ السَّلام کو سارے نام سکھا دیئے پھر ان سے کہا کہ اب ان کے سامنے بیان کرو۔ اس وقت فرشتوں نے کہا تھا: پاک ہے تیری ذات ہمارے پاس کوئی علم نہیں مگر جو تو نے ہمیں سکھا دیا۔

آپ ﷺ کے پاس جو پہلی وحی آئی اس کا آغاز بھی علم ہی سے ہوا

آپ ﷺ پر وحی کے نزول کا آغاز کیسے ہوا؟

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتداء سونے کی حالت میں سچے خواب کے ذریعہ ہوئی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ جو خواب بھی دیکھتے تو وہ صبح کی روشنی کی طرح سامنے آجاتا اور نبی کریم ﷺ غار حرا میں چلے جاتے اور اس میں تنہا اللہ کی یاد کرتے تھے چند مقررہ دنوں کے لیے (یہاں آتے) اور ان دنوں کا توشہ بھی ساتھ لاتے۔ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس تشریف لے جاتے اور وہ پھر اتنا ہی توشہ آپ کے ساتھ کر دیتیں یہاں تک کہ حق آپ کے پاس اچانک آگیا اور آپ غار حرا ہی میں تھے۔ چنانچہ اس میں فرشتہ آپ کے پاس آیا اور کہا کہ پڑھیے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ آخر اس نے مجھے

پکڑ لیا اور زور سے دابا اور خوب دابا جس کی وجہ سے مجھ کو بہت تکلیف ہوئی ۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھیے آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں ۔ اس نے مجھے ایسا دابا کہ میں بے قابو ہو گیا یا انہوں نے اپنا زور ختم کر دیا اور پھر چھوڑ کر اس نے مجھ سے کہا کہ پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا ہے ۔ الفاظ "مَا لَمْ يَعْلَمْ" تک ۔ پھر جب آپ ﷺ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو آپ کے مونڈھوں کے گوشت (ڈر کے مارے) پھڑک رہے تھے ۔ جب گھر میں آپ ﷺ داخل ہوئے تو فرمایا کہ مجھے چادر اڑھا دو مجھے چادر اڑھا دو، چنانچہ آپ کو چادر اڑھا دی گئی اور جب آپ ﷺ کا خوف دور ہو گیا تو فرمایا کہ خدیجہ میرا حال کیا ہو گیا ہے؟ پھر آپ ﷺ نے اپنا سارا حال بیان کیا اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے ۔ لیکن خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی قسم ایسا ہر گز نہیں ہوسکتا، آپ خوش رہیے اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، بات سچی بولتے ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی وجہ سے پیش آنے والی مصیبتوں پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں ۔ (صحیح بخاری:6982)

ہاں یہ سچ ہے کردار کی بلندی کے ساتھ انسان کو رسوائی نہیں علم نصیب ہوتی ہے ۔ یہ علم ارادہ کرنے سے ضرور نصیب ہوگا مگر توفیق اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہوگی اسی کو تو ہدایت کہتے ہیں ۔ ہدایت کا مطلب ہے نفع مند علم اور عمل کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ ہدایت کوئی اور نہیں دے سکتا۔ توفیق کس کا اختیار ہے؟ اس لیے اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم سیکھنے کی رغبت پیدا ہو جائے، قرآن وسنت کا علم ہمارے لیے سب سے بڑی دولت ہے، ہماری زندگی کی اہم ضرورت ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور

رسولوں کو علم کے لیے مختص کیا۔ فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو علم رکھنے والے بچے اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو علم دیا تھا۔ یوسف علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيۡنٰهُ حُكۡمًا وَّعِلۡمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ﴾

اور جب وہ پختہ عمری کو پہنچا، ہم نے اسے بڑی قوتِ فیصلہ اور بڑا علم عطا کیا اور ہم نیکی کرنے والوں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔ (سورۃ یوسف:22)

یہی فضیلت یوسف نے اپنے بارے میں بیان کی

﴿قَالَ اجۡعَلۡنِىۡ عَلٰى خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّىۡ حَفِيۡظٌ عَلِيۡمٌ﴾

یوسف نے کہا: "مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کردیں یقیناً میں پوری طرح حفاظت کرنے والا، خوب جاننے والا ہوں۔" (سورۃ یوسف:55)

علم کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو کس مقام تک پہنچا دیا دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بھی علم دے کر ان پر کرم کیا۔

رب العزت نے فرمایا

﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسۡتَوٰٓى اٰتَيۡنٰهُ حُكۡمًا وَّعِلۡمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ﴾

اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچا اور پورا توانا ہو گیا تو ہم نے اُسے حکمت اور علم عطا کیا اور اسی طرح ہم نیک لوگوں کو جزا دیتے ہیں۔ (القصص:14)

علم اور حکمت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ اس کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ علم باپ اور بیٹے جو دونوں نبی تھے سیدنا داؤد علیہ السلام کو اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کو بھی دیا۔ دونوں کے بارے میں فرمایا:

﴿ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴾

تو ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا تھا اور داؤد علیہ السلام کے ساتھ ہم نے پہاڑوں کو اور پرندوں کو بھی مسخر کیا جو تسبیح کرتے تھے اور ہم کرنے ہی والے تھے۔ (الانبیاء:79)

علم اور حکمت انبیاء کو عطا کی جانے والی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ خاص بندوں کو علم وحکمت نصیب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی علم عطا فرمایا اور اس نعمت کی یاددہانی بھی کروائی۔

﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴾

جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابنِ مریم! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میرے انعام کو یاد کرو جب میں نے روحِ پاک سے تمہاری مدد کی، تم لوگوں سے ماں کی گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی کلام کرتے تھے اور جب میں نے تمہیں کتاب وحکمت اور تورات وانجیل کی تعلیم دی۔ (المائدہ:110)

جس سے پتہ چلتا ہے علم کا نصیب ہونا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے، حکمت کا نصیب ہونا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا خضر علیہ السلام کو بھی علم دیا تھا وہ ایسا علم تھا جو کسی اور کے پاس نہیں تھا۔ اسی فضیلت کی وجہ سے اولوالعزم پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر سیدنا موسیٰ علیہ السلام سفر کر کے ان کے پاس جا پہنچے۔

رب العزت نے فرمایا

﴿فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾

تو ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت عطا کی تھی اور جسے ہم نے اپنے پاس سے خاص علم دیا تھا۔ (الکہف:65)

اللہ تعالیٰ نے وہ خاص علم سیدنا خضر علیہ السلام کو سکھایا تھا، وہ علم سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس نہیں تھا اس لیے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام وہ علم سیکھنے ان کے پاس پہنچے تھے لیکن جب صبر نہ کر پائے تو سیدنا خضر علیہ السلام نے کہا کہ یقیناً تم میرے ساتھ رہنے پر صبر نہیں کر سکتے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ علم کے میدان میں صبر کرنے کی تو ضرورت ہے۔ رب العزت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ وارفع علم سکھایا۔ فرمایا

﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت کو نازل کیا اور آپ کو وہ سکھایا جو آپ جانتے نہیں تھے (النساء:113)

جس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا علم دیا گیا جس کے بارے میں آپ پہلے کچھ نہیں جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مربی ہیں، معلم ہیں، آپ ہی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری انسانیت کے لیے علم سکھایا۔

رب العزت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم میں اضافے کی دعا کرنے کا حکم بھی دیا

﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾

اور آپ دُعا کریں اے میرے رب! مجھے علم میں زیادہ کر۔ (طٰہٰ:114)

قرآن وسنت کا علم حاصل کرنا فرض ہے کیونکہ یہی علم ہے جو عقیدے اور عبادت کو صحیح کرتا ہے۔ دین کا علم، قرآن وسنت کا علم موت تک حاصل کرنا واجب ہے۔ جانتے

ہیں واجب کیا چیز ہوتی ہے؟ جس کو کبھی کوئی چھوڑ نہ سکے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔اور علم کو نااہلوں کے سامنے رکھنے والا ایسا ہے جیسے خنزیروں کو جواہرات، موتیوں اور سونے کا ہار پہنانے والا۔‘‘ (ابن ماجہ:224)

اللہ تعالیٰ نے اہل لوگوں کو علم سکھانے کا حکم دیا ہے۔جواہرات، موتی اور سونے کے ہار یعنی علم قدر و قیمت والا ہے۔قدر و قیمت والا علم بے قدروں کو نصیب نہیں ہوتا۔

یا اللہ! تو ہمیں یہ علم نصیب کر دے، تو ہمیں ایسے لوگوں میں شامل نہ کرنا جن کی کوئی قدر نہیں، جن کی آپ قدر نہیں کرتے۔

یا اللہ! ہم بے قدرے بن کر رہنا نہیں چاہتے۔الٰہی! تو ہمیں قرآن وسنت کا علم نصیب فرما دے۔

یہ ہمارا حق ہے کہ ہم اس علم کے لیے محنت کریں۔ بہترین علم، افضل ترین علم قرآن وسنت کا علم ہے۔تمام علوم میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم، اس کے اسماء وصفات کا علم بلند ترین ہے۔حقیقت میں ہماری تخلیق کا مقصد بھی یہی ہے اور کائنات کی تخلیق بھی اسی مقصد کے لیے ہوئی۔

رب العزت نے فرمایا

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ۬ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا﴾

اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی اُن ہی کی مثل۔اُن کے درمیان حکم اُترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر پوری

قدرت رکھنے والا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے علم میں یقیناً ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔

(الطلاق:12)

علم کا مرکز، علم کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ہر چیز اگر کسی کے علم میں آئی ہے تو اللہ تعالیٰ کے واسطے سے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علم سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔

''سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور اسے سکھلائے۔'' (صحیح بخاری:5027)

علم کی اہمیت کے پیش نظر تعلیم کو عام کرنے کے لیے رب العزت نے واضح پروگرام دیا۔

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾

اور یہ ممکن نہیں ہے کہ سارے کے سارے اہلِ ایمان ہی نکل جائیں، سو ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہیں نکلتے تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور تاکہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف واپس جائیں تاکہ وہ بچ جائیں۔ (التوبہ:122)

اللہ تعالیٰ کے کلام کی اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ علم کی اشاعت پہلا فرض ہے۔ نبی ﷺ نے اسی وجہ سے مسلمانوں کو علم کے حصول کی طرف توجہ دلائی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتا ہے اسے دین میں فہم وبصیرت عنایت کر دیتا ہے''۔ (ابن ماجہ:220)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، تو اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے''۔ (ترمذی:2645)

خوش نصیب ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ عطا فرمائی۔

اہل علم کے لیے رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ﴾

درحقیقت اللہ تعالیٰ کے بندوں میں صرف علم رکھنے والے ہی اُس سے ڈرتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔(فاطر:28)

یہ علم ہی ہے جس کی وجہ سے درجات کی بلندی ملتی ہے۔

﴿یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اُن کے درجے بلند کرے گا۔ اور جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُن سے بخوبی آگاہ ہے۔

(المجادلہ:11)

حقیقت یہ ہے کہ علم سربلندی کا راستہ ہے

سیدنا عامر بن واثلہ ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نافع بن عبدالحارث کی ملاقات عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مقام عسفان میں ہوئی، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو مکہ کا عامل بنا رکھا تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم کس کو اہل وادی (مکہ) پر اپنا نائب بنا کر آئے ہو؟ نافع نے کہا: میں نے ان پر اپنا نائب ابن ابزیٰ کو مقرر کیا ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ابن ابزیٰ کون ہے؟ نافع نے کہا: ہمارے غلاموں میں سے ایک ہیں، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے ان پر ایک غلام کو اپنا نائب مقرر کر دیا؟ نافع نے عرض کیا: ابن ابزیٰ کتاب اللہ (قرآن) کا قاری، مسائل میراث کا عالم اور قاضی ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر بات یوں ہے تو تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعہ بہت سی قوموں کو سربلند، اور بہت سی

قوموں کو پست کرتا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ:218)

حقیقت یہ ہے کہ علم انبیاء کا ورثہ ہے۔ یہ صرف مردوں کا حق نہیں ہے خواتین بھی اس پر پورا پورا حق رکھتی ہیں۔

کثیر بن قیس کہتے ہیں کہ میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ان کے پاس ایک شخص آیا اور ان سے کہنے لگا: اے ابوالدرداء! میں آپ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے شہر سے اس حدیث کے لیے آیا ہوں جس کے متعلق مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ اسے نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، میں آپ کے پاس کسی اور غرض سے نہیں آیا ہوں، اس پر ابوالدرداء نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "جو شخص طلب علم کے لیے راستہ طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے جنت کی راہ چلاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی بخشش کی دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ مچھلیاں پانی میں دعائیں کرتی ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہی ہے جیسے چودھویں رات کی تمام ستاروں پر، اور علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور نبیوں نے اپنا وارث درہم و دینار کا نہیں بنایا بلکہ علم کا وارث بنایا تو جس نے علم حاصل کیا اس نے ایک وافر حصہ لیا"۔ (ابوداؤد:3641)

وراثت نبوی ہو اور عورت اس کے لئے کوشاں نہ ہو کیسے ممکن ہے؟

سوچئے گا ضرور

ہم نے اپنا ورثہ کتنا لے لیا؟

اس ورثے کے لیے ہم کتنی کوشش کر رہے ہیں؟

اللہ تعالیٰ ہمیں یہ ورثہ نصیب فرمائے۔ آمین

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''حسد

صرف دو باتوں میں جائز ہے: ایک تو اس شخص کے بارے میں جسے اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہو اور وہ اس دولت کو راہِ حق میں خرچ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہو اور ایک اس شخص کے بارے میں جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت سے نوازا ہو اور وہ اس کے ذریعے سے فیصلہ کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس حکمت کی تعلیم دیتا ہو۔'' (صحیح بخاری:73)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم لوگ جنت کے باغیچوں کے پاس سے گزرو تو استفادہ کرلیا کرو۔'' کسی نے پوچھا: جنت کے باغیچوں سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجالس ذکر۔''

(سلسلہ احادیث صحیحہ:2982)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سرخ چادر پر ٹیک لگائے مسجد میں تشریف فرما تھے، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں حصول علم کے لیے آپ کے پاس آیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''طالب علم کو مرحبا، بے شک فرشتے طالب علم کو گھیر لیتے ہیں اور اس پر اپنے پروں سے سایہ کرتے ہیں اور (کثرت تعداد کی وجہ سے) ایک دوسرے پر سوار ہوتے ہوتے آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتے ہیں، کیونکہ وہ اس چیز سے محبت کرتے ہیں، جس کو طالب علم حاصل کر رہا ہوتا ہے۔ (سلسلہ احادیث صحیحہ:3397)

سبحان اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کے حصول کے لیے آنے والے کو کیسے خوش آمدید کہا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب آدمی فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل موقوف ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ کا، دوسرے اس علم کا جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور تیسرے

نیک بخت اولاد کا جو اس کے لئے دعا کرے۔" (مختصر صحیح مسلم:1001)

علم روشنی ہے، نور ہے اور صاحب علم ایک ایسا چراغ ہے جس کی روشنی میں لوگ اپنے دینی اور دنیاوی کام سرانجام دینے کے لئے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم مال سے بہتر ہے کیونکہ مال کی تمھیں نگہبانی کرنی پڑتی ہے مگر علم تمہارا نگہبان ہوتا ہے۔ مال خرچ کرنے سے کم ہوجاتا ہے مگر علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ علم حاکم ہے اور مال محکوم۔ مال دار چل بسے لیکن علم والے زندہ ہیں۔ رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے بے شک ان کے جسم مٹ گئے مگر ان کے کارنامے مٹنے والے نہیں ہیں۔ (العلم والعلماء)

بات ہے قرآن وسنت کے علم کی، حق ہے مردوں کا بھی، بچوں کا بھی، بوڑھوں کا بھی، علم سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے۔

امام زہری کہتے ہیں کہ یہی طریقہ ہے جس سے اللہ کی عبادت بھی ممکن ہے۔

جستجو تھی کل کے لوگوں کو
دور دراز کے سفر کریں
اور علم حاصل کریں
یا اللہ! ہمیں بھی وہ ذوقِ علم نصیب فرمادے

یا اللہ! ہمیں بھی علم کی ایسی رغبت اور شوق عطا فرمادے کہ ہم اس دنیا میں علم کے مطابق اپنی عبادت کو، اپنے اعمال کو درست کرسکیں

اور یہ علمی خزانہ دوسروں تک پہنچانے کے قابل ہوسکیں، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جنت میں گھر بنانا میرا حق ہے

گھر بنانا انسان کی خواہشات میں سے،ضروریات میں سے بڑی ضرورت ہے۔گھر کی زندگی اور خوبصورت زندگی انسان کی تمناؤں میں سے ہے۔بے مثال لازوال زندگی کی خواہش ہی نے تو انسان سے پہلی بار غلطی کروائی تھی پھر تبھی تو انسان با کمال زندگی سے اس دنیا کی طرف بھیج دیا گیا اسی لئے تو انسان کو ہر خطا، ہر غلطی guilt میں مبتلا کر دیتی ہے اور اس کا جی چاہتا ہے وہاں چلے جائیں جہاں کبھی کوئی خطا نہ ہو،کبھی کسی غلطی کا احتمال نہ ہو۔ quality کو زندگی تو یہی ہے کہ انسان کو نہ حسرت ہو نہ پچھتاوا ہو۔انسان تلاش میں ہے ایک ایسے جہان کی، ایک ایسے مقام کی، ایک ایسی پناہ کی جہاں اس سے کوئی غلطی نہ ہو اسی تلاش میں غلطیوں پر غلطیاں ہوتی چلی جاتی ہیں اور بے قراری بڑھتی چلی جاتی ہے۔ انسان کی شدید خواہشات میں سے ہے ایک ایسی زندگی جس کو کبھی فنا کا دھڑکا نہ ہو۔ ہر دم آنے والی موت کے دھڑکے میں جینے والے انسان کی خواہش تو دیکھو اسی جہانسے میں آ کر کل آدمؑ اور سیدا حوا سے غلطی ہو گئی تھی۔ فانی ہو کر باقی رہنے کے خواب دیکھنے والے کو رب چونکا دیتا ہے

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾

’’زمین پر موجود ہر شے فانی ہے۔‘‘ (الرحمن:26)

انسان کی شدید خواہشات میں سے ہے کہ اس کی قوتوں میں کمی نہ آئے۔اس کا شعور

ایسے کمال تک پہنچے جہاں اسے کبھی زوال نہ آئے۔ اور رب اسے حقیقت کا ایسا چہرہ دکھاتا ہے جو اسے کرچی کرچی کر کے رکھ دیتا ہے۔

﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۖ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ﴾

''اور جس شخص کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں، ہم اُسے ساخت میں اُلٹ دیتے ہیں۔ کیا پھر بھی وہ عقل نہیں رکھتے؟'' (یس:68)

انسان اپنی تخلیق کے اعتبار سے جنتی مخلوق ہے مگر موت سے پہلے اسے ایسی دنیا میں رہنا پڑتا ہے جو جنت نہیں ہے۔جس انسان کو یہ سمجھ آجاتی ہے وہ پکار اٹھتا ہے وہ عمدہ طریقہ سے ادراک کر لیتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ میرا یہ وجود تو جنت کے لئے design کیا گیا تھا مگر مجبور ہے کہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے جنت میں رہ نہیں سکتا۔ بات یہ ہے یہ جو ہمارا دماغ ہے یہ تو رب العزت نے اس لئے بنایا تھا کہ وہ جنتی ماحول میں رہ کر سوچے لیکن سوچنے والے کے لئے یہی دنیا تو ہے جو جنت نہیں ہے پھر وہ کیسے سوچ کے خواب بنے، کیسے وہ سوچ کا سفر آگے بڑھائے۔

آنکھیں تو رب العزت نے اس لئے عطا کی تھیں کہ جنتی مناظر دیکھیں، کان اس لئے دیئے تھے کہ جنتی آوازوں کو سنیں لیکن انسان کتنا مجبور ہے وہ جنت جیسے مناظر دنیا میں کہیں کہیں دیکھتا بھی ہے عارضی طور پر۔اور پھر آپ دیکھئے کہ انسان کو لذت حاصل کرنے کے لئے حس بھی تو ایسی چاہئے کہ کہیں وہ بور نہ ہو جائے۔ یہاں وہ جنتی مناظر نہیں ہیں، یہاں وہ جنتی آوازیں بھی نہیں ہیں۔ اللہ پاک نے ہمیں تو ایسا بنایا تھا کہ ہم جنت کی ہواؤں میں سانس لیں pure air ایسی ہوا جس میں کوئی آمیزش نہ ہو۔لیکن آج ہم کیسی ہواؤں میں سانس لینے کے لئے مجبور ہیں۔ اللہ پاک نے ہمیں جو نظام ہضم عطا کیا وہ جنتی غذاؤں کے لئے تھا لیکن آج یہاں ایسی کوئی غذا موجود نہیں ہے۔ یہ پاؤں تو جنت کے باغوں کے لئے

بنے تھے لیکن ہم دنیا کے جنگلوں میں، صحراؤں میں چلتے ہیں۔ کتنی سچی بات ہے جو نبی ﷺ نے ارشاد فرمائی:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دنیا قید خانہ ہے مومن کے لیے اور جنت ہے کافر کے لیے۔" (صحیح مسلم: 7417)

جس انسان کو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ وہ دنیا کے لئے نہیں جنت کے لئے بنایا گیا وہ اپنے گھر کی تلاش میں لگ جاتا ہے جنت کے گھر کی تلاش میں کیونکہ وہاں انسان کو fulfilment تسکین حاصل ہوسکتی ہے اور دنیا میں کوئی مقام ایسا نہیں جہاں انسان کو تسکین مل جائے۔ وقتی تسکین کس قدر جلد ہم سے کھو جاتی ہے۔ جنت سے دنیا میں آنے والا انسان جہاں رہتا وہاں اس کی خواہشات ہیں اور اس کی شدید خواہشات میں سے ملکیت کی خواہش ہے۔ وہ رشتوں کو اپنا بنانا چاہتا ہے، وہ اشیاء کو اپنا بنانا چاہتا ہے، وہ اپنا گھر بنانا چاہتا ہے، بزنس کرنا چاہتا ہے، اپنی ضرورت کی ہر چیز کو اپنی ملکیت، اپنے اختیار میں رکھنا چاہتا ہے۔ لباس، خوراک، رہائش، گاڑی، سواری، گھر کے اندر کی سجاوٹ، گھر کے باہر کی سجاوٹ وہ چاہتا ہے ہر چیز بہترین ہو، ہر چیز میری ہو، ہر چیز پر میرا اختیار ہو۔ میں جو چاہوں پالوں یہ اس کے خواب ہیں اور جہانوں کا بادشاہ اسے احساس دلاتا ہے۔

﴿مَتَاعٌ قَلِيلٌ﴾

"یہ بہت ہی تھوڑا فائدہ ہے۔" (سورۃ آل عمران: 197)

جیسا کہ اس نے فرمایا:

﴿ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ﴾

"چھوڑو انہیں، کھائیں اور فائدے اُٹھائیں اور اُمیدیں انہیں غفلت میں رکھیں۔ سو جلد ہی وہ جان لیں گے۔" (الحجر: 3)

اور اس نے فرمایا:

﴿ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾

''جان لو! بلاشبہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل، دل لگی اور زینت اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، جیسے بارش کی مثال ہے کہ اُس سے اگنے والی کھیتی کسانوں کو خوش کر دیتی ہے، پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اُس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی بھی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔'' (الحدید:20)

پھر وہ مہربان رب کہتا ہے:

﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾

''اور اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جتنی ہے۔ جو پرہیز گاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔'' (آل عمران:133)

انسان کی شدید خواہشات اس بات کا ثبوت ہیں کہ انسان دنیا کی کسی چیز پر ہمیشہ کے لیے مطمئن اور خوش نہیں ہو سکتا۔ اصلاً وہ جنت سے کم کسی چیز پر وہ compromise کر ہی نہیں سکتا اسے ہمیشہ کی زندگی چاہیے جس میں نہ عمر بڑھے، نہ بیماری آئے، نہ دکھ، نہ تکلیف، نہ بے سکونی۔ اس زندگی کو انسان دنیا میں تلاش کرتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسے

جنت میں رکھ دیا ہے۔

انسان ایسی زندگی کی تلاش میں اپنا مال، صلاحیتیں، وقت، جوانی، قوتیں سب کچھ لگا دینا چاہتا ہے لیکن دنیا میں ملنے والی زندگی کو تو ختم ہو جانا ہے۔ جس کو لازوال زندگی چاہیئے، جو بڑھاپے سے بچنا چاہتا ہو، جو بیماریوں سے نجات چاہتا ہو، جو غموں سے نجات چاہتا ہو، جو دکھوں سے نجات چاہتا ہو اسے جان لینا چاہیئے کہ جنت وہ مقام ہے جہاں ہمیشہ صحت مند رہیں گے، کبھی بیماری نہیں آئے گی، کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا، ہمیشہ خوش رہیں گے، کبھی غم نہیں آئے گا۔ جس کو جینا ہے وہ جنت میں جیئے۔ جنت کے گھر کو حاصل کرنے کے لئے کوششیں کر کے جیئے۔ انسان بھی کیسی مخلوق ہے اسے آرام دہ گھر چاہیئے جہاں ناراضگیاں نہ ہوں، جہاں خوشیوں کا بسیرا ہو، اطمینان ہی اطمینان ہو، جہاں ضرورت کی ہر چیز میسر ہو، جہاں حسن ہو، دلفریبیاں ہوں، جہاں جو جی چاہے ملے، جہاں privacy ہو جہاں کوئی بری بات سننے کو نہ ملے۔ انسان تلاش کرتا ہے ایسے گھر کو جو دنیاوی نہیں ہے اس تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے وہ اس دنیا کو جنت بنا لینا چاہتا ہے اس کے خواب ٹوٹ ٹوٹ جاتے ہیں اسے حسن ملتا ہے تو سکون نہیں ملتا خوشیاں ملتی ہیں تو ضروریات کی محدودیت اطمینان ختم کر دیتی ہیں۔ خوشیاں چاہتا ہے ناراضگیاں ملتی ہیں، privacy چاہتا ہے تو ہر دم disturbance ملتی ہے۔ وہ برا سننا نہیں چاہتا پھر اسے کڑوی، تلخ باتیں، لغو باتیں سننے کو ملتی ہیں۔ وہ کہاں چلا جائے کیوں نہ جنت چلا جائے۔ انسان کو جان لینا چاہیئے کہ وہ جنت کی جستجو میں، جنت کی تلاش میں ہے۔ اسے جان لینا چاہیئے کہ جنت دار السلام ہے جس کی طرف رب دعوت دیتا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ﴾

''اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔'' (یونس:25)

انسان سکون کی، قرار کی تلاش میں ہے اور دنیا جائے قرار نہیں
رب اس کی رہنمائی کرتا ہے

﴿وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ﴾

''اور یقیناً اَبدی قیام کا گھر تو آخرت ہی ہے۔'' (غافر:39)

حق یہ ہے کہ انسان کی بیقراریوں کو جنت کے سوا کہیں قرار نہیں مل سکتا۔ انسان ایسی جگہ کی تلاش میں ہے جہاں برا سننے کو نہ ملے۔ اس جہان میں تو کوئی ایسا مقام نہیں ہے۔ اور رب العزت نے بتایا ہے:

﴿لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً﴾

''اُس میں وہ کوئی لغو بات نہ سنیں گے۔'' (الغاشیہ:11)

حق یہ ہے کہ سماعتوں کا سکون جنت کے سوا کہیں ممکن نہیں۔ انسان خوف میں مبتلا ہے کہیں کوئی اس کی عزت کی دھجیاں نہ بکھیر دے۔ انسان عزت کی تلاش میں ہے اور دنیا ایسا مقام نہیں ہے۔ اور دنیا ایسا مقام نہیں ہے جہاں اس کی عزت کو خطرہ نہ ہو۔ انسان کو دنیا میں فکر کھا جاتی ہے کبھی ضروریات کی، کبھی مستقبل کی۔ انسان دنیا میں گوشہ عافیت، امن کے جزیرہ کی تلاش میں رہتا ہے ٹھوکریں کھاتا ہے نہ عافیت ملتی ہے نہ امن۔

وہ کہاں جائے؟ کیوں نہ اپنے گھر، اپنی جنت میں چلا جائے

رب العزت نے فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ (٥١) فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾

''بے شک متقی لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔''

(الدخان:51،52)

حقیقت یہ ہے کہ انسان جس امن کی تلاش میں ہے اسے جنت کے سوا کہیں نہیں مل

سکتا۔ انسان کو نعمتوں کے چھن جانے کا کتنا دھڑکا لگا رہتا ہے وہ زمین پر ایسے گوشے کی تلاش میں رہتا ہے جہاں اس سے نہ کوئی مال چھین سکے، نہ اولاد، نہ زندگی لیکن یہ تلاش بے سود جاتی ہے اور انسان دنیا سے ہی چلا جاتا ہے۔ اس کے ہاتھ سے سب کچھ نکل جاتا ہے۔ پھر وہ کیا کرے؟ کہاں چلا جائے؟ کیوں نہ جنت چلا جائے اس لئے کہ وہ سدا بہار ہے۔ وہاں کی بہاریں کبھی نہ ختم ہونے والی ہیں۔ رب العزت نے مومنوں کے لئے ،یقین کرنے والوں کے لئے فرمایا:

﴿أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٔينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ ۚ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا﴾

”یہی لوگ ہیں جن کے لیے اَبدی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہاں انہیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ باریک اور دبیز ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے،اس میں تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے اچھا بدلہ ہے اور اچھی آرام گاہ ہے!“ (الکھف:31)

انسان کی خواہشات unlimited ہیں حسن چاہتا ہے، محبت چاہتا ہے، کیا چاہتا ہے؟ وہ چاہتا کہ جو میرے دل میں آئے وہ مجھے مل جائے۔

انسان جب سے زمین پر آیا وہ اپنے لئے جنت کے گھر کی تلاش میں ہے۔ وہ جستجو کے سفر میں آبلہ پا ہے۔ وہ ہار جانے کو ہے، وہ ٹوٹ جانے کو ہے۔ اس کے خواب کرچیاں کرچیاں ہو کر بکھر جانے کو ہیں۔ ہارے ہوئے، بکھرے ہوئے انسان کو رب نوید دیتا ہے۔

﴿وَأَصْحَٰبُ الْيَمِينِ ۙ مَا أَصْحَٰبُ الْيَمِينِ (٢٧) فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ (٢٨) وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ (٢٩) وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ (٣٠) وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ (٣١) وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ (٣٢) لَّا

مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ (۳۳) وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ (۳۴) اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً (۳۵)
فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا (۳۶) عُرُبًا اَتْرَابًا (۳۷) لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ (۳۸) ثُلَّةٌ مِّنَ
الْاَوَّلِيْنَ (۳۹) وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (۴۰) ﴾

اور دائیں ہاتھ والے۔کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے!(27) وہ بے خار بیریوں میں۔(28) اور تہ بہ تہ کیلوں میں۔(29) اور پھیلی چھاؤں میں۔(30) اور بہتی آبشاروں میں۔(31) اور کثیر پھلوں میں۔(32) نہ ختم ہونے والے، نہ روک دیئے جانے والے۔(33) بلند مسندوں میں۔(34) بلاشبہ ہم نے حوروں کو خاص انداز میں پیدا کیا۔(35) اور انہیں کنوارا بنایا ہے۔(36) دل رُبا، ہم عمر ہیں۔(37) دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہیں۔(38) اگلوں میں سے ایک بڑا گروہ ہے۔(39) اور پچھلوں میں سے بھی ایک بڑا گروہ ہے۔(40) (الواقعہ:27۔40)

جنت کیسا مقام ہے؟ بلاشبہ تمام نعمتوں کا مجموعہ ہے۔ جنت میں انسان کی تمام خواہشات کمال درجہ پر جا کر پوری ہوں گی۔ جو جنت میں چلے جائیں گے وہ محسوس کریں گے کہ انہیں ہر خوشی حقیقی طور پر حاصل ہوگئی اور جنت کے بارے میں انہیں علم ہو جائے گا کہ انہیں اللہ تعالی کے عطیہ کے طور پر ملی ہے وہ اس کے خالق نہیں وہ چاہے تو جنت کو ان سے چھین بھی سکتا ہے۔اس لئے اعلان کر دیا جائے گا کہ جنت اب ہمیشہ کے لئے ان کی قیام گاہ بن چکی ہے وہ ان سے کبھی چھینی جانے والی نہیں۔ یہ بلاشبہ سب سے بڑی خوشی ہوگی جو اہل جنت کو حاصل ہوگی۔

توفیق الحکیم جن کی وفات 1987 میں ہوئی مصر کے بڑے معروف ادیب تھے انہوں نے اپنے بارے میں لکھا ہے کہ میں ایسی زندگی گزار رہا ہوں جیسا کہ عام لوگ ان شہروں میں زندگی گزارتے ہیں لیکن میرے باطن میں کچھ بلند عقائد اور ideals ہیں۔ کہتے ہیں

کہ میرے سارے کرب کا سبب میری ظاہری اور باطنی زندگی کا یہی تضاد ہے۔

توفیق الحکیم کہتے ہیں کہ اگر جنت میں اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کا موقع نہ ملا تو ایسی جنت میں قیام میرے لیے ناممکن ہو جائے گا۔

توفیق الحکیم جیسے آج بہت لوگ ہیں جن کے ذہنوں میں محض یہ تصور ہے کہ وہ عیش کدہ ہے ذہین انسان کو اس قسم کا تصور جنت زیادہ appeal نہیں کرتا کیونکہ جسمانی راحت کے علاوہ انسان کی ضرورت عقلی تسکین بھی ہے۔ ہمارے ہاں جنت کا جو تصور دیا جاتا ہے وہ آرام اور راحت اور عیش کدہ کے طور پر وہاں عقل و دانش کی تسکین کا کیا سامان ہوگا۔ اس کے بارے میں کوئی discussion نہیں ہوتی جدید ذہن کو جنت کا یہ تصور appeal نہیں کرتا اس لئے وہ اپنی حقیقی طلب سے کم تر سمجھ کے نظر انداز کر دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنت اہل جنت کی ضیافت کے لئے ہوگی۔ اہل جنت کا اصل مشغلہ تو یہ ہوگا کہ وہ اللہ کے کلمات کو سمجھ سکیں گے۔ ان کی معرفت حاصل کریں گے اور اس طرح سے super civilization وجود میں آئے گی divine civilization ہوگی حقیقتاً وہ بہت خوشیوں بھرا ایسا دور ہوگا جس میں intellectual activities ہوں گی جو ہمیشہ کے لئے جاری رہیں گی۔ سوچئے اس دنیا میں نقص ہے کمال نہیں ہے۔ جو لوگ نقص والی دنیا میں رہتے ہوئے سوچ کی بلندیوں پر جا سکتے ہیں ان کے لئے کمال والی دنیا میں تو بہت رنگ ہیں، بہت ذائقے ہیں، بہت خوشبوئیں ہیں، گنگناہٹیں ہیں، نغمگیت ہے، حسن ہے، دل فریبیاں ہیں، care ہے، عزت ہے privacy ہے، جہاں غم نہیں، بیماری نہیں، تکلیف نہیں، دکھ نہیں، بے سکونی نہیں، دھوکہ نہیں، مشقت نہیں، ناراضگی نہیں، بچھڑ جانے کا خوف نہیں، چھن جانے کا غم نہیں، جہاں موت نہیں ہے، کسی خیال کو بھی موت نہیں آئے گی۔ ہاں جنت کا گھر خوبصورت ہے، جنت کے لباس خوبصورت ہیں۔ جنت کی زندگی کو کبھی

زوال نہیں آئے گا، جنت میں بے خبری نہیں ہوگی، جنت میں کسی کے شعور میں نقص نہیں آئے گا۔ جنت میں ہر چیز انسان کی اپنی ملکیت میں ہوگی جنت کی ملکیت کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ جنت کا اقتدار کبھی ختم نہیں ہوگا، جنت میں قرار ہے، جنت میں امن ہے، جنت میں جو جی میں آئے گا ملے گا، جنت میں جو چاہیں گے کر پائیں گے اور جنت میں اپنے مولا کا، پیدا کرنے والے کا، اس کائنات کے اصل حقیقی رب کا دیدار ملے گا۔ انسان کو اسی جنت کے گھر کی تلاش ہے۔ اسے زندگی جنت جانے کے لئے ملی ہے۔ ہاں جنت جانا اگر مردوں کا حق ہے تو عورت کا بھی حق ہے۔ ہمیں اپنا سب کچھ لگا کر جنت جانا ہے۔ اگر مال لگا کر، قوت لگا کر، صلاحیتیں لگا کر، اپنا سب کچھ گھلا کر جنت کا گھر مل گیا تو گھاٹے کا سودا نہیں۔

ہمیں جنت جانا ہے۔ ہمیں جنت کی تیاری کرنی ہے۔ تو آؤ جنت کی تیاری کر لیں۔

اے اللہ ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں۔ یا اللہ ! ہم سب کو جنت نصیب فرما دے۔ آمین

میری شناخت میرا حق ہے

آزادی عورت کا حق ہے

آزادی عورت کی پہچان ہے

آزادی میری شناخت ہے

آزادی کیا ہے؟

انسانی افکار کی غلامی سے نجات پانا آزادی ہے

اپنی ذات کی قید سے چھوٹنا آزادی ہے

اپنے منتشر خیالات کی قید سے چھٹکارا آزادی ہے

دنیا کی زنجیروں سے چھٹکارا آزادی ہے

غیروں کی غلامی کی بیڑیوں کو توڑنا آزادی ہے

ہر قید سے نکل آؤ، ہر غلامی کو ترک کر دو ایک اللہ کے غلام بن جاؤ اور آزاد ہو جاؤ

سارے انبیاء کی یہی دعوت تھی، سب انسانوں کے لئے ایک ہی دعوت تھی

؎ وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

آزادی عورت کا خواب ہے اور مسلمان عورت آزاد ہے

یہ آزادی محمد رسول اللہ ﷺ نے دلوائی

یہ آزادی کیا تبدیلی لاتی ہے

آزادی تبدیلی لاتی ہے

مزاج میں

گفتگو میں

سوچ میں

یادوں میں

جذبات میں

تعلقات میں

معاملات میں

آزاد عورت کا مزاج کیسا ہو؟

اس کی گفتگو کیسی ہو؟

اس کی سوچ کیسی ہو؟

اس کی یادیں کیسی ہوں؟

اس کے جذبات کیسے ہوں؟

اس کے تعلقات کیسے ہوں؟

اور معاملات کیسے ہوں؟

آزاد عورت کی سوچ اپنے رب کی طرف ہوتی ہے

آزاد عورت خدا رخی سوچ رکھتی ہے

آزاد عورت کا کلام اپنے رب کی عظمت میں ڈوبا ہوتا ہے

آزاد عورت کا عمل اللہ تعالی کی خوشی، اس کی رضا اور نبی ﷺ کی سنت کے مطابق

ہوتا ہے

آزاد عورت کا سرمایہ اللہ تعالی کی یاد ہوتا ہے

کون ہے جسے مال کی ضرورت نہ ہو اور جس مال کو انسان اپنے لئے ضروری خیال کرتا ہے اس سے وہ دنیا کی ضروریات ہی تو خریدتا ہے یا خواہشات یا لذتیں۔لیکن آزاد عورت کا کل سرمایہ اللہ تعالی کی یاد ہے کیونکہ اسے پتہ ہے یہی وہ چیز ہے جو مجھے سیدھی میرے رب کی طرف لے جائے گی اس وجہ سے وہ اللہ تعالی کی یاد کو اپنی یادوں میں بساتی ہے۔اور رب العزت نے فرمایا

﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ﴾

’’اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے ربّ کو یاد کریں۔‘‘ (الکھف:24)

’’سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسلام کی طرف سے مجھ پر عائد ہونے والی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہوگئی ہیں،لہٰذا آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جسے میں مضبوطی سے تھام لوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا’’تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ہمیشہ تر رہنی چاہیے۔‘‘ (ابن ماجہ:3793)(ترمذی:3375)

اٹھتے بیٹھتے،سوتے جاگتے کتنے اذکار ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں۔کتنے اذکار ہیں جن کی طرف ہمارے رہنما،ہمارے ہادی،ہمارے نبی نے توجہ دلائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’جب تم لوگ جنت کے باغیچوں کے پاس سے گزرو تو استفادہ کرلیا کرو۔‘‘کسی نے پوچھا: جنت کے باغیچوں سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’مجالس ذکر۔‘‘

(سلسلہ احادیث صحیحہ:2982)

حقیقت یہ ہے کہ ابن آدم کا دل جب اللہ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے تو شیطان اس پہ دھرنا دے کر بیٹھ جاتا ہے اور جب وہ اللہ تعالی کو یاد کرتا ہے تو دبک کر بھاگ جاتا ہے۔

یادیں قیمتی سرمایہ ہیں

انسان اپنی یادوں کا اسیر بن جاتا ہے

انسان اپنی یادوں کا قیدی بن جاتا ہے

ایک اللہ تعالی کی قید میں آجائیں وہی ہمارا پیدا کرنے والا، وہی ہمارا رب ہے

آزاد عورت اوراس کے جذبات اللہ تعالی کے لئے متحرک ہوتے ہیں

کسی بھی خوب صورت چیز کو دیکھ کر انسان motivate ہوتا ہے، اس کے اندر تحریک پیدا ہوتی ہے۔

انسان تب آزاد ہوتا ہے جب اس کے جذبات مٹی، گوشت اور لہو سے اٹھ کر زمین وآسمان کے بادشاہ کے لیے متحرک ہو جائیں۔

عورت بھی تب آزاد ہوتی ہے، تب وہ رب والی بنتی ہے جب اس کے جذبات اللہ تعالی کے لئے متحرک ہوں۔

مال کے لئے، دنیا کے ساز وسامان کے لئے جذبات متحرک ہو جائیں تو زندگی کتنی عجیب ہوجاتی ہے۔

انسان جو چیز دیکھے اس کو حاصل کرنے کی تمنا کرنے لگے تو وہ خواہشات کا قیدی ہو جاتا ہے

اور کسی چیز کے حصول کی تمنا کون کرتا ہے؟

جس کے جذبات چیزوں کے لئے متحرک ہوتے ہیں

اس کو کوئی چیز اچھی لگی، اس نے تمنا کی کہ میں بھی یہ چیز حاصل کرلوں
پھر اس کے لئے وقت لگایا، سوچا، اس کے لئے کوشش کی
اس کو حاصل کرنے کے لئے پیچھا کیا اور پالیا پھر کیا ہوا؟
پھر کچھ عرصے کے بعد کھو دیا
یہ پانا اور یہ کھونا کیا ہے؟
یہ سب کچھ عارضی ہے

اور جو رب کے لئے اپنے جذبات کو متحرک کرتا ہے وہ کیا پالیتا ہے؟

فرعون جو مصر کا بادشاہ تھا اس کے جذبات اقتدار کے لیے، مال کے لئے، دنیا کے ساز وسامان کے لئے متحرک تھے جب کہ اس کی بیوی سیدہ آسیہ کے جذبات محلات میں رہنے کے باوجود اللہ تعالی کے لئے متحرک تھے، رب العزت نے ان جذبوں کا تذکرہ فرمایا ہے جو ان کی دعا میں ڈھل گئے تھے

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾

"اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔ جب اُس نے دُعا کی: "اے میرے ربّ! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے۔ اور مجھے فرعون اور اُس کے عمل سے بچا۔ اور ظالموں سے مجھے نجات دے۔" (التحریم:11)

آزاد عورت ذمہ دار ہوتی ہے، جواب دہی کا شعور رکھتی ہے

کیسی عجیب بات ہے آزادی اور ذمہ داری

ہاں ذمہ داری آزادی کے ساتھ ہی نبھائی جاسکتی ہے

ہمیں ہمارے رب نے بنایا ہے تو ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ کیا رب کی پسند میرے لئے زیادہ اہمیت رکھتی ہے یا اپنی پسند؟

کیا رب کی ناپسند کو چھوڑنے کے لئے میں تیار ہوں؟

ذمہ داری ہمیشہ جواب دہی کا شعور پیدا کرتی ہے

ایک انسان سے مطلوب بھی یہی ہے کہ دنیا میں وہ جو دیکھے، جو سنے، جو سوچے، جو برتے اس کے دل کے اندر یہ بات راسخ ہو جائے کہ اس نے اپنے رب کو جواب دینا ہے اور وہ ہر چیز کے لئے اپنے رب کے آگے جواب دہ ہے۔

یہ جوابدہی کا شعور ہی زندگی کے اندر بہتری لاتا ہے

یہ جواب دہی کا شعور ہے جس کی وجہ سے انسان اللہ تعالی کی پسند کو اختیار کرتا ہے اور ناپسند کو چھوڑ دیتا ہے

یہی آزادی ہے

آزادی سے ہی آزاد فیصلے ہوتے ہیں اور غلام انسان بھلا کب فیصلے کرسکتا ہے

آزاد عورت اپنے ہر کام اور کلام میں اپنے آپ کو اللہ تعالی کے آگے جواب دہ سمجھتی ہے

ایسا تبھی ہوتا ہے جب بات کرنے سے پہلے سوچیں۔اس کا آسان طریقہ ہمیں بڑوں نے یہی سمجھایا تول کر بولو۔بے سوچے سمجھے بولنے والے کے بارے میں جان لیں کہ اس کے اندر جواب دہی کا احساس نہیں ہے۔اگر ابھی بات آپ کے منہ میں ہو اور دوسری طرف سے جواب آجائے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ذہین انسان ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آزاد نہیں ہے، وہ اللہ والا نہیں ہے، اس کا اپنے رب سے تعلق نہیں ہے، وہ اپنی ذات کا

قیدی ہے۔اس کے لئے اپنی مرضی، ذات کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔

اپنی ذات کی، دنیا کی قید سے چھوٹیں گے تو اپنے رب کے لئے آزاد ہوں گے

سیدہ مریم علیھا السلام کے بارے میں ان کی والدہ نے نذر مانی تھی کہ اے میرے رب ! میرے پیٹ کا بچہ تیرے لئے آزاد ہوگا تو اللہ تعالی نے آزاد بچی کو قبول کرلیا۔

آزادی کتنی بڑی تبدیلی لاتی ہے

آزاد عورت خاموش اور سنجیدہ ہوتی ہے

تول کر بولیں تو باتیں زیادہ نہیں رہ جاتیں۔خاموشی اس کے لئے زیاددہ اہمیت کی حامل ہوجاتی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ایمان کی ستر سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔" (صحیح مسلم:152)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"حیاء اور کم گوئی ایمان کی دو شاخیں ہیں، جب کہ فحش کلامی اور کثرت کلام نفاق کی دو شاخیں ہیں۔" (ترمذی:2027)

خاموشی انسان کی ضرورت ہے۔خاموشی فرشتوں جیسی صفت ہے۔تفکر خاموشی کے بغیر نہیں ہوسکتا۔خاموش انسان جان لیتا ہے،یقین کر لیتا ہے کہ اللہ تعالی اس کا خالق ہے ،اس کا مالک ہے، اسی نے وجود عطا کیا ، وہی قوتیں دیتا ہے وہی غذا فراہم کرتا ہے وہی میری ہر طلب پوری کرتا ہے۔کیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا:

﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ﴾

''اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔'' (الشعراء:80)

جب انسان پہچان لیتا ہے کہ اللہ تعالی ہی دینے والا ہے اور میں لینے والا ہوں تو وہ اللہ تعالی کو اپنا سب کچھ بنا لیتا ہے۔اس کی ذات اللہ تعالی کی بڑائی میں گم ہوجاتی ہے اور

ایسے انسان کو موت کے وقت فرشتے آ کر خوشخبری دیتے ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا ربّ ہے، پھر وہ ثابت قدم رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں (اور کہتے ہیں) (کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اُس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔'' (فصلت:30)

بات ہے رب کی ذات پر یقین کی

جو رب کی ذات پر یقین رکھتا ہے اس کی زندگی میں کتنی بڑی تبدیلی آتی ہے

وہ سوچتا بھی رب کے reference سے ہے اور اپنے آپ کو اسی کی پسند میں ڈھالتا ہے

آزاد عورت کی سوچ خدارخی ہوتی ہے

وہ اللہ تعالی کی پسند ناپسند کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کرتی ہے

میں ایک ایسی عورت کی داستان آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں جو مدینے میں رہتی تھی۔ ایک رات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب مدینہ کا گشت لگا رہے تھے انہوں نے تھکن محسوس کی تو دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ آدھی رات گزر چکی تھی، انہوں نے ایک عورت کی آواز سنی جو اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی: میری بیٹی اٹھو اور دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا لو۔ لڑکی نے کہا: امی کیا آج آپ نے امیر المومنین کی منادی نہیں سنی۔ ماں نے پوچھا وہ کیا تھی؟ لڑکی نے جواب دیا: انہوں نے کسی شخص کو حکم دیا تھا کہ وہ بلند آواز میں منادی کر دے کہ کوئی دودھ میں پانی نہ ملائے۔ ماں نے کہا: اٹھو اور دودھ میں پانی ملا دو تم ایسی جگہ پر ہو جہاں عمر رضی اللہ عنہ تم کو نہیں دیکھ سکتے۔ لڑکی نے ماں کو کہا: میں ایسا نہیں کر سکتی کہ لوگوں کے سامنے ان کے حکم پر عمل

کروں اور تنہائی میں اس کے خلاف کروں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ سن رہے تھے انہوں نے مجھ سے کہا: جاؤ دیکھو یہ لڑکی کون ہے؟ اور کس سے باتیں کر رہی ہے؟ اور کیا وہ شادی شدہ ہے؟ میں اس جگہ گیا اس کا حال معلوم کیا وہ ایک غیر شادی شدہ لڑکی تھی اور دوسری عورت اس کی ماں تھی اس کا بھی شوہر نہیں تھا۔ میں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جو کچھ معلوم کیا تھا بتا دیا۔ انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا تم لوگوں میں سے کوئی شادی کرنا چاہتا ہے؟ میں تم لوگوں کی شادی کا انتظام کئے دیتا ہوں اگرچہ میری شادی کی خواہش ہوتی تو میں سب سے پہلے اس لڑکی کو نکاح کا پیغام دیتا۔ عبداللہ نے کہا: میرے پاس بیوی ہے۔ عبدالرحمان نے کہا: میرے پاس بھی بیوی ہے۔ عاصم نے کہا: میرے پاس بیوی نہیں ہے میری شادی اس سے کر دیجئے۔ سیدنا عمر نے عاصم کی شادی اس لڑکی سے کر دی۔ اس لڑکی سے عاصم کی ایک بچی پیدا ہوئی جو سیدنا عمر بن عبدالعزیز کی والدہ ہوئیں۔ (اخبار عمر بن عبدالعزیز:4849)

اس روایت سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ

آزاد عورت یقین کے ساتھ جیتی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس بات کی کتنی بڑی value تھی کہ ایک لڑکی کے دل میں یقین ہے کہ اگرچہ تنہائی ہے کوئی دیکھتا نہیں مگر اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ نہیں چلے گا مگر اللہ تعالیٰ کو تو پتہ چل جائے گا کہ کس نے خلیفہ کی نافرمانی کی۔ یہ ہے آزاد عورت

یہ ہے وہ یقین جس کی وجہ سے انسان قوت حاصل کرتا ہے اور دنیا میں رہتے ہوئے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی پسند کے مطابق کام کرتا ہے اور اس کی ناپسند سے رکا رہتا ہے۔ یقین کے ساتھ سوچ کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھا جا سکتا ہے۔ یہ یقین آزاد انسان کو ہی نصیب ہوتا ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے یقین کس بات کا؟ اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے

پیدا کیا، وہی مجھے رزق دیتا ہے، میں نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

آزاد عورت سنجیدہ اور باوقار رہتی ہے، اللہ تعالیٰ کی عظمت کا شعور اسے خاموش کر دیتا ہے۔ جسے فرشتوں کی دوستی نصیب ہوتی ہے وہی تو تول کر بولتا ہے اور کم بولتا ہے اور جب بھی وہ بولتا ہے اللہ تعالی کی بڑائی میں بولتا ہے۔ جہاں کلام کرنا بہتر ہو وہاں کلام کرتا ہے۔ جہاں خاموش رہنا بہتر ہو وہاں خاموش رہتا ہے۔

یہ خاموشی عبادت ہے، آزاد عورت کی ریاضت ہے

یہ خاموشی بلند افکار کی فراست ہے

یہ خاموشی فرشتوں کی رفاقت ہے

فرشتے بھی اس دنیا میں کام کرتے ہیں لیکن بولتے نظر نہیں آتے

آزاد عورت تواضع اور انکساری کا نمونہ ہوتی ہے

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تواضع کا مزاج کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جب انسان یہ جان لے اور دل سے یقین کر لے کہ اللہ تعالیٰ بڑا ہے اور میں چھوٹی ہوں

اللہ تعالیٰ خالق ہے اور میں مخلوق ہوں

اللہ تعالیٰ مالک ہے اور میں مملوک ہوں

اللہ تعالیٰ قادر ہے اور میں عاجز ہوں

وہ دینے والا میں پانے والی

وہ رازق میں مرزوق

وہ عظیم ہے اور میں ایک ذرہ بے نشاں

یہی حقیقت کا شعور ہے

یہی شعور انسان کے اندر تواضع اور جواب دہی کا احساس پیدا کرتا ہے
اس شعور سے انسان کے اندر سے سرکشی کا مزاج ختم ہو جاتا ہے
اسی شعور سے اللہ تعالیٰ سے محبت اور خوف کے جذبات انسان کے اندر ابھرتے ہیں

آزاد عورت کی گفتگو میں مٹھاس ہوتی ہے، تلخی نہیں ہوتی

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی گفتگو کا ہر لفظ الگ الگ اور واضح ہوتا تھا، جو بھی اسے سنتا سمجھ لیتا۔ (ابوداؤد:4839)

ہاں جب آزاد عورت مردوں سے گفتگو کرتی ہے تو normal گفتگو کرتی ہے یعنی اس میں artificialy شیرینی پیدا نہیں کرتی

آزاد عورت کے طرز عمل میں نرمی ہوتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اللہ تعالیٰ رفیق ہے اور رفق (یعنی نرمی) کو پسند کرتا ہے اور نرمی اختیار نہ کرنے کی بناء پر وہ اس قدر عطا فرماتا ہے کہ جو سختی یا اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے اس قدر عطا نہیں فرماتا۔'' (صحیح مسلم:6601)

سیدنا عبداللہ بن عباس سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو نرمی کرتا کہ تیرے ساتھ بھی نرمی کی جائے۔ (سلسلہ احادیث:1456)

آزاد عورت سے کسی کو شر کا اندیشہ نہیں ہوتا

یہ کتنی بڑی بات ہے

سیدنا عبداللہ بن عمرو عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کون سا مسلمان سب سے بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (صحیح مسلم:161)

مسلمان عورت، آزاد عورت بے ضرر ہوتی ہے

بے ضرر بہو

بے ضرر بھابھی

بے ضرر ساس

بے ضرر بیوی

کیونکہ اللہ پاک ہم سے یہی چاہتے ہیں

آزاد عورت عدل کی حدود کی پابند رہتی ہے کیونکہ وہ جانتی ہے اللہ تعالیٰ نے سب کو عدل کا حکم دیا ہے۔

وہ جانتی ہے کہ زندگی کا نظام ہو، گھر کا ہو یا مملکت کا، عدل کی وجہ سے ہی قائم رہتا ہے۔

آزاد عورت ہر ایک کا حق ادا کرتی ہے

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نے بیان کیا، کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عبداللہ! کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تم دن میں تو روزہ رکھتے ہو اور ساری رات میں نماز پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کی صحیح ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہ کر، روزہ بھی رکھ اور بے روزہ کے بھی رہ، نماز بھی پڑھ اور سو بھی۔ کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تم سے ملاقات کرنے والوں کا بھی تم پر حق ہے بس یہی کافی ہے کہ ہر مہینے میں تین روزہ رکھ لیا کرو، کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا اور اسی طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا۔ لیکن میں نے اپنے پر سختی چاہی اور مجھ پر سختی کر دی گئی۔ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے میں

قوت پاتا ہوں۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تو اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھ اور اس سے آگے نہ بڑھ۔ میں نے پوچھا اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن بے روزہ رہا کرتے تھے عبداللہ رضی اللہ عنہ بعد میں ضعیف ہو گئے تو کہا کرتے تھے، کاش! میں رسول اللہ کی دی ہوئی رخصت مان لیتا۔ (البخاری، الفتح:4)(1975)مسلم:1159)

آزاد عورت اپنے وقت کی تنظیم کرتی ہے

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ اللہ کے رسول! ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تعلیمات آئی تھیں؟ تو آپ ﷺ نے طویل حدیث بیان کی جس میں یہ بھی ہے کہ عقل مند آدمی پر جب تک اپنے ہوش وحواس نہیں کھوتا یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اوقات کو چند حصوں میں تقسیم کرے :ایک گھڑی ایسی ہو جس میں وہ اپنے ربّ سے سرگوشی کرے (اس کی یاد میں لگا رہے)، ایک گھڑی ایسی ہو جس میں وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے، ایک گھڑی ایسی ہو جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری پر غور وفکر کرے، ایک گھڑی ایسی ہو جس میں وہ کھانے پینے کی اپنی ضروریات میں لگے۔"

(صحیح ابن حبان:207/1، حدیث:363)

آزاد عورت کمال درجے کی Time management کرتی ہے

آزاد عورت اپنے لئے اس چیز کا مطالبہ کرتی ہے جو واقعتاً اس کی ہو

آزاد عورت اپنی کمزوری کا فوری اعتراف بھی کر لیتی ہے

آزاد عورت حسد اور تکبر سے خالی ہوتی ہے

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ حسد سے بچو اس لیے کہ حسد نیک کاموں کو اس طرح کھا لیتا ہے کہ جس طرح آگ

لکڑی یا گھاس کو کھا لیتی ہے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الحسد: 4903)

آپ ضرور دیکھیں

کیا آپ آزاد ہیں؟

آزادی والی خصوصیات اپنے اندر پاتی ہیں؟

اگر ایسی خصوصیات پاتی ہیں تو آپ کو مبارک ہو

آزاد عورت کسی کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے تنگ دل نہیں ہوتی

وہ اپنے سے بہتر لوگوں کی خوبی کا اعتراف کرتی ہے

آزاد عورت ہر طرح کے منفی جذبات سے پاک ہوتی ہے

منفی جذبات میں سب سے پہلی چیز نفرت ہے۔ اللہ تعالی نے نفرت کی مذمت نہیں کی، رخ موڑا ہے۔

سیدنا ابوامامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے دشمنی رکھی، اللہ تعالیٰ کے لیے دیا اور اللہ تعالیٰ کے لیے روک لیا اس نے اپنے ایمان کو مکمل کرلیا (ورنہ اس کا ایمان ناقص ہے)۔'' (ابوداؤد: 4681)

آزاد عورت فخر کی نفسیات سے پاک ہوتی ہے

فخر منفی جذبہ ہے کیونکہ انسان جب کسی چیز پر فخر کرتا ہے تو فخر کی وجہ سے رب کی طرف رخ کرنے کا اسے موقع نہیں ملتا۔ اس کی سوچ خدا رخی نہیں رہتی۔

آزاد عورت تکبر سے، احساس برتری سے پاک ہوتی ہے۔

آزاد عورت تعصب نہیں رکھتی

تعصب کی وجہ سے قومیں برباد ہوگئیں۔ تعصب دلوں میں داخل ہو جائے تو رب کی

محبت داخل نہیں ہوتی۔

آزاد عورت خواہشات کی پیروی نہیں کرتی

خواہشات کی پیروی انسان کو کس طرح سے رب کی، اس کے رسول کی پیروی سے روک دیتی ہے۔ یہ پانچ چیزیں ہیں جس کی وجہ سے کسی کی سوچ خدا رخی نہیں رہتی۔ ایسا شخص کبھی اللہ کی طرف بھاگ نہیں سکتا۔ آزاد ہونا چاہتی ہیں تو اپنے کو نفرت سے پاک کر لیں۔ فخر کی آگ سے اپنے آپ کو بچا لیں۔ تعصب سے خود کو بچائیں، خواہشات کے پیچھے بھاگنے سے بچائیں۔

آزادی چاہئے تو ساری زندگی سات کام کرنے ہوں گے

روحِ تجسس (seeking spirit) سچائی کی تلاش میں لگ جائیں جیسے نبی ﷺ سچائی کی تلاش میں تھے پھر اللہ پاک نے آپ پر وحی نازل فرمائی۔

دوسری چیز (sincerity) سنجیدگی ہے۔ اللہ تعالی کی طرف رخ کرنے کے لئے سنجیدگی کی ضرورت ہے اور مقصد کے ساتھ سنجیدہ ہوں گے تو اس سنجیدگی کے ساتھ اس مقصد کو پورا کر پائیں گے۔

تیسری چیز دیانت داری (Honesty) ہے

چوتھی چیز منفی سوچ (Negative thinking) سے بچاؤ ہے

پانچویں چیز مثبت سوچ (positive thinking) ہے اس کے لئے محنت کرنے کی ضرورت ہے

چھٹی چیز نفسیاتی پیچیدگیوں سے پاک روح (complex free soul) ہے۔ نفسیاتی پیچیدگیوں سے پاک ہو جائیں۔ نفسیاتی پیچیدگی انسان کو کہیں adjust نہیں ہونے دیتی، اس پیچیدگی کے ساتھ کوئی آزاد نہیں رہ سکتا۔

ساتویں اور سب سے بڑی چیز دعا ہے۔ دعا کو اپنا ہتھیار سمجھیں جیسے اللہ پاک نے اسے ہمارا ہتھیار بنایا ہے۔

یہ سات چیزیں ہیں جن کو اپنانے کے لئے کوشش کرنی ہے۔

آپ نے قرآن حکیم میں پڑھا ہوگا کہ اگر اس زمین پر سارے درختوں کی قلمیں بن جائیں سات سمندر ہیں سب روشنائی بن جائیں اتنے اور بھی آ جائیں تمہارے رب کی باتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ لیکن جس انسان کی اپنی باتیں ہی ختم نہیں ہوتیں وہ رب کی باتیں کہاں سے کرے گا؟ جب تک سوچ نہیں بدلے گی، کلام نہیں بدلے گا، عمل نہیں بدلے گا اور آپ زندگی کا مقصد پورا کرنے کے قابل نہیں ہوں گے۔

- آزادی چاہئے تو

آزاد ہو جائیں اپنی منفی سوچوں سے، تعصب سے، نفرت سے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ہمیں آزادی نصیب کرے

رب العزت نے ہمیں یہ دعا سکھائی ہے

﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (۴) اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾

''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔'' (الفاتحہ:5,4)

ہاں ہم آپ سے مدد مانگ کر آپ کی عبادت کر سکتے ہیں اور آپ کے سیدھے راستے پر چل سکتے ہیں۔

- صراط مستقیم ہی آزادی کا راستہ ہے
- اللہ تعالیٰ ہمیں یہ آزادی مبارک کرے

آزاد عورت

آزادی چاہیے، عورت کو آزادی چاہیے، کیا ہے عورت کی آزادی؟ عورت کو کس سے آزادی چاہئے؟ عورت کس کی غلام ہے؟ کس نے عورت کو غلام بنایا؟ عورت تو آزاد پیدا ہوتی ہے پھر وہ کیسے کسی کی غلام بن جاتی ہے؟ آزادی کیا ہے؟ غلامی کیا ہے؟ اس کی حقیقت جاننے کے لئے ایک ایسی عورت کے بارے میں جانیں گے جنہیں ان کی پیدائش سے پہلے ہی آزاد کر دیا گیا تھا۔ وہ آزاد عورت جو دنیا بھر کی عورتوں میں نمبرون پر ہے۔ ہاں وہی Miss World کہلانے کا حق رکھتی ہیں۔

کیوں نہ اس ہستی کو یاد کریں جو اللہ تعالیٰ کا انتخاب تھیں

کیوں نہ اس ہستی کو یاد کریں جسے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے تمام خواتین تمام بچیوں کے لیے مثال بنا دیا۔

کیوں نہ اس ہستی کو یاد کریں جن کے لیے صرف مسلمانوں کے دل بچھے ہوئے نہیں ہیں، عیسائیوں اور یہودیوں کے دل بھی بچھے ہوئے ہیں۔ اور اگر دنیا کی آبادی کے اعتبار سے دیکھیں اور پچھلے تمام ادوار سے دیکھیں تو اللہ تعالیٰ نے جب سے انہیں پیدا کیا ان کی پیدائش سے پہلے سے لے کر قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں مثال بنا دیا۔

جنہیں ان کی ماں نے اپنے رب کے لیے آزاد کر دیا تھا

جنہیں اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیا تھا

ہاں دنیا کے لیے تو سب آزادی چاہتے ہیں

آزادی مانگتے ہیں دنیا برتنے کے لیے

آزادی مانگتے ہیں دنیا میں رہنے کے لیے

آزادی مانگتے ہیں دنیا میں کچھ پانے کے لیے

آزادی مانگتے ہیں دنیا میں سکون سے رہنے کے لیے

لیکن خواتین میں سے جس کو اللہ تعالیٰ نے مثال بنا دیا

وہ ایسی ہستی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد کیا گیا تھا

اور ساری دنیا کی بچیوں کے لیے اور خواتین کے لیے ان کی ذات میں بہترین نمونہ ہے

جو رب سیدہ مریم علیہا السلام کو اپنے کام کے لیے قبول کر سکتا ہے

وہ رب دنیا کی کسی بچی کسی، خاتون کو یہ موقع دے سکتا ہے

اور اللہ تعالیٰ کے لیے کام کرنا صرف مردوں کا حق نہیں ہے

اللہ تعالیٰ کے لیے خود کو Dedicate کرنا صرف مردوں کا حق نہیں ہے

یہ حق خواتین کا بھی ہے

یہ حق بچیوں کا بھی ہے

آپ بھی اپنے حق کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کر سکتی ہیں

آپ بھی اپنے رب کا انتخاب بن سکتی ہیں

سیدہ مریم کی فضیلت کا تذکرہ ہے اللہ پاک نے رہتی دنیا تک کے انسانوں سے یہ کہا ہے:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ﴾

''اور اس کتاب میں اس قرآن مجید میں مریم کا ذکر کرو۔''

یہ کسی انسان کی کتاب نہیں ہے یہ جہانوں کے بادشاہ کی کتاب ہے جس میں یہ شاہی فرمان ہے۔

ہاں مریم ہی تو وہ ہستی ہیں جن کو یاد کرنا بنتا ہے

خواتین میں سے واحد ہستی جس کا نام قرآن مجید میں آیا جانتے ہیں کیوں؟ اور بھی بہت سارے اسباب ہوں گے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد تھیں۔

سیدہ مریم علیہا السلام، سیدنا داؤد عَلَیہِ السَّلَام کے خاندان میں عمران کی بیٹی تھیں ایک پاکیزہ اسرائیلی گھرانہ تھا ان کی والدہ کا نام حنہ تھا۔ ان کی والدہ کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی، اور جب انہوں نے ایک بار ایک چڑیا کو اپنے بچے کو چوگا دیتے دیکھا دل کے اندر سے ہوک اٹھی جو دعا میں ڈھل گئی

- اے میرے رب اگر تو مجھے بھی بچہ دے تو وہ تیرے لیے آزاد چھوڑا ہوا ہوگا
- ان کی دعا یہ تھی کہ مجھے جو بچہ ملے گا میں اسے اپنا بنا کر نہیں رکھوں گی
- میں اسے رب کے کام کا بناؤں گی
- اگر چہ ہر ماں کا یہ کام ہے ہر ماں کو یہ چاہیے کہ وہ اپنا بچہ اپنے رب کی امانت سمجھے
- لیکن جہاں بھر کی مائیں اپنے بچوں کو اپنی ذات کے گرد گھماتی ہیں،
- جہان بھر کی مائیں اپنے بچوں کو اپنے خاندان کا تو بناتی ہیں
- انہیں دنیا میں رہنا سکھاتی ہیں دنیا کا بناتی ہیں انہیں رب کا راستہ نہیں دکھاتیں
- اور اگر راستہ دکھا بھی دیں تو دوبارہ اپنی طرف واپس لے آتی ہیں
- یہ کیسی ماں ہے جس کے پاس اپنا بچہ نہیں ہے
- لیکن بچے کی طلب اس لیے ہے کہ میں اپنے بچے کو رب کے نام لگا دوں

میں اپنے رب کے لیے آزاد کر دوں

دعا کے بعد بچے کی پیدائش ممکن ہو گئی لیکن جانتی نہیں تھیں پیٹ میں بیٹا ہے یا بیٹی۔

سیدہ حنّہ نے نذر مان لی کہ اپنے پیٹ کا بچہ اپنے رب کی نذر کر دوں گی۔ پھر جب بیٹی نے جنم لیا تو پریشان ہو گئیں لیکن اللہ تعالیٰ نے بیٹی کو قبول کر لیا۔

یوں پہلی بچی، پہلی خاتون ہیکل کی نذر کی گئی

دنیا میں تبدیلی اس وقت آئی تھی

جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ ایک عورت بھی اپنے رب کی ہو سکتی ہے

وہ بھی اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت گار ہو سکتی ہے

وہ بھی اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کر سکتی ہے

تو جب بیٹی نے جنم لے لیا تو وہی ماں جس نے بیٹی کو جنم دیا رب کی نذر کر دیا تھا پریشان ہو گئیں کیا ارادہ میں کوئی فرق آیا تھا؟ کیا انہوں نے اپنے عمل کے بارے میں اپنے دل میں کوئی وسوسہ پایا تھا کوئی اور خیال آیا تھا تو ایسا نہیں ہے کیونکہ ان کی پریشانی مختلف تھی اس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ملتا ہے۔

﴿إِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (۳۵) فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (۳۶)﴾

''جب عمران کی بیوی نے کہا: ''اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے، میں نے نذر مانی ہے کہ تیرے لیے آزاد چھوڑا ہوا ہوگا۔ پس آپ مجھ سے قبول فرمائیں، یقیناً آپ سب کچھ سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں۔'' پھر جب

اس نے بچے کو جنم دیا تو کہا: ''اے میرے رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دیا'' حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا جو اس نے جنم دیا'' اور لڑکا تو لڑکی جیسا نہیں ہوتا، اور بلاشبہ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور یقیناً میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔'' (آل عمران:35,36)

یعنی معاشرتی طور پر لڑکی کی ذمہ داری زیادہ بڑی ہوتی ہے یہ تھا Contract، ابتدائی طور پر پیٹ کے بچے کو رب کی نذر کر دیا پھر جب بیٹی ہوئی اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیا تو بیٹی بھی رب کی نظر کر دی۔

سیدہ مریم علیہا السلام پیدائش کے فوراً بعد ہیکل پہنچا دی گئیں

ماں باپ تو بچے کو سینے سے لگا کر رکھنا چاہتے ہیں
کس بچے کو عبادت گاہ میں رکھا جاتا ہے؟
اللہ تعالیٰ جسے قبول کر لے اسے اپنے گھر میں لے آتا ہے
اپنا گھر کون سا ہے؟
وہ جہاں انسان رہتا ہے
ہر کوئی اپنا گھر تو اسی کو کہتا ہے جہاں رشتے داروں کے درمیان رہتا ہے
اور اللہ تعالیٰ کے گھر کو اپنا گھر بنانے والے کتنے کم لوگ ہوتے ہیں

سیدہ مریم کی کفالت کی ذمہ داری قوم کے معزز ترین فرد سیدنا زکریا علیہ السلام کو سونپی گئی۔ اگرچہ معزز افراد میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد کی گئی بیٹی سیدہ مریم کی کفالت اور ان کی پرورش کا اعزاز اس کو ملے کیونکہ یہ تاریخ کا ایک انوکھا واقعہ تھا۔ قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ سیدنا زکریا کے نام نکلا۔ رب العزت نے فرمایا:

﴿ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡكَ‌ ؕ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ يُلۡقُوۡنَ

اَقۡلَامَهُمۡ اَيُّهُمۡ يَكۡفُلُ مَرۡيَمَ ص وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ يَخۡتَصِمُوۡنَ﴾

''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی سرپرستی کرے گا اور نہ ہی آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔'' (آل عمران:44)

آپ غور کیجیے کسی کی زندگی وقف کی جارہی ہے اور کسی کو اس کی کفالت کے لیے منتخب کیا جارہا ہے۔ ایک زندگی ہے، اس کی پرورش ہے، جس کو اتنا بڑا اعزاز بنا دیا کہ ہر ایک کی خواہش ہے مجھے یہ اعزاز مل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے باقاعدہ طور پر قرعہ اندازی کروائی تاکہ جھگڑا ختم ہوجائے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریا علیہ السلام کو سیدہ مریم علیہا السلام کا کفیل بنا دیا۔

سیدنا زکریا علیہ السلام نے ان کی پرورش کی اور سیدہ مریم بڑی ہوگئیں۔ ابھی ان کا بچپن ہے اور عبادت سے محبت ہے، ماحول اثر انداز ہوتا ہے۔ ان کی عبادت گزاریوں کو دیکھ کر اور اللہ تعالیٰ کی کرم نوازیوں کو دیکھ کر سیدنا زکریا علیہ السلام ان سے پوچھتے تھے: اے مریم علیہا السلام! تیرے پاس یہ رزق کہاں سے آیا ہے؟

وہ جواب دیتیں: اللہ تعالیٰ کے پاس سے

وہ پھلوں کا رزق بھی تھا اور روحانی رزق بھی، اللہ تعالیٰ کی محبت اللہ تعالیٰ کی معرفت اور بھی۔

جب کبھی کوئی اپنے آپ کو اللہ کے لیے Dedicate کر دیتا ہے تو اس کے لیے جگہ بھی منتخب کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریا علیہ السلام کے توسط سے مسجد میں ایک جگہ مقرر کر وادی جہاں ان کے سوا کوئی نہیں جاتا تھا۔ وہاں وہ دن رات عبادت میں مشغول رہتی تھیں

حتیٰ کہ ان کی عبادت گزاری ضرب المثل بن گئی۔

کیسے دلوں کے اندر تمنائیں پھوٹتی ہوں گی؟ کاش ہمارا بچہ بھی اس مقام تک پہنچے لیکن اپنے بچے کو اپنی گود میں رکھنے سے، اپنے بچے کو اپنی ذات کے گرد گھمانے سے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ آپ اپنے بچے کو دنیا کے قابل بنائیں گے تو بن جائے گا۔ آپ اسے اللہ تعالیٰ کے قابل بنانا چاہیں تو ضروری نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قابل بن جائے جب تک اللہ تعالیٰ اس کا انتخاب نہ کریں۔

سیدہ مریم علیہا السلام مسجد کی خدمت کے فرائض بھی انجام دیتی تھیں۔ آپ میں سے کون یہ بتائے گا کہ سیدہ مریم علیہا السلام کیا خدمت انجام دیتی ہوں گی؟

صفائی کرتی ہوں گی

پانی کا انتظام کرتی ہوں گی

کتاب کی تعلیم بھی دیتی ہوں گی

اگر وہ اکیلی رہتیں اور محض مسجد کی فزیکلی صفائی کر لیتیں تب بھی بڑا کام تھا۔ ان کی کریمانہ عادات کیسے لوگوں میں مشہور ہو گئیں۔ ظاہر ہے کہ لوگوں سے ان کا رابطہ ہوتا تھا، وہ لوگوں کے درمیان بیٹھتی ہوں گی، لوگوں کو رب کی بات بتاتی ہوں گی، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا تعلق سکھاتی ہوں گی۔ سیدنا زکریا عَلَيْهِ السَّلَام جب کبھی ان کے حجرۂ عبادت میں تشریف لے جاتے تو انہیں بے موسم کے پھل دیکھ کر بہت حیرت ہوتی تھی۔ گرمیوں میں سردیوں کے پھل اور سردیوں میں گرمیوں کے پھل موجود ہوتے تھے حالانکہ اس وقت پھلوں کو محفوظ رکھنے کا کوئی انتظام نہیں تھا اور سرد علاقوں کے پھل گرم علاقوں میں اور گرم علاقوں کے پھل سرد علاقوں میں نہیں پہنچتے تھے۔

یہ سیدہ مریم علیہا السلام کی کرامت تھی آپ جانتے ہیں معجزہ نبی کے ہاتھ میں

ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جادو جادوگر کرتے ہیں اور کرامت غیر نبی کے ہاتھ میں ظاہر ہوتی ہے تو اس کرامت کو دیکھ کر سیدنا زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کے دل میں بیٹے کی خواہش پیدا ہوئی حالانکہ وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ اس دعا کا تذکرہ ہمیں سورہ آل عمران میں ملتا ہے: قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ''اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔'' (آل عمران:38)

قرعہ اندازی کے نتیجے میں انہیں سرپرست تسلیم کر لیا گیا۔ یہ ان کا شرعی حق بھی تھا اور قرعہ اندازی سے ثابت بھی ہو گیا۔ کیونکہ وہ سیدہ مریم علیہا السلام کے خالو لگتے تھے ممکن ہے کچھ اور رشتے بھی ہوں

سیدہ مریم علیہا السلام وہ عظیم خاتون ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی خدمت کے لئے چنا تھا

وہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب تھیں

اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص مقصد کے لیے چنا تھا

جانتے ہیں سیدہ مریم علیہا السلام سے کتنی بڑی خدمت لی جانی مطلوب تھی

انہیں اللہ تعالیٰ نے بن باپ کے بچہ عطا کرنا تھا۔ للہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو سیدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ بننے کا اعزاز عطا کیا۔ جو قرب قیامت کی نشانی ہیں، جو قیامت سے پہلے دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ سیدہ مریم علیہا السلام قوم کے سردار کی بیٹی تھیں مگر وہ ان کی پیدائش کے وقت وفات پا چکے تھے۔ سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ سیدہ حنہ نے نذر مانی تو رب العزت نے ان کی بیٹی کو قبول کر لیا، ان کی عمدہ طریقے سے پرورش کی اور سیدنا زکریا کو ان کا کفیل ان کا سرپرست بنایا۔ مجھے وہ الفاظ آپ کے سامنے رکھنے ہیں جو سیدہ مریم علیہا السلام کے لیے سب سے بڑا اعزاز ہے۔

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

''سواس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمایا اوراس کی بہترین پرورش کی اور زکریا کو اس کا سرپرست بنایا۔

(آیت کا یہ حصہ پوری سکیم کو واضح کرتا ہے کہ رب العزت نے انہیں قبول کیا، بہترین پرورش کی اور زکریا علیہ السلام کو ان کا کفیل بنایا

زکریا علیہ السلام جب کبھی ان کے پاس عبادت خانے میں آتے تو ان کے پاس رزق پاتے، وہ پوچھتے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔'' (آل عمران:37)

تو آپ نے اس سے کیا سیکھا؟

اپنے یقین کو جج کیا

کیا آپ کو اس بات کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ بے حساب رزق دیتا ہے؟

رزق سے مراد کھانا پینا، لباس اور دنیا میں رہنے کا ساز وسامان ہی نہیں ہے

سیدہ مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے کس چیز کا رزق دیا تھا؟

اس کا تذکرہ سورہ التحریم میں ملتا ہے:

﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ﴾

''سیدہ مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے حیا کا رزق دیا تھا، انہوں نے اپنی شرم گاہ کی

حفاظت کی تھی۔سیدہ مریم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا رزق دیا تھا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیات کی تصدیق کی تھی۔وہ ان کو پڑھتی بھی تھیں سمجھتی بھی تھیں عمل بھی کرتی تھیں ۔ان کی زندگی ،ان کا عمل اللہ تعالیٰ کی کتاب کا بہترین نمونہ تھا اللہ تعالیٰ سے آپ بھی رزق مانگئے جیسے سیدہ مریم علیہا السلام کو بن مانگے ملا تھا۔ یہ سب سے بڑا رزق ہے۔''

میں اکثر سوچتی ہوں کہ جب لوگ پاکیزہ اولاد کے لیے دعا کرتے ہیں تو لوگ یہ دعا بھی کرتے ہیں لیکن کتنے کم لوگ ہیں جو اولاد چاہتے ہوں تو اولاد کو رب کے نام بھی لگانا چاہتے ہوں۔

اولاد کے لیے نبیوں کی دعا جب زبان پر آئے تو ان جیسا Vision بھی آنا چاہیے کہ آئندہ اس اولاد نے کیا کرنا ہے۔

آج کے دور میں Missworld کا انتخاب ہوتا ہے
اور کسی خاص ملک کی خاتون کا بھی انتخاب ہوتا ہے
اصلاً Miss World تو ایک ہی ہے
جب سے سیدہ مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں اس وقت سے کوئی خاتون Miss World کا ٹائٹل لینے کی حق دار نہیں
انہیں کسی مرد کی رفاقت نصیب نہیں ہوئی لیکن اولاد نصیب ہوئی۔
اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے
دنیا بھر کی خواتین کے مقابلے میں سیدہ مریم علیہا السلام کا انتخاب کیا گیا
صدیوں سے وہ ساری دنیا کی خواتین پر اعزاز رکھتی ہیں
اور قیامت کے دن بھی رکھیں گی

کیونکہ خواتین جنت کی سردار خواتین میں سے ایک سیدہ مریم علیہا السلام بھی ہوں گی

اللہ رب العزت نے سیدہ مریم علیہا السلام کو چن لیا

انہیں پاک کیا اور دنیا بھر کی عورتوں میں سے اس شرف کے لیے انہیں منتخب کیا

اور ان کے ذریعے بغیر باپ کے بچہ پیدا کرنے کی قدرت کا اظہار کیا

اور انہیں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری دی کہ وہ معزز نبی ہوں گے

جو مستقبل میں بنی اسرائیل کے رسول اور راہ نما ہوں گے

اور انہیں توحید کی دعوت دیں گے

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''چار خواتین، تمام جہانوں کی عورتوں سے افضل ہیں، مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی آسیہ، خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اور فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۔'' (مسند احمد: 2/368)

کتنا بڑا ایوارڈ ہے کیا اس سے بڑا کوئی ایوارڈ ہو سکتا ہے؟

world Miss کتنا بڑا ایوارڈ ہے

کوئی Miss World سیدہ مریم علیہا السلام کے مقابلے میں پیش کی جا سکتی ہے؟

سیدہ مریم علیہا السلام بے داغ جوانی رکھتی تھیں

پاک دامنی کی زندگی بسر کر رہی تھیں

اور ہاں سیدہ مریم علیہا السلام کو Follow کرنے والی کسی بیٹی سے اگر غلطی ہوئی ہے چھوٹی یا بڑی

اپنے رب سے معافی مانگ کر وہ سیدہ مریم علیہا السلام جیسی زندگی گزارنے کا عہد کر سکتی ہے

اس سے پہلے کہ ہم سیدہ مریم علیہا السلام کی بات کو آگے بڑھائیں آج آپ سے

ایک وعدہ لینا چاہتی ہوں

یہ عہد آپ اپنے رب سے کریں گے

پاک زندگی گزارنے کا عہد

نظر کو پاک رکھنے کا عہد

سماعتوں کو پاک رکھنے کا عہد

زبان کو پاک رکھنے کا عہد

ہر عضو کو پاک رکھنے کا عہد

پاک زندگی کا عہد

اور یہ عہد کہ Miss World کو Follow کرنا ہے ان شاءاللہ

میں Miss World بار بار اس لیے کہہ رہی ہوں کہ یہ بہت بڑا اعزاز ہے جو ایوارڈ جہانوں کے بادشاہ نے دیا، وہ وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہونے والا، پرانا ہونے والا اور اس کے بعد کسی اور کو ملنے والا نہیں ہے۔

﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ﴾

''اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان کی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو چنانچہ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی اور اُس نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی۔'' (التحریم:12)

حقیقت یہ ہے کہ شرم گاہ کی حفاظت کے بغیر پاک زندگی گزارنا ممکن نہیں ہے

نظر پاک رہتی ہے تو دل بھی پاک رہتا ہے

اپنی نظروں کو پاک رکھئے

ہم نے اپنی نظروں کی پاکیزگی کی کوشش کرنی ہے

ان نظروں کو ہر نجاست سے آزاد کروانا ہے ان شاء اللہ یہی اصل آزادی ہے

یہ ہے عورت کی آزادی

ایک آزاد عورت ہے

جو دنیا بھر کی عورتوں میں نمبر ون رہے

Miss World

جس کی گواہی رب العزت نے دی ہے

اس کی حیا کی گواہی

اس کی وفا کی گواہی

اس کی پاک زندگی کی گواہی

اور پاکیزگی کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر روح پھونکی۔

آپ کو پتہ ہے تصدیق کون کرسکتا ہے؟

جس کے پاس پختہ علم ہو

جس کا عمل بھی تصدیق کرتا ہو

کیا آپ اپنے آپ کو ایسے مقام پر پاتی ہیں جہاں آپ کا علم، آپ کا عمل، آپ کی زبان، اپنے رب کی باتوں کی، اپنے رب کے کلام کی گواہی دیتی ہو اور آپ کا عمل گواہی دیتا ہو لیکن یہ اسٹیج ہے جہاں تک جانا ہے اپنا Vision broad ایک آزاد عورت کے لیے یہ Highest Stage ہے جہاں تک اس نے پہنچنا ہے

یہ آزادی کی آخری منزل ہے

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا

وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ

کتنا بڑا ایوارڈ ہے

سیدہ مریم کی پاک دامنی کی گواہی جہانوں کے بادشاہ نے دی

اس جہان میں کوئی اور ایسی عورت ہے جس کی گواہی انسان دے دیں یا جہانوں کا بادشاہ دے دے، تو کسی کے پاس یہ اعزاز نہیں ہے۔ پاک دامن تو بہت عورتیں ہو سکتی ہیں لیکن ایورڈ سیدہ مریم علیہا السلام کو ملا ہے۔ یا پھر سیدہ عائشہ کے لیے اللہ رب العزت نے برأت پیش کی۔ ان کی پاک دامنی کی گواہی بھی رب العزت کی جانب سے آئی۔

کیا بات ہے سیدہ مریم علیہا السلام کی!

سیدہ مریم علیہا السلام کی زندگی میں آپ کو سب سے بڑی خصوصیت کیا نظر آتی ہے؟

سیدہ مریم علیہا السلام کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ آزاد تھیں

اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد تھیں

(محررا) وہ اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد تھیں

اور ہم سب آزاد نہیں ہیں

وہ اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد تھیں اس لیے وہ یکسو تھیں

اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد عورت کیسی ہوتی ہے؟

اگر آپ آزادی چاہتی ہیں

اگر آپ کو آزادی سے محبت ہے

تو سیدہ مریم علیہا السلام کی طرح آزاد ہو جائیں

پوری دنیا کے لیے

رہتی دنیا تک کے لیے

اور وہ سب خواتین جو دل کی گہرائیوں سے تڑپ رہی ہیں کہ ہمیں آزادی چاہئے
جنہیں کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہے کہ یہ آزادی ہے
آپ کس کے لیے آزاد ہوں گے؟
یہ شتر بے مہار آزادی، آزادی نہیں ہے
سیدہ مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد عوت تھیں
کیا آپ اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد ہونا چاہتی ہیں؟
اپنے آپ کو کسی ایسے کھونٹے کے ساتھ باندھ کر نہیں رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد نہ ہو سکیں
انسان رشتوں میں تو بندھا ہوتا ہے
ان کے حقوق بھی ادا کرنے ہیں لیکن رب کا ہو کر جینا ہے
آپ جینا تو چاہتے ہیں؟
کیا آپ آزاد رہ کر جینا چاہتے ہیں؟
اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی زندگی سے بتایا کہ دیکھو رب والی زندگی کیسے بسر ہوتی ہے
اگر کوئی عورت رب والی زندگی گزارنا چاہتی ہے تو سیدہ مریم علیہا السلام کی طرح رب والی ہو جائے

اگر کوئی عورت آزادی چاہتی ہے تو سیدہ مریم علیہا السلام کی طرح آزاد ہو جائے
اور اگر ماں باپ یہ چاہتے ہیں ان کی بچی آزادی والی زندگی گزارے

تو وہ اپنی بچی کو سیدہ مریم علیہا السلام کی طرح بنانے کے لئے محنت کریں، جن کے سوا دنیا کی کوئی عورت اس طرح آزاد نہیں کی گئی تھی۔ پہلی بچی جس کو اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد کیا

گیا وہ سیدہ مریم ہیں۔

دنیا میں کوئی بھی اپنی ذات کیلئے آزاد ہوتا ہے تو کتنے دن، کب تک، کہاں تک سب کچھ پا سکتا ہے؟

کیا اپنی ذات کے لیے آزاد ہو کر کوئی اپنی ہر خواہش پوری کر سکتا ہے؟

اگر وہ اپنی ذات کے لیے، اپنی مرضی کے لئے آزاد ہونا چاہتا ہے تو اس کی آزادی اس کو وہ نفع نہیں دے سکتی۔

اگر کوئی عورت یہ چاہتی ہے کہ وہ صرف اپنی مرضی کرنے کے لیے آزاد ہو جائے اور جو اس کے جی میں آئے وہ کر جائے تو ایسا حقیقتاً ممکن نہیں۔ ہم اپنی مرضی پوری کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ ایک حد ہے اس کے بعد مرضی پوری کرنے کے راستے میں جو رکاوٹ آئے گی اس کو کس کے نام لگائیں گے؟

شاید آج کی عورت کو یہ غلط فہمی ہے کہ میری مرضی کو پورا ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ مرد ہے۔

مرد تو بیٹا ہے، مرد تو باپ ہے، مرد تو بھائی ہے، مرد تو شوہر ہے

ایک عورت اپنے بیٹے سے کیسے آزاد ہو سکتی ہے؟

ایک عورت آزاد ہو کر دکھائے

اپنے باپ سے کیسے آزاد ہو جائے گی؟

وہ مر بھی جائے تو اسی باپ کی بیٹی رہے گی

وہ نہیں آزاد ہو سکتی ان رشتوں سے

زیادہ سے زیادہ وہ کس سے آزاد ہو سکتی ہے، شوہر سے؟

کیا یہ آزادی، نکاح سے آزادی تو نہیں ہے؟

کیا یہ آزادی، پاک زندگی سے آزادی تو نہیں ہے؟

کیا یہ آزادی، حیا سے آزادی تو نہیں ہے؟

سیدہ مریم علیہا السلام کو دیکھیے، اللہ تعالی نے انہیں کتنے اونچے مقام پر فائز کیا ہے۔

وہ اپنے رب کے لیے آزاد ہیں۔

آئیں ہم بھی اپنے رب کے لیے آزاد ہو جائیں

اب میں آزاد ہوں

الحمدللہ رب العالمین